حصہ دوم

4 کلر تصویری البم

غزہ پر اسرائیل کے مظالم لمحہ بہ لمحہ

غزہ کے آنسو

مؤلف جامع ومرتب

مولانا ارسلان بن اختر میمن حفظہ اللہ

مکتبہ ارسلان
بنوری ٹاؤن، کراچی۔
فون:0333-2103655

نام کتاب .... غزہ کے آنسو

مولف .... مولانا ارسلان بن اختر

اشاعت اوّل .... اکتوبر 2004

2023

ملنے کا پتہ:

کراچی: مکتبہ بخاری گلستان کالونی، لیاری فون 7520385۔ نفیس اکیڈمی اردو بازار، کراچی۔
بیت القرآن اردو بازار، کراچی۔ صدیقی ٹرسٹ نزد لسبیلہ چوک۔ اقبال بک ڈپو (اقبال نعمانی صدر)۔
اسلامی کتب خانہ نزد بنوری ٹاؤن۔ دار الاشاعت اردو بازار، کراچی۔ علمی کتاب گھر اردو بازار، کراچی۔

لاھور: مکتبہ رحمانیہ غزنی اسٹریٹ اردو بازار، لاہور۔ ادارہ اسلامیات انارکلی بازار، لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار، لاہور۔

راولپنڈی: مکتبہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔

غزہ کے مقیم حسام کے گھر میں اسرائیلی 2 دیوقامت ناکارہ میزائل

غزہ پٹی سے تعلق رکھنے والے حسام الضابوس کا مہمان خانہ انواع واقسام کے بموں، گولیوں اور میزائلوں سے مزین ہے، لیکن ان ناکارہ مہلک ہتھیاروں کو دیکھنے سے وہ فن پارے معلوم ہوتے ہیں۔ جنہیں مختلف رنگوں اور نعروں کے ساتھ حسام نے مزین کررکھا ہے۔ 33 سالہ حسام کا گھر شمالی غزہ میں واقع ہے۔ اسرائیلی بمباری کے خاتمے کے بعد انہوں نے یہ ناکارہ بم اور میزائل جمع کرنا شروع کئے تھے۔ 8 جولائی کو شروع ہونے والی بمباری میں اس علاقے کو بری طرح نشانہ بنایا گیا تھا۔

یادگار ہیں، جو اسرائیلی بمباری میں شہید ہوچکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں ان میزائلوں کو اپنے گھر میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کرکے رکھنا چاہتا ہوں، تاکہ آنے والی نسلوں کو بھی معلوم ہوسکے کہ 2014ء کی جارحیت میں اسرائیل نے فلسطینیوں پر کیسے مظالم ڈھائے تھے۔ رپورٹ کے مطابق، عید میں ناکارہ بموں کو "عیدگفٹ" بنانے کا موجد تو حسام ہی ہیں۔ تاہم ان کی دیکھا دیکھی غزہ بھر کے نوجوانوں میں یہ بم اور میزائل مقبول ترین عید گفٹ بن گئے ہیں۔ غزہ کے ہر چوک و چوراہے پر ناکارہ بم، میزائل، اسرائیلی گولیوں کے خول سمیت جنگ

اسرائیلی طیاروں نے یہاں ہزاروں کی تعداد میں بم برسائے تھے۔ کسی وجہ سے نہ پھٹنے والے بموں اور میزائلوں کو حسام اور اس جیسے نوجوانوں نے بڑی تعداد میں جمع کررکھا ہے۔ حسام کے گھر میں 2 دیوقامت میزائل بھی رکھے گئے ہیں، جو اسرائیلی طیاروں نے ان کے گھر کے احاطے میں پھینکے تھے۔

حسام کا کہنا ہے کہ میرے اہلِ خانہ ہر وقت ان میزائلوں سے خوف اور دہشت محسوس کرتے ہیں۔ اس لیے میں نے انہیں مختلف رنگوں اور تحریروں سے مزین کرلیا ہے۔ اب یہ بظاہر دیکھنے سے میزائل نہیں لگتے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ میزائل اور بم میرے ان بھائیوں کی

میں غزہ پر برسائے جانے والے متعدد انواع کے اسلحوں کے ٹکڑے عید گفٹ کے طور پر فروخت ہوتے رہے۔ جوں جوں عید کا دن قریب آتا گیا، ان اشیاء کی قیمت میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔

غزہ کے ایک چوک پر 32 سالہ حضر ابوندی نے اس منفرد عید گفٹ کی دکان بھی کھولی ہے۔ حضر کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنے گفٹوں کی تزئین و آرائش کے لیے حسام الضابوس کی خدمات حاصل کیں۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ حسام کے اس اچھوتے خیال سے میں بہت متاثر ہوا۔ عنقریب، ہم غزہ بھر سے ناکارہ بموں کو ایک جگہ جمع کرکے ان کی ایک نمائش بھی منعقد کریں گے۔

ناکارہ میزائل اور بم پر جلی حرف سے لکھے گئے الفاظ

غزہ پٹی کے وسطی علاقے میں قائم خیمہ بستی البریج میں رہنے والے 33 سالہ محمد الزمر بھی عید الاضحیٰ کے موقع پر ناکارہ بموں اور میزائلوں سے بنے گفٹ فروخت کرتے رہے۔ ان کا گھر اسرائیلی بمباری سے مکمل طور پر تباہ ہو گیا تھا۔ اس لیے انہوں نے اپنے گھر پر گرنے والے بموں کے ٹکڑوں کو جمع کر رکھا ہے۔ جبکہ محمد الزمر کے پاس اسرائیل کا ہاون میزائل بھی ہے۔ جو ان کے گھر پر گرا تھا، لیکن کسی وجہ سے پھٹ نہ سکا۔ محمد الزمر نے اس ناکارہ میزائل پر خوبصورت جہادی نعرہ درج کر کے اسے مزین کر رکھا ہے۔ انہوں نے جلی حروف میں '' لَا لِلْحَرْبِ '' (یہ میزائل جنگ کیلئے نہیں آیا تھا) اور '' شُکْرًا لِعَدَمِ الْاِنْفِجَارِ '' (نہ پھٹنے کا شکریہ) کے الفاظ بھی اس میزائل پر درج کئے ہیں۔

محمد الزمر نے اپنے تباہ شدہ گھر کے لان میں ناکارہ بموں، میزائلوں، گولیوں اور پھٹنے والے بموں کے ٹکڑوں کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع کر رکھا ہے۔ انہوں نے ایک چھوٹے سے ناکارہ بم کو عید گفٹ بنانے کے لیے اسے ایک خوبصورت لکڑی کے فریم میں رکھا ہے۔ جس پر انہوں نے لکھا ہے کہ

'' نَحْنُ شَعْبٌ لَا نَسْتَسْلِمُ ، اِمَّا نَنْتَصِرُ اَوْنَمُوْتُ ''

(ہم فلسطینی ایسی قوم ہیں کہ کبھی کسی کے آگے سر نہیں جھکاتے، یا دشمن پر فتح پائیں گے یا شہادت کا جام پئیں گے)۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ بم جنگ کے آخری دنوں میں میرے گھر پر گرا تھا، جس سے میں معجزاتی طور پر بچ گیا تھا۔ محمد الزمر نے اگرچہ کسی سے آرٹ کی تعلیم حاصل نہیں کی، لیکن اس کے باوجود انہوں نے اسرائیلی بموں اور میزائلوں کو بڑی مہارت سے فن پاروں میں تبدیل کر دیا ہے۔ اس لیے ان کے بنائے ہوئے '' عید گفٹ '' ہاتھوں ہاتھ بکتے رہے۔

فلسطینیوں کو مسجد اقصیٰ میں نماز عید کی اجازت

دوسری جانب، اسرائیلی فوج نے پہلی مرتبہ غزہ سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں فلسطینیوں کو مسجد اقصیٰ میں نماز کی اجازت دیدی ہے۔ اسرائیل نے 2007ء میں ان فلسطینیوں پر پابندی عائد کر رکھی تھی۔ اسرائیلی اجازت ملنے کے بعد غزہ کے سینکڑوں مسلمانوں نے قبلہ اول میں نماز عید ادا کی۔ واضح رہے کہ اسرائیل کی جانب سے صرف ان مسلمانوں کو مسجد اقصیٰ آنے کی اجازت ہے، جن کی عمر شناختی کارڈ کے مطابق 50 برس سے زائد ہو۔ اس لئے نوجوانوں کو روکنے کے لیے عید کے موقع پر صہیونی فوج اور پولیس نے جگہ جگہ رکاوٹیں کھڑی کر رکھی تھیں۔ تاہم اس کے باوجود ہزاروں فلسطینی نوجوان نماز عید کی ادائیگی کے لیے قبلہ اول پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ نماز عید سے ایک گھنٹہ قبل ہی مسجد اقصیٰ کے تمام اندرونی اور بیرونی حصے نمازیوں سے کھچا کھچ بھر چکے تھے۔ نماز عید کے لیے قبلہ اول کی طرف ٹولیوں کی شکل میں آنے والے فلسطینی شہری اسلامی تحریک مزاحمت حماس، القسام بریگیڈ اور غزہ زندہ باد کے نعرے لگاتے رہے۔

(تحریر: ضیاء الرحمن چترالی)

روتے ہوئے بچہ کے آنسو اور صدا

اے میرے مسلمان بھائیو! غزہ میں عید نہیں میرا بھائی شہید، میرا دوست شہید، اب میری باری دور نہیں...... از شہیدوں کی عید

غزہ کے معصوم بچوں کی خونی عید

یہ ہے غزہ کی عید تمام تر تکالیف اور صعوبتوں کے باوجود یہ
اصلی مسلمان صرف اللہ ہی سے ڈرنے والے صہیونیوں کو
للکار رہے ہیں کہ تم ہماری خوشیاں نہیں چھین سکتے۔۔۔
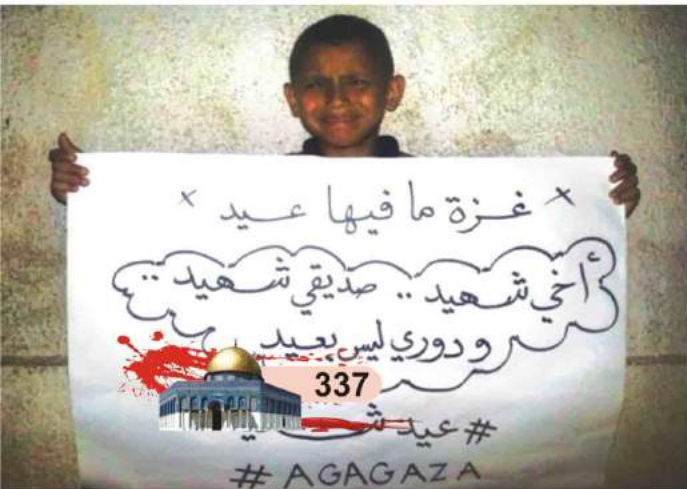
غزہ میں عیدالفطر میں روتے ہوئے مسلمان

زخموں اور غموں سے چُور اہل غزہ نے جہاں عید کی نماز تباہ شدہ مساجد میں ادا کی، وہیں بیشتر گھرانے ایسے بھی تھے جن کی عید فاقوں سے لڑتے گزری۔ غزہ میں اتوار کی شب چاند نظر آنے کے بعد بھی اہل غزہ کے چہروں پرخوشی کی معمولی رمق نہیں دکھائی دی۔ کیونکہ یہاں کوئی گھرانہ ایسا نہیں جس کا کوئی فرد یا قریبی عزیز اسرائیلی فوج کی بربریت کا شکار نہ ہوا ہو۔ اہل غزہ کی اکثریت نے اس عیدالفطر کو ''عید شہدا'' کا نام دیا ہے۔ عرب ذرائع ابلاغ کے مطابق شوال کا چاند نظر آنے اور عارضی جنگ بندی کے اعلان کے باوجود غزہ کے تمام بازاروں میں سناٹا چھایا رہا، دوسری جانب مغربی کنارے بیت حنون، رام اللہ اور الخلیل کی مساجد کے خطیبوں نے نماز عید کے خطبات میں کہا ہے کہ سب فلسطینی ایک ہیں اور ہم اہل غزہ کے ساتھ ہیں۔ جب کہ مسجد اقصیٰ میں نماز عیدالفطر کی ادائیگی کے بعد 45,000 فلسطینی اور عرب نمازیوں نے اہل غزہ سے اظہار یکجہتی کے لئے ریلی نکالی اور دھرنا دیا جس سے خطاب میں مقررین نے اہل غزہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ غزہ کی حمایت ہی ان کی عید ہے۔ وہ غزہ کے مظلوموں کی حمایت سے کبھی دست کش نہیں ہوں گے۔

ایجنسی فرانس کے مقامی نمائندے کا کہنا ہے کہ مسجد اقصیٰ میں نماز عید کے بعد ہزاروں فلسطینیوں اور عرب مسلمانوں کو اسرائیلی سیکورٹی فورسز نے گھیر رکھا تھا۔ مسجد اقصیٰ غزہ ہیل حنون، مغربی کنارے رام اللہ اور الخلیل میں نماز عید کے اجتماعات میں شریک نوجوانوں نے سیاہ قمیض پہن رکھی تھیں۔ فلسطینیوں کی عید کے حوالے سے متحدہ عرب امارات سے شائع ہونے والے جریدے ''دی نیشنل'' نے لکھا ہے کہ اہل غزہ کی کوئی عید نہیں تھی۔ بچے نئے کپڑوں، کھلونوں اور مٹھائیوں سے محروم ہیں تو بڑے اپنے پیاروں اور عزیزوں کی شہادتوں پر دل گرفتہ ہیں۔

مصری حکومت کی جانب سے رفح کراسنگ کی بندش اور اسرائیلی بمباری نے اہل غزہ کو عسرت وتنگ دستی کی دلدل میں دھکیل دیا ہے جس کے اثرات عید الفطر کے روز پورے غزہ میں دکھائی دیئے۔ یہاں اسرائیلی شیلنگ کے دوران عید کی نماز تو ادا کر دی گئی لیکن عید کی خوشیاں کہیں دکھائی نہیں دیں۔ خود اسرائیلی جریدے حارث کی رپورٹ کے مطابق غزہ میں نماز عید کے اجتماعات ایسے ماحول میں ہوئے کہ اسرائیلی مارٹر شیلز شہر پر برستے رہے اور فضا میں اسرائیلی ڈرون پرواز کرتے رہے۔ ورلڈ بیلٹن کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ غزہ کی مساجد اور عیدگاہوں میں بچوں کی تعداد میں کافی کمی دیکھی گئی جو ماضی میں ہر نماز عید پر اپنے والدین کے ساتھ جامع مسجد آیا کرتے تھے۔ القدس جریدے نے فلسطینی اتھارٹی کے حوالے سے رپورٹ دی ہے کہ غزہ کی 70 مساجد کو نماز عید کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکا۔ کیونکہ یہ مساجد اسرائیلی حملوں کے نتیجے میں بری طرح متاثر ہوئی ہیں۔

ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں کے مطابق ہزاروں فلسطینیوں نے عید کی نماز کی ادائیگی کے بعد قبرستانوں کا رخ کیا جہاں انتہائی رقت انگیز مناظر دیکھنے کو آئے۔ تازہ قبروں میں ایک ہزار سے زیادہ شہدائے غزہ مدفون ہیں جن میں معصوم بچے اور خواتین بھی شامل ہیں۔ فلسطین کرونیکل کا ایک تازہ رپورٹ میں کہنا ہے کہ غزہ کے ہسپتالوں میں 4,000 شدید زخمی بچے، جوان اور بزرگ زیر علاج ہیں۔ جن کی تیمارداری اور عیادت کے لئے ہزاروں فلسطینیوں نے عید کے روز ہسپتالوں کا رخ کیا اور ان کو رمضان، عید اور شہادتوں کی مبارکباد دی۔

(از میر بابر مشتاق)

غزہ کی شہید مسجد میں عید کی نماز

عید کی نماز کے بعد گلے ملتے ہوئے لوگ

غزہ کے ساحل پر اسرائیلی حملے

غزہ کے ساحل پر مچھلیاں مت شکار کرو! اسرائیل کا حکم

غزہ پر فلسطین کی حکومت ہے، مگر اس کے اور فلسطین کے درمیان اسرائیل ہے، گویا کہ فلسطین ایک کونے پر، اسرائیل بیچ میں اور غزہ کا علاقہ دوسرے کونے پر۔ اس طرح سازش کے ذریعہ امریکہ اور برطانیہ نے اسرائیل اور فلسطین کو تقسیم کیا، جس طرح انگریزوں نے تقسیم پاکستان کے وقت پاکستان اور مشرقی پاکستان کو الگ کیا، حالانکہ اس پر حکومت پاکستان کی تھی مگر آہستہ آہستہ وہ مشرقی پاکستان انڈیا کی سازشوں کی وجہ سے بنگلہ دیش بن گیا، اسی طرح غزہ اور فلسطین کی مثال غزہ کے 2 طرف اسرائیل ہے اور تیسری طرف مصر ہے، مگر مصری حکومت نے بھی اسرائیل اور امریکہ کے حکم و خوف سے غزہ کے تجارتی راستہ کو بند کیا ہوا ہے، حتیٰ کہ اگر کوئی پاکستانی یا امریکی مسلمان بھی غزہ کو امداد دینا چاہے تو اسے سمندری راستہ سے جانا پڑے گا، جہاں اسرائیلی بحری جہاز کھڑے ہیں، جو اسے غزہ ہرگز نہیں جانے دیں گے۔ دوسرا راستہ مصر ہے، مصر بھی غزہ تک جانے کے لئے پہلے امریکہ سے اجازت لیتا ہے، پھر وہ سامان غزہ جاتا ہے۔ گویا کہ اسرائیل چاہتا ہے کہ غزہ کے 20 لاکھ لوگ بھوک کے مارے اس جیل میں مر جائیں، تاکہ ہماری جان حماس اور القسام مجاہدین سے چھوٹ جائے کیونکہ حماس کے مجاہدین نہ ہوتے تو اسرائیل کب کا غزہ پر قبضہ کر چکا ہوتا جس طرح اس نے فلسطین کے 70 فیصد حصہ پر اپنا قبضہ کر لیا ہے۔

غزہ کے لوگوں کو بھوک سے مارنے کے لئے اسرائیل نے خوراک کے ساتھ ساتھ غزہ کے ساحل پر مچھلیوں کے شکار کی بھی پابندی لگائی ہوئی تھی۔ جو بھی مچھلی کا شکار کرتا اسرائیلی بحری کشتیاں اس کا شکار کر لیتیں، مگر حالیہ 41 دن کے حملے کے بعد اسرائیلی حکومت نے حماس کے ہاتھوں خوف زدہ ہو کر شکست تسلیم کرتے ہوئے اسرائیل اور غزہ کا محاصرہ چھوڑنے اور سمندر میں غزہ کے شہریوں کو مچھلیاں پکڑنے کی اجازت دینے پر تیار ہو گیا ہے۔ اسی وجہ سے غزہ کی گلیوں میں جشن منایا جا رہا ہے۔ اس سارے منظر کے اسباب و نتائج پر تردد اور ابہام کے گہرے پردے پڑے ہوئے ہیں۔

اہل غزہ گزشتہ 8 سالوں سے اسرائیل کے شدید محاصرے میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اسرائیل کی مرضی کے بغیر ان کے لیے ایک دانہ گندم بھی پہنچانا محال ہے۔ جن راستوں سے قریب ترین ملک مصر سے ان کی مدد ہو سکتی تھی، مصری فوج نے وہ گزرگاہیں اور سرنگیں بھی منہدم کر دی ہیں۔ عالمی حمایت تو کجا، اپنے اسلامی ممالک میں غزہ کے باسیوں کو دہشت گرد تصور کیا جاتا ہے۔ عالم اسلام میں فلسطین اور حماس کی حمایت فقط عوامی حلقوں تک محدود ہے، حکومتی سطح پر حماس سے بہت سے ممالک کو تحفظات ہیں، تحفظات نہ بھی ہوں تو اس مسئلے سے خاص دلچسپی حکومتی حلقوں میں نہیں پائی جاتی۔

غزہ کا ساحل

اسرائیلی بمباری غزہ کے ساحل پر

فلسطینی اخبارات نے بتایا ہے کہ اسرائیلی فوج نے فارم ہاؤس، باغات اور کھیتوں پر جان بوجھ کر بڑے بم گرائے ہیں، جس کے نتیجہ میں وہاں 10،10 فٹ گہرے گڑھے بن چکے ہیں، جب کہ سینکڑوں کھیتوں اور باغات کو فاسفورس بم پھینک کر جلا دیا گیا ہے۔ ماہی گیری کا شعبہ مکمل طور پر تباہ کیا جا چکا ہے۔ دوسری جانب اسرائیلی نیول فورسز کسی بھی فلسطینی کو غزہ کے ساحل پر مچھلیاں پکڑنے کی اجازت دینا تو درکنار کشتیاں کھڑی کرنے تک کی اجازت نہیں دے رہی۔ اگر کوئی مچھیرا یہاں کشتی لے کر آ جائے تو اسرائیلی نیول فورسز اس پر فائر کھول دیتی ہیں۔ ورلڈ فوڈ اینڈ ایگری کلچر کے عہدیدار نے غزہ، رفح اور ویسٹ بینک کا دورہ کر کے اس ضمن میں نقصانات کی رپورٹ مرتب کی ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ غزہ کی 18 لاکھ کی آبادی میں سے 7 لاکھ افراد کو اقوام متحدہ اور عالمی امدادی ایجنسیوں کی جانب سے ہنگامی پروگرام کے تحت روزانہ کی بنیاد پر خوراک فراہم کی جا رہی ہے۔ سائرو فیار یلو کا کہنا ہے کہ غزہ کی 2006ء سے جاری اسرائیلی ناکہ بندی نے فلسطینیوں کی عمومی زندگی پر انتہائی منفی اثرات مرتب کئے ہیں اور اس سے فلسطینیوں کا عالمی دنیا سے رابطہ کٹا ہوا ہے۔

(تحریر: احمد نجیب زادے)

غزہ کے ساحل پر کھیلنے والے بچوں پر اسرائیلی حملہ
343

دشمنوں کی عیاری

16 جولائی کو اسرائیلیوں نے ساحل سمندر پر کھیلتے فلسطینی بچوں پر بم مارے۔ 4 بچے موقع پر ہی شہید ہوگئے۔ اس واقعہ پر برطانوی ٹی وی چینل فور نے اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو کے ترجمان ''مارک ریگیف'' سے انٹرویو لیا۔ دوران انٹرویو وہ یہی کہتا رہا کہ حماس نے جنگ بندی قبول نہیں کی، سو وہی ہلاکتوں کے ذمے دار ہے۔ مصر کی جانب سے پیش کردہ جنگ بندی کی تجویز دراصل ایک شاطرانہ جال تھا جو اسرائیلی ہدایات پہ امریکا میں تیار ہوا۔ یہ جال بدنام زمانہ سابق برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر اور امریکی وزیر خارجہ جان کیری نے مل کر بنا۔ بعدازاں مصر میں امریکی کٹھ پتلی جنرل سیسی نے اسے دنیا والوں کے سامنے پیش کر دیا۔ پیشکش کا مدعا یہ تھا کہ حماس کو پھانسا جائے۔ جنگ بندی قبول کرنے کا مطلب حماس کی شکست تھی جو اس کے رہنماؤں کو گوارا نہ ہوئی۔ یوں اسرائیل و امریکا کو یہ روایتی واویلا مچانے کا موقع مل گیا کہ حماس دہشت گرد تنظیم ہے جس سے امن معاہدہ نہیں ہوسکتا۔

باب نمبر: 20

2008ء میں غزہ پر اسرائیلی حملوں کے نقصانات

27 دسمبر 2008 سے 18 جنوری 2009 تک غزہ کی 15 لاکھ آبادی پر ہونے والے اسرائیلی حملوں میں 1300 فلسطینی شہید ہو گئے اور 10 ہزار سے زائد لوگ اسرائیلی بمباری کا نشانہ بن کر معذور ہو گئے۔ ان میں 40 فیصد سے زائد بچے اور عورتیں تھیں۔ 2008ء میں ہونے والے حملوں میں 350 بچوں کو اسرائیلی یہودیوں نے مسلمان ہونے کے جرم میں شہید کیا۔ 2008 سے 2009 تک کے 21 دنوں میں اسرائیل کے بمبار جہازوں اور ٹینکوں نے 90000 (نوے ہزار) حملے غزہ پر کئے۔ جس میں ہزاروں گھر کھنڈروں میں تبدیل ہو گئے۔ فلسطینیوں کی تعداد اب گھروں کو لوٹنا شروع ہو گئی تھی، جہاں تباہ حالی کے سوا کچھ نہیں بچا۔

27 دسمبر 2008ء کو اسرائیل نے پہلی بار غزہ پر حملوں میں میزائل استعمال کیے۔ اس وقت اوباما امریکہ کے نومنتخب صدر تھے چونکہ حلف برداری کی تقریب 20 جنوری 2009 کو تھی اور تب تک امریکہ مکمل خاموشی چاہتا تھا تو اس کے کہنے پر اسرائیل نے عارضی فائر بندی کر دی۔ مگر اس کے بعد سے آج تک اوباما انتظامیہ غزہ کے مظلوم عوام کے قتل عام پر خاموش تماشائی بنی رہی۔ ٹھیک 4 سال بعد اسرائیل نے وہی حرکت دوبارہ دہرائی۔

اخباری اطلاعات کے مطابق 27 دسمبر 2008ء سے ہونے والی اسرائیلی دہشت گردی نے یہ صورتحال پیدا کر دی ہے کہ کثیر تعداد میں شہادتوں کے سبب غزہ شہر کے قبرستانوں میں شہدا کی تدفین کے لئے کوئی جگہ نہیں رہی حتیٰ کہ قبرستان تک کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ مردوں، عورتوں کو تو کجا، بچوں تک کو نہیں بخشا گیا۔ اسرائیلی جارحیت کی یہ مثال تو تاریخ میں بھی نہیں ملتی۔ اسرائیل کی اس جارحیت پر مبنی کارروائیوں میں صیہونیوں کی ایک اور سفا کی سامنے آئی ہے کہ حالیہ دہشت گردی کے دوران اسرائیل نے فلسطینیوں پر سفید فاسفورس بم کا بھی استعمال کیا۔ سفید فاسفورس بموں کے بے دریغ استعمال نے مظلوم فلسطینیوں کی دھجیاں اُڑا دیں۔ سفید فاسفورس بم میں اتنی خطرناک زہریلی گیس ہے کہ اس سے انسانی گوشت پوست کے علاوہ ہڈیاں تک گل جاتی ہیں۔ فاسفورس بموں کا استعمال بین الاقوامی حقوق اور قوانین کی رو سے ممنوع ہے، مگر اسرائیل نے امریکہ کے شہ پر ان خطرناک بموں کا بے دریغ استعمال کیا ہے۔

اقوام متحدہ میں جنگ بندی کے لئے بین الاقوامی اپیلیں اور قراردادیں منظور کی گئیں، مگر اسرائیل نے ان تمام قراردادوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اپنی جارحیت کو جاری رکھا۔ دنیا کی مجرمانہ خاموشی، عرب ممالک کی نظر اندازی، اکثر ممالک کی تائید و حمایت نے اسرائیل کے غرور اور ہٹ دھرمی کو اور بڑھا دیا اور صیہونیوں نے اپنے وحشیانہ سلسلے کو روکنے کے بجائے اپنا دفاعی حق کہہ کر جاری رکھا۔

خوراک اور گیس نہ ہونے کی وجہ سے 3 گھنٹے لائنوں میں کھڑے رہنے والے غزہ کے لوگ

مسجد اقصیٰ میں ہزاروں افراد نے اسرائیل کی جانب سے غزہ کی پٹی پر مسلط معاشی ناکہ بندی کو ظلم قرار دیتے ہوئے اسرائیل کے خلاف اور غزہ کے محصورین کے حق میں نعرے بازی کی اور اسرائیل کو دنیا کا سب سے بڑا جنگی مجرم قرار دیا۔ مکمل اسرائیلی ناکہ بندی نے غزہ میں انسانی حالات کو بدترین بنا دیا ہے۔ غزہ کے لوگ ہر چیز کے لئے گھنٹوں قطار میں کھڑے رہتے ہیں۔ لوگ روٹی کیلئے 2 یا 3 گھنٹوں تک قطاروں میں کھڑے رہتے ہیں، لیکن کبھی گیس نہیں ہوتی ہے اور کبھی آٹا نہیں ہوتا، نتیجتاً روٹی بھی نہیں مل پاتی۔ 50 فیصد شہریوں کو کئی روز سے پینے کا پانی بھی نہیں ملا۔ بچوں کو یہ سمجھانا مشکل ہے کہ غذا یا بجلی نہ ہونے میں ان کے والدین کا کوئی قصور نہیں اور نہ ہی یہ معاملات ان کے بس میں ہیں۔

جون 2007ء کے بعد سے اسرائیل نے محض بنیادی امدادی اشیاء غزہ میں لے جانے کی اجازت دی تھی، مگر اب غزہ کے مکین ان بنیادی غذائی سہولیات سے بھی محروم ہیں۔ اسرائیل اور حماس کے

درمیان معاہدے سے لوگوں میں کچھ امید پیدا ہوئی تھی کہ اسرائیل کی پالیسی بدل جائے گی۔اور اسرائیل نے اس وقت وقتی طور پر امداد کی مقدار میں اضافہ کیا تھا، لیکن لوگوں اور اشیاء کی نقل وحمل پر عائد سخت پابندیوں کو برقرار رکھا تھا۔مگر اب حماس کے ساتھ دوبارہ تلخی آجانے سے صورتحال یکسر بدل کر رہ گئی ہے۔

اسرائیلی فوج نے غزہ میں کاروائیاں اور راکٹ حملوں کا دوبارہ آغاز کر دیا ہے۔ اب غزہ کی سنگین صورتحال غزہ کے باشندوں پر عتاب بن کر ٹوٹ رہی ہے۔تیل کی کمی کی وجہ سے غزہ شہر میں بجلی نہیں ہے، جس کی وجہ سے پانی کے پمپ کام کر رہے ہیں اور نہ ہی نکاسی آب کا نظام چل رہا ہے۔اسرائیل امدادی کارکنوں اور صحافیوں کو بھی غزہ میں نہیں داخل ہونے دے رہا۔غزہ میں پانی کے محکمے کے سربراہ کے مطابق شہر کے 50 فیصد لوگوں کے گھروں پر پانی نہیں دیا گیا۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ پانی کب ملے گا، لیکن انہیں کوئی جواب نہیں دیا جا تا۔نکاسی آب کے نظام کو روک دیا گیا ہے۔

غزہ کے لوگوں کو صاف پانی کی فراہمی بند کر دی گئی

اسرائیل نے مظلوم فلسطینیوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ اسرائیل نے فلسطینی عوام پر ظلم وستم کی انتہا کرتے ہوئے ان کے لئے پانی کے اجراء پر بھی روک لگا رکھی ہے۔رپورٹ کے مطابق اسرائیل نے مغربی کنارہ اور غزہ پٹی میں فلسطینیوں کو پانی کی مناسب مقدار میں اجراء پر پابندی لگا رکھی ہے۔اسرائیل میں پانی کی ایک شخص کی یومیہ ضرورت فلسطینیوں کے مقابل 4 گنا زیادہ ہے۔

انسانی حقوق کے اداروں نے اسرائیل کی اس حرکت کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ پانی ایک بنیادی ضرورت اور ہر انسان کا حق ہے، لیکن کئی فلسطینی ناقص معیار کا قلیل مقدار میں پانی حاصل کرنے پر مجبور ہیں۔نیتن یاہو نے ایمنسٹی کے اس بیان کو بھی مسترد کر دیا ہے۔اسرائیل کا دعویٰ ہے کہ وہ 1993ء کے اوسلو معاہدے کے تحت اپنا وعدہ پورا کر رہا ہے۔ایمنسٹی کی رپورٹ کے مطابق فلسطینی عوام کے لئے تازہ پانی کا واحد وسیلہ غزہ کا ساحلی آبی ذخیرہ ہے، جو سمندری پانی اور کچرے وغیرہ کی وجہ سے آلودہ ہو چکا ہے۔حماس کی انتخابی کامیابی کے بعد علاقہ پر تحدیدات عائد کرنے والے اسرائیل نے اس رپورٹ کو غلط اور جانبدار قرار دیا ہے۔

غزہ کے لوگوں کو پٹرول کی فراہمی منقطع

اسرائیلی وزیر اعظم اولمرٹ بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ" اسرائیل غزہ میں زندگی کو آسان بنانا نہیں چاہتا۔غزہ کے باشندے گاڑیوں میں پٹرول کے بغیر بھی زندگی گزار سکتے ہیں۔انہیں پیدل چلنا چاہئے۔اس لئے کہ ان کے علاقہ میں ایک مجرمانہ انتظامیہ ہے جو اسرائیل کو چین سے رہنے نہیں دے رہی۔"

غزہ کے سینکڑوں بلکتے بچوں کی آہوں کا بھی ایہود اولمرٹ یا اسرائیل کی انتظامیہ پر کوئی اثر نہیں۔اس کے لئے اس کا مؤقف یہ ہے کہ اسرائیل کی اولین ترجیح اپنے علاقہ کے حالات کو پر سکون بنانا ہے، نہ کہ غزہ کے حالات کو۔غزہ کے حالات دن بدن تباہی کی طرف جارہے ہیں۔ہر روز کئی فلسطینی جام شہادت نوش کر رہے ہیں۔

غزہ کے لوگوں کے لئے دوائیوں کی کمی! اسرائیلی سزا

ایندھن بجلی کی ناکہ بندی نے زندگی کے تمام شعبوں کو متاثر کیا ہے۔صحت کا شعبہ شدید متاثر ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے غزہ کے 15000 سے زائد شدید بیمار افراد علاج کے لئے غزہ سے باہر جانے کے منتظر ہیں، فوری علاج نہ ہونے کی صورت میں ان کی جانوں کو شدید خطرہ لاحق ہے۔دوائیں ختم ہو چکی ہیں، ناکہ بندی سے تجارت، زراعت اور صحت وصنعت کے تمام شعبے متاثر ہوئے ہیں۔ 3900 فیکٹریاں بند ہونے سے ایک لاکھ 40 ہزار مزدور بیروزگار ہو چکے ہیں۔

150 ملین ڈالر سے زائد کا تجارتی سامان اسرائیلی بندرگاہوں پر روکا جا چکا ہے۔لوگ بھوک، بیماری اور مسائل کے باعث موت کو گلے لگانے پر مجبور ہیں۔حماس کو چونکہ عوامی حمایت حاصل ہے۔اس لئے غزہ کے نہتے شہریوں کو حماس کی طرف داری کی یہ سزا دی جارہی ہے۔ ہسپتالوں میں بچوں کی جان کو خطرہ لاحق ہے۔غزہ کے باشندے موت، بھوک وتباہی اور محاصرہ کا سامنا کر رہے ہیں۔تاریکی ان کا مقدر بنادی گئی ہے، بھوک اور غربت ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

غذا اور ادویات تو دور کی بات ان کے پاس پانی تک نہیں ہے۔

اسرائیل کا کہنا ہے کہ وہ مجاہدوں کی اسلحہ فیکٹریوں کو نشانہ بنا رہا ہے۔ اس نے علاقے میں 5ان سرنگوں کا پتہ بھی لگایا، جو کہ سمگلنگ کے لئے استعمال کی جارہی تھیں۔اسرائیل نے اس علاقے میں حماس کے صدر محمود عباس کی فتح پارٹی کو انتخابی شکست سے دوچار کیا تھا،تب سے غزہ اسرائیل کو بری طرح کھٹک رہا تھا۔شمالی غزہ سے اسرائیل کی فوجوں کی 5 دن کی کارروائی کے بعد انخلاء کو اسرائیل اپنے ہدف کا حصول بتا رہا ہے، جبکہ حماس کے ترجمان کا کہنا ہے کہ دشمنوں کو شکست دے دی گئی ہے۔غزہ بدترین انسانی المیہ سے دوچار ہے اور دنیا کے سر پر جوں بھی نہیں رینگ رہی۔

غزہ کے لوگوں کے لئے بجلی کے بلیک آؤٹ کی سزا

غزہ کے علاقے میں تقریباً 20لاکھ افراد رہائش پذیر ہیں اور بجلی گھر سے 5 لاکھ افراد کو بجلی مہیا کی جاتی ہے، جبکہ دیگر 10 لاکھ افراد کیلئے بجلی اسرائیل سے براہ راست آتی ہے۔

اسرائیل جب بھی غزہ پرحملہ کرتا ہےتو اس کی بجلی کو بند کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے غزہ کے لوگ خوراک کی کمی کے ساتھ ساتھ گرمی اور اندھیرے کو بھی برداشت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ جب بھی اسرائیل نے غزہ پر حملہ کیا تو ترک بھائی غزہ میں موجود بڑے بڑے جنریٹروں سے بجلی سپلائی کرتے ہیں۔

فلسطینی انجینئرز نے اس سپلائی پر زیادہ لوڈ نہ ڈالنے کے لئے غزہ شہر میں مرحلہ وار بلیک آؤٹ کا سلسلہ بھی شروع کیا تھا، تاہم گرڈ نظام نہ ہونے کی وجہ سے یہ ممکن نہ تھا کہ بجلی، ہسپتالوں اور نکاسی آب کے نظام کی جانب منتقل کی جاسکے۔

صہیونی فوج اور حماس

اسرائیل غزہ کو حماس کا گڑھ قرار دیتا ہے۔حماس کا سیاسی قوت کے طور پر فلسطین کے سیاسی نقشے پر ابھرنا کسی تنازعے سے کم نہیں ہے۔امریکہ، یورپی یونین اور اسرائیل حماس کو دہشت گرد تنظیم قرار دیتے ہیں۔حماس فلسطین کی سب سے بڑی اسلامی مزاحمتی تحریک ہے۔اس کی بنیاد غزہ اور غرب اردن میں اسرائیلی قبضے کے خلاف 1987ء میں رکھی گئی۔حماس کا سب سے اہم مقصد اسرائیلی فوج کو فلسطین کی سرزمین سے باہر کرنا ہے۔ وہ اسرائیلی فوج اور یہودی آبادکاروں پر حملے کرتے رہتے ہیں، مگر یہ حملے اسرائیلی مظالم کا ہی ردعمل ہیں۔لیکن اسرائیل یہ کیسے برداشت کرے، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ صرف ظلم کرے اور اس کا کوئی جواب یا ردعمل سامنے نہ آئے۔ حماس کی فلسطین کے لئے جدوجہد، مزاحمتی تحریک اور اس کا ردِعمل اسرائیل کو پوری طرح کھٹکتا ہے،غزہ سے اسرائیلی آبادکاروں اور فوجی دستوں کا انخلاء حماس کی پالیسی کی فتح ہے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ اسرائیل جو کہ غزہ میں کسی کو داخلے کی اجازت نہیں دیتا تھا اور اس نے غزہ کے گرد سخت محاصرہ کر رکھا تھا، حماس کے دباؤ کے نتیجے میں گزشتہ دنوں اس نے غزہ میں کپڑوں اور جوتوں سے بھرے 5 ٹرکوں کو داخلے کی اجازت دے دی۔اس کی تصدیق فلسطینی اتھارٹی اور بارڈر حکام نے بھی کی ہے۔یہ ٹرک سامان لے کر غزہ شہر پہنچ گئے۔اسرائیل کے ایک اعلیٰ فوجی افسر نے یہ بھی رپورٹ میں کہا کہ حماس کے زیرکنٹرول غزہ کی پٹی میں زیرتعمیر سیوریج منصوبے کے لئے سیمنٹ کی محدود پیمانے پر منتقلی کی اجازت دی جائے گی۔اس آفیسر نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ یہ فیصلہ وزیر دفاع ایہود بارک نے کیا ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ حماس کے بارے میں اسرائیل کی پالیسی تبدیل ہوگئی ہے۔ ایہود بارک نے یہ اجازت صرف اس لئے دی ہے کہ یہ منصوبہ اقوام متحدہ کے تعاون سے زیرتعمیر ہے، جس کا مقصد گندے پانی کی نکاسی کو ممکن بنانا ہے۔اقوام متحدہ کے زیرکمانڈ چلنے والے ترقیاتی منصوبوں کے لئے تعاون کرنا اسرائیل کی مجبوری ہے، جسے حماس کے بارے میں اس کے رویے سے لچک پر تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔

2008ء میں اقوام متحدہ کے اسکول پر اسرائیلی حملہ

2008ء کے اسرائیل کے جنگی جرائم کی فہرست بہت طویل ہے، حالیہ غزہ کاروائی میں اس نے مظالم کی انتہا کردی ہے۔ان حملوں میں اسرائیل نے فلسطینیوں پر جہنم کے دروازے کھول دیئے تھے، حتیٰ کہ اقوام متحدہ کو بھی نہیں بخشا۔اقوام متحدہ کے ایک سکول پر اسرائیل کے حملوں میں 40 ، ایک اور حملے میں 3 پناہ گزین شہری ہلاک ہوئے۔

2008ء میں اسرائیل اور حماس کے جنگ بندی کے بعد کویت

میں عرب لیگ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے سعودی عرب کے شاہ عبداللہ نے غزہ میں تعمیر نو کے لئے ایک ارب ڈالر امداد دینے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ ''فلسطینی خون کا ایک ایک قطرہ زمین کے تمام خزانوں سے زیادہ قیمتی ہے ۔ مجرم ٹولے نے غزہ میں فلسطینیوں کا قتل عام کیا ہے، اسرائیل جنگ یا امن میں سے ایک راستہ چن لے ۔ عرب دنیا کے آپسی اختلافات نے صرف دشمن کو فائدہ پہنچایا ہے ۔ عربوں کو سیاسی اختلافات بھلا کر مل کر چلنا ہوگا۔'' اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کویت کے امیر نے غزہ میں پناہ گزینوں کی امداد کے لئے اقوام متحدہ کے ادارہ برائے مہاجرین کو 34 ملین ڈالر دینے کا اعلان کیا۔ شام کے صدر بشار الاسد نے اسرائیل کو ایک دہشت گرد ملک قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ مصر کے صدر حسنی مبارک نے البتہ اسرائیلی جارحیت کا ذمہ دار حماس کو ٹھہرایا۔

اسرائیل کے غزہ پر حملہ میں جنگی جرائم اور اقوام متحدہ کی خاموشی

حماس کا اسرائیل کے جنگی جرائم کے ثبوتوں کے متعلق کہنا ہے کہ غزہ میں اسرائیل کے انسانی جرائم کی ثبوتوں کی ضرورت نہیں ۔ اسرائیلی فوج نے کیمروں کی آنکھوں کے سامنے سینکڑوں فلسطینی بچوں ،خواتین اور بوڑھوں کو بین الاقوامی ممنوعہ اسلحہ اور سفید فاسفورس کے ذریعے جلا دیا، جبکہ اسرائیل نے گولڈسٹون رپورٹ کے جواب میں جو رپورٹ پیش کی ہے، اس میں کسی قسم کی معذرت شامل نہیں ۔ رپورٹ میں اسرائیلی جارحیت اور اس کے جواب میں جو مزاحمتی ردعمل ہوا، اسے مکمل طور پر پیش کیا گیا۔

اسرائیل کے جنگی جرائم کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ،یہ صرف اسرائیل کے حمایتی ممالک ہی کر سکتے ہیں، جن میں امریکہ سرفہرست ہے۔ امریکہ نے مسلسل اسرائیل کے گناہوں سے چشم پوشی کر رکھی ہے۔ اسرائیلی فوج نے چوتھے جنیوا کنونشن کے تحت انسانی قوانین کی بھی خلاف ورزی کی ،جس میں واضح طور پر عام شہری آبادیوں کو نشانہ بنانے اور ہسپتالوں کے طبی کیمپوں پر حملے سے منع کیا گیا ہے۔ 1948ء میں اپنی تخلیق کے بعد سے پہلی دفعہ اسرائیل کو سنجیدہ جنگی جرائم کے الزامات کا سامنا ہے ۔ جنگ میں تمام ضابطہ اخلاق کی دھجیاں اڑا کر رکھ دینا کسی طور پر جائز نہیں، حتیٰ کہ جنگ کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں، جن کی اسرائیل بار بار خلاف ورزی کر چکا ہے۔

غزہ میں تقریباً 900 غلطیاں کی گئیں

جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے اور رپورٹس یکے بعد دیگرے سامنے آتی جاتی ہیں تو یہ راز سامنے آتا جاتا ہے کہ کئی غلطیاں بین الاقوامی اور باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت تھیں۔ جہاں تک بات ہے فوجی کمانڈروں کی کہ انہوں نے ممنوعہ ہتھیار یا مادے کا استعمال کیا تو اس پر یقین کرنا اس لئے ممکن نہیں کہ فوجی کمانڈرز یا سپاہی حکومتی یا سرکاری احکامات کے بغیر کس طرح ان کا استعمال کر سکتے تھے، جبکہ یہ سب ایک ہی دفعہ میں واقع نہیں ہوا، بلکہ بتدریج کیا گیا۔ سرکاری رضا مندی اس میں شامل تھی۔

بعدازاں روزنامہ گارڈین کی رپوٹر کے مطابق فلسطین کے خلاف غیر انسانی طریقوں کا استعمال کیا گیا۔ گارڈین نے 2 فلسطینی بھائیوں کے بیانات کو بھی قلمبند کیا۔ علی اور نافظ نے بتایا کہ کس طرح ان کو گن پوائنٹ پر ان کے گھر سے لے جایا گیا اور اسرائیلی فوج نے انہیں فلسطینیوں کے گھروں میں تلاشی کے لئے بھیجا اور ہمیں ٹینکوں کے سامنے کھڑا کیا گیا، تاکہ حماس کی فائرنگ سے وہ نشانہ بننے سے بچ جائیں اور اس کا شکار سب سے پہلے ہم ہوں۔

اسرائیل نے اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندہ برائے انسانی حقوق کو حراست میں رکھنے کے بعد ملک سے نکال دیا ہے۔ رچرڈ فالک فلسطینی علاقوں میں انسانی حقوق کی صورت حال کی نگرانی اور رپورٹنگ کے لئے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔ یہودی ہونے کے باوجود اسرائیل نے ان کو ملک سے نکال دیا، کیونکہ انہوں نے غزہ کی پٹی میں اسرائیل کی طرف سے انسانیت کے خلاف جرائم کو تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔ اسرائیلی حکام نے انہیں تل ابیب ایئرپورٹ پر حراست میں لیا اور 20 گھنٹے حراست میں رکھنے کے بعد ملک سے نکال دیا۔ ان کو ملک سے نکالنے کے بارے میں اقوام متحدہ کو پہلے ہی مطلع کر دیا گیا تھا۔

2008ء کے حملوں میں 82 مساجد 66 اسکول 500 سرکاری عمارتیں تباہ

کہا جاتا ہے کہ ''تخریب لمحوں کا کام ہے جبکہ تعمیر کے لیے کئی برس درکار ہوتے ہیں''۔ برسوں کے آباد شہر کو جس طرح تباہی سے دوچار کیا گیا، اب یہ آباد بھی برسوں کے بعد ہوگا۔ اسرائیلی فوج نے وائٹ فاسفورس، کیمیائی اور حیاتیاتی اسلحے کا استعمال بے دریغانہ کیا۔ ہر خشک وتر چیز کو تباہ کیا گیا۔ 82 مساجد، 66 سے زائد اسکولوں، 200 سے زائد پولیس ہیڈکوارٹرز اور 500 کے قریب سرکاری اور حکومتی عمارات تو الگ رہیں، فلسطینیوں کے قبرستانوں کو بھی نہیں بخشا گیا۔

غزہ کو کھنڈر بنا دینے کے بعد اس کی تعمیر نو کے لیے لگائے جانے والے تخمینوں میں بتایا گیا ہے کہ تعمیراتی لاگت کم از کم اڑھائی ارب ڈالر آئے گی، جبکہ اقوام متحدہ کے اندازوں کے مطابق تعمیر نو کے لیے عرب ممالک یا دیگر اداروں کی جانب سے بھرپور اعانت کی ضرورت ہے، جو تا حال دیکھنے میں نہیں آئی۔ سعودی عرب، کویت، قطر، یمن اور مصر کی جانب سے غزہ کی تعمیر نو کے لیے تقریباً 50 کروڑ ڈالر کی امداد دینے کا اعلان کیا گیا ہے۔

مصر میں ہونے والی عالمی کانفرنس میں 75 ڈونرز ممالک نے 5 ارب ڈالر کی مدد دینے کا بھی اعلان کیا، لیکن امداد کے لئے جاری کئے جانے والے فنڈز زبانی کلامی یا دعووں اور بیانات کی صورت میں ہیں۔ پھر کیا ان سے عملی تعمیراتی کام ہوسکیں گے؟ تا حال اس کا تعین نہیں ہوسکا۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ فلسطین کو تباہ کرنے اور اسرائیل کو اسلحہ دینے والے ممالک کون ہیں؟ امریکا اور مغربی ممالک، فلسطین کو تباہی کے غار میں دھکیلنے کے بعد اس کی تعمیر نو کے لیے امداد کے اعلانات کر رہے ہیں؟ یہ دوہری منافقت اور بچکانہ چالیں ہیں، پہلے زخم لگائے گئے اور پھر سینے کی تیاریاں۔ تعمیر نو کا کام انتہائی سست روی سے جاری ہے، اگر اسی طرح جاری رہا تو نہ جانے کتنے برسوں میں مکمل ہوگا۔

غزہ کی تعمیر نو میں رکاوٹیں

غزہ کی تعمیر نو میں بہت سی رکاوٹیں حائل ہیں، جن میں بڑی رکاوٹ خود اسرائیل ہے۔ اس کا ہٹ دھرمی پر مبنی رویہ، غزہ اور فلسطین کے مقبوضہ علاقے جن پر اسرائیل کا ناجائز وجود قائم ہے، اس کے درمیان 8 دروازے ہیں، جنہیں غزہ کی راہداریاں کہا جاتا ہے۔ ان راستوں پر اسرائیل پوری طرح قابض ہے، یہاں سے کچھ بھی بھیجا جائے تو اسرائیل سے پرمٹ لینا پڑتا ہے۔

تعمیر نو کے لیے امدادی سامان تو کجا، غزہ کے باسیوں کے لیے خوراک اور اشیائے خورونوش تک کو پہنچنے نہیں دیا جا رہا اور پہنچنے بھی کیوں دیا جائے؟ اس لیے کہ اسرائیل نے انہی غزہ کے باشندوں کی ہلاکت کے لئے تو غزہ کو برباد کیا اور اب وہ ان کو زندہ رکھنے کے ذرائع کیوں کر پہنچنے دے؟ غزہ کے زمینی، سمندری راستوں پر اسرائیل کا قبضہ ہے۔ ایسے میں غزہ کی آبادکاری اور تعمیر نو کیسے ممکن ہے؟ غزہ کا تیسرا راستہ اور غزہ کے درمیان رفح راہداری ہے، مگر اس پر مصر کی مرضی چلتی ہے۔ جب اس کا دل چاہا تو اس راستے کو کھول دیا، جب جی چاہا بند کر دیا۔ ایسے میں غزہ کے باشندے مصر سے اشیائے خورد ونوش سرنگوں کے ذریعے منتقل کرتے ہیں، مگر ان کے اس زندگی کے بوجھ ڈھونے کو بھی اسلحہ کی اسمگلنگ کا کہہ کر بند کرنے کی کوششیں کی گئیں۔

غزہ کی تعمیر نو کرے گا کون؟ غزہ کے باسی ہی، کسی گھر کے مکین ہی اس کی دیکھ بھال، تعمیر اور آرائش کر سکتے ہیں، کسی اور سے یہ توقع عبث ہے، جب غزہ کے باسیوں کا ناطقہ بری طرح بند کر دیا گیا ہو، انہیں کہیں آنے جانے کی اجازت نہ ہو تو تعمیر نو کیسی اور آبادکاری کیسی؟

حماس سے بغض وعداوت کی انتہاء

تعمیر نو کے لیے بھی غزہ کو یورپ کا محتاج اور دست نگر بنایا جا رہا ہے۔ عالمی برادری کی خواہش ہے کہ شہر کی تعمیر نو ان کی شرائط اور مرضی کے مطابق ہو۔ اس میں سب سے اہم شرط ان کی یہ ہے کہ غزہ پر حماس کا تسلط ختم کیا جائے۔ حالانکہ حماس تو غزہ کے باسیوں کی زندگی کے مقصد کا نمائندہ اور ترجمان جماعت ہے۔ وہ غزہ کے باشندوں کی حقیقی آزادی کی متمنی ہے۔ یہ غزہ کے باسیوں کے دلوں کی آواز سے بھرپور ہے۔ حماس غزہ پر حکومت کرے، یورپ اور اسرائیل کو کسی طور پر یہ گوارا نہیں۔ وہ حماس کی حکومت کو خطرناک اسلحہ یا جدید ترین ہتھیاروں سے تو نہ مار سکے، مگر الٹی ٹیڑھی چالوں کے ذریعے ضرور نیچا

دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے حماس کی حکومت کے خاتمے کے لیے یہ جواز پیش کیا کہ حماس کی حکومت کے ہوتے ہوئے عالمی معمار وہاں غیر محفوظ ہوں گے۔ حماس اس کے لیے خطرے کا باعث ہے۔ حماس اسرائیل کے وجود کو تسلیم کرلے اور حکومت سے دستبردار ہوجائے تو غزہ کی تعمیر نو کے لیے اجازت دی جائے گی۔

الفتح کی غیر ذمہ دارانہ سرگرمیاں

تعمیر نو میں ایک طرف تو یورپ، دوسری طرف الفتح غزہ کی امداد کے لئے پہنچائے گئے سامان اور فنڈز پر اپنا حق سمجھتی ہے، کیونکہ عالمی برادری کے اکثر ممالک حماس کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ ایسے میں اہل یورپ غزہ کی تعمیر نو اور آبادکاری کی سرگرمیوں کی بحالی کے لئے الفتح کو فنڈز سے نوازتے ہیں۔ ڈونرز کانفرنسوں یا دیگر عالمی کانفرنسوں میں بھی الفتح ہی شرکت کرتی ہے۔ حماس کو تو یورپ دہشت گرد تنظیم گردانتا ہے اور تمام مسائل کی جڑ سمجھتا ہے۔ حماس کو عالمی کانفرنسوں میں شرکت کی اجازت نہیں دی جاتی اور نہ ہی فلسطین کے مسئلے کے حل کے لیے۔ الفتح کو نوازنے کا مطلب ہے کہ رقم کا صحیح مصرف نہ ہونا، کیونکہ الفتح کب چاہے گی کہ غزہ جہاں پر حماس کی حکومت ہے وہ آباد ہو۔ مغربی کنارے پر قابض الفتح غزہ پر بھی حکمرانی کی خواہاں ہے۔ اسے اسرائیل اور امریکا کی پوری حمایت حاصل ہے۔

ذرائع کے مطابق الفتح کے صدر اسلام فیاض کی حکومت نے غزہ کے لیے مغربی کنارے کے شہریوں کی جانب سے دیے گئے عطیات میں 16 ملین ڈالر کی کرپشن کی۔ باہر سے ملنے والی رقم کا بھی کوئی ریکارڈ نہیں۔ غزہ کی حکومت نے کہا کہ حماس والے امداد کے حصول کے لیے نہیں بلکہ دیانتدار لوگوں سے کام کے خواہاں ہیں۔ حماس کے ترجمان سامی ابوزہری کا کہنا ہے کہ فلسطینی عوام کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اسرائیلی محاصرے کا مقابلہ کریں، غزہ کی تعمیر نو کے سلسلے میں کوئی سودے بازی نہیں ہوگی۔ حماس کے ترجمان نے اس رائے کا اظہار اقوام متحدہ کے صدر دفتر کے باہر ایک دھرنے کے دوران کیا، جس میں بچوں نے شرکت کی۔ احتجاج میں راہداریاں کھولنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ ابوزہری نے عرب حکومتوں سے اپیل کی کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں اور محاصرہ ختم کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ انہوں نے کہا کہ اگر عرب دنیا متفقہ طور پر فیصلہ کرے تو محاصرہ ختم ہوسکتا ہے۔ محاصرے کا مقصد یہ ہے کہ فلسطینیوں کو کمزور کردیا جائے۔

فلسطینیوں کا خیر خواہ کون؟

غزہ میں تعمیر نو کا حق حماس کو حاصل ہے نہ کہ الفتح کو۔ تو پھر الفتح کو امداد کس خوشی میں دی جارہی ہے؟ الفتح کی بدعنوانیوں نے ثابت کردیا ہے کہ تعمیر نو کے لئے اس پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ حماس اسرائیل کو کھٹکتا ہے، جبکہ الفتح کے ساتھ اس کے گہرے روابط ہیں۔ اسرائیل الفتح کو خود سے نتھی کرلینے کے لیے مختلف لقمے بھی دیتا رہتا ہے۔ مثال کے طور پر اسرائیل محمود عباس کے صاحبزادے کو تعمیراتی کاموں کے ٹھیکے دیتا رہتا ہے۔ جس سے ان کی زبان اور دماغ کو بند کردیا جاتا ہے۔ عرب لیگ کے سربراہ عمرو موسیٰ بھی تعمیر نو کے حوالے سے فتح کو ذمہ دار بنانے پر اپنے تحفظات کا اظہار کرچکے ہیں۔ غزہ کی تعمیر نو کے حوالے سے مسلمان ملکوں کو جس طرح متحرک ہونے کے ضرورت ہے، ابھی تک وہ جذبہ دیکھنے میں نہیں آرہا۔ جس سے غزہ کے باشندوں کے مصائب میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اسرائیل تو غزہ کی تباہی کے لیے بھی ذمہ دار حماس کو ٹھہراتا ہے، مگر سچ کو چھپایا نہیں جاسکتا۔

برطانیہ کا اسرائیل کو اسلحہ فراہمی بند کیوں؟

اب برطانیہ نے اسرائیل کو انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کا مجرم ٹھہرایا ہے اور اسے اسلحہ کی فراہمی روک دی ہے۔ اسرائیل کو ساز وسامان فراہم کرنے کے 5 ٹھیکے بھی منسوخ کردیے گئے ہیں۔ غزہ پر 22 روزہ جارحیت میں برطانوی اسلحہ نے بھی اسرائیلی فوج کا ساتھ دیا تھا، جو برطانیہ کی جانب سے ہی فراہم کیا گیا تھا۔

برطانیہ کبھی بھی اسرائیل پر تنقید نہ کرتا اور پابندیاں عائد نہ کرتا، اگر ''ایمنسٹی انٹرنیشنل'' کی رپورٹ میں اسے شدید تنقید کا نشانہ نہ بنایا جاتا۔ رپورٹ میں بتایا گیا تھا کہ اس کا فراہم کردہ اسلحہ غیر قانونی طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

غزہ پر تعمیر نو کے لئے مختلف کانفرنسوں میں امداد کا اعلان صرف اسی صورت میں فائدہ مند ہوسکتا ہے جب غزہ کے

باشندوں کی حقیقی امداد کی جائے۔ وہاں کے اداروں کو دوبارہ تعمیر کیا جائے ،تا کہ وہاں تمام سرگرمیاں اسی طرح سے جاری وساری ہوں، جس طرح 22 روزہ جارحیت سے قبل اسرائیلی حملوں نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ غزہ کی تعمیر نو اور بحالی عرب دنیا اور مسلم مما لک کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ اس پر حقیقی توجہ کی ضرورت ہے اور وہ بھی بروقت، ورنہ غزہ کی تعمیر و بحالی کبھی ممکن نہ ہو سکے گی۔

(تحریر صباء نور مولفہ کتاب فلسطین میں موساد کی دهشت گردیاں **278** تا **280**)

2012ء میں اسرائیل کا غزہ پر حملہ

21 جولائی کو اسرائیل نے سوڈان میں ایک مشتبہ ہتھیاروں کے گودام پر بم گرا دیا، اسرائیل نے الزام لگایا کہ یہ حماس کے لئے ہتھیار ذخیرہ کئے گئے تھے، 2009 اور 2012ء میں بھی اسرائیل نے سوڈان پر حملے کئے۔ فلسطین کی آبادی 18 لاکھ جن میں 98 فیصد مسلمان ہیں۔ وہاں اسرائیل نے آپریشن پروٹیکٹو ایج کے نام سے بمباری کر رکھی ہے اور شہید فلسطینیوں کی تعداد ایک ہزار سے تجاوز کر چکی ہے۔ 2012ء میں بھی اسرائیل نے غزہ پر بمباری کی اور 09-2008 میں بھی حملہ کیا، جس میں 300 بچوں سمیت 1400 شہادتیں ہوئیں۔ شام ایک کروڑ 79 لاکھ آبادی کا ملک ہے، جہاں 87 فیصد مسلمان ہیں۔ رواں برس 23 جنوری کو اسرائیلی حملوں میں چار افراد کو شہید کیا گیا۔ لبنان 59 لاکھ آبادی کے ملک میں 54 فیصد مسلمان ہیں۔ 25 فروری کو اسرائیلی جنگی طیاروں نے ایک قافلے پر بمباری کی اور یہ الزام لگایا کہ وہ میزائل لے جا رہا تھا۔

غزہ پر ہونے والی اس تباہی کا ذمہ دار کون ہے؟ یاد رکھئے! امریکا ہی ہے جس نے یہودیوں کو عربوں کے سر پر لا سوار کیا اور اسے ایٹمی قوت بنایا۔ اب انہی ایٹمی ہتھیاروں کے بل بوتے پر وہ عربوں کو للکارتا ہے اور فلسطینی مملکت کے بیخ کنی کرنے کو تیار ہے۔

اسلامی فوجی طاقتیں

ممالک	زمینی افواج	ٹینک	فضائی طاقت	بحری طاقت
یمن	4,0,000	1,391	850 جنگی طیارے (94 ہیلی کاپٹر)	65 جہاز
لیبیا	1,10,000	530	480 جنگی طیارے (106 ہیلی کاپٹر)	21 جہاز 2 آبدوزیں
عمان	1,00,700	1,220	711 جنگی طیارے (138 ہیلی کاپٹر)	26 جہاز
ملائیشیا	1,24,000	74	258 جنگی طیارے (103 ہیلی کاپٹر)	65 جہاز 2 آبدوزیں
الجزائر	4,35,000	1,105	440 جنگی طیارے (191 ہیلی کاپٹر)	41 جہاز 4 آبدوزیں
سعودی عرب	2,33,500	1,305	1,200 جنگی طیارے (314 ہیلی کاپٹر)	77 جہاز
انڈونیشیاء	4,38,410	335	510 جنگی طیارے (305 ہیلی کاپٹر)	136 جہاز 2 آبدوزیں
مصر	4,68,500	3,980	884 جنگی طیارے (305 ہیلی کاپٹر)	221 جہاز 4 آبدوزیں
ایران	3,50,000	1,613	647 جنگی طیارے (535 ہیلی کاپٹر)	56 جہاز
پاکستان	6,17,000	2,640	1,414 جنگی طیارے (535 ہیلی کاپٹر)	11 جہاز 5 آبدوزیں
ترکی	6,12,900	4,246	1,940 جنگی طیارے (874 ہیلی کاپٹر)	165 جہاز 16 آبدوزیں

جو شخص مصیبت کے وقت اسلام اور مسلمانوں کا ساتھ نہ دے اس کا ایمان ہی مشتبہ ہے! پھر اس کی نماز کس کام کی؟ اور اس کے روزے کی کیا وقعت؟ اور اگر کوئی بدبخت ایسا ہو کہ اس وقت اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کا ساتھ دے تو وہ یقیناً منافق ہے! اس کی نماز اور اس کا روزہ اور اس کی زکوٰۃ اور اس کا حج سب کچھ بیکار ہے۔

یہودی آج تک اپنے منصوبوں میں اس بناء پر کامیاب ہوتے رہے ہیں کہ دنیا کی بڑی طاقتیں ان کی حامی و مددگار بنی رہی ہیں اور ان کی روش میں آئندہ بھی کسی تغیر کے امکانات نظر نہیں آتے۔ خصوصاً امریکہ کی پشت پناہی جب تک اسے (اسرائیل کو) حاصل ہے، وہ کسی بڑے سے بڑے جرم کے ارتکاب سے بھی باز نہیں رہ سکتا۔

اقوامِ متحدہ ریزولیشن پاس کرنے سے بڑھ کر کچھ نہیں کر سکتی۔ اس میں یہ دم خم نہیں ہے کہ اسرائیل کو کسی مجرمانہ اقدام سے روک سکے۔

دنیا میں اگر ایک کروڑ 60 لاکھ یہودی ایک طاقت ہیں تو 75-70 کروڑ مسلمان بھی ایک طاقت ہیں، اور ان کی 32-30 حکومتیں اس وقت انڈونیشیا سے مراکش اور مغربی افریقہ تک موجود ہیں۔ ان سب کے سربراہ اگر سر جوڑ کر بیٹھیں اور روئے زمین کے ہر گوشے میں بسنے والے مسلمان ان کی پشت پناہی پر جان و مال کی بازی لگا دینے کے لیے تیار ہو جائیں تو اس مسئلے کو حل کر لینا، ان شاء اللہ کچھ زیادہ مشکل نہ ہوگا۔ **(ترجمان القرآن ستمبر 1969ء)**

غزہ کے بے مثال حافظِ قرآن بچے

کیا آپ نے کبھی ایسا دیکھا یا سنا ہے کہ ماں، باپ، دو بیٹے اور ایک بیٹی پر مشتمل خاندان ہو۔ سب کے سب نے گرمیوں کی چھٹیوں کو قرآن پاک حفظ کرنے کے لیے وقف کر دیا ہو؟ پھر یہی نہیں صرف 60 دن میں سارا خاندان قرآن حفظ بھی کر لے۔ ایک دنیا سمجھتی ہے کہ غزہ آرزوؤں اور امیدوں کی قتل گاہ ہے، لیکن اس مقبوضہ سرزمین کے باشندوں نے آزاد فضاؤں میں سانس لیتے ڈیڑھ ارب انسانوں کو شرما دیا ہے۔ ہوتا کچھ یوں ہے کہ جیسے ہی غزہ پر نئی پابندیوں کا اعلان ہوتا ہے، جوں ہی اسکولوں یا حکومتی اداروں میں چھٹیاں ہوتی ہیں، سینکڑوں فلسطینی گھروں سے نکلتے ہیں اور ''جمعیۃ دار القرآن'' میں

داخلہ لیتے ہیں۔ اسرائیلی ٹینک کے مقابلے میں ٹکر لے کر میدان میں اترنے والوں پر خدا کی رحمت دیکھیے کہ انہیں قرآن یاد کرنے میں 2 مہینے سے زیادہ عرصہ نہیں لگتا۔

2007ء میں غزہ کا محاصرہ ہوا اور اسی سال سے 60 دن میں قرآن یاد کرنے کی تحریک شروع ہوئی۔ پہلے سال صرف 400 افراد قرآن یاد کر سکے۔ اگلے سال موسم گرما کی چھٹیوں میں دوبارہ تحریک شروع ہوئی اور اس سال قرآن یاد کرنے والوں کی تعداد 3000 تک پہنچ گئی۔ اگلے سال سے تو چھٹیاں ہوتے ہی قرآن یاد کرنے کے مراکز پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ گئے۔ اس سال حماس نے حفظ قرآن کی تقریب منانے کا بھی اعلان کیا۔ اندازہ کیجئے کہ 2009 میں پہلی تقریب حفظ قرآن کے موقع پر 16 ہزار نئے حفاظ کو اسناد دی گئیں۔ انہوں نے صرف 2 ماہ میں قرآن حفظ کیا تھا۔ اگلے سال 2010ء میں گرمیوں کی چھٹیاں ہوئیں تو ''جمعیۃ دارالقرآن'' کے تمام مکاتب بھر گئے۔

حفظ قرآن سے محبت کا جذبہ

اس سال 6 ماہ میں قرآن حفظ کرنے والوں کی تعداد 24 ہزار تک جا پہنچی۔ طلبہ میں سے اکثر کی عمریں 14 سے 17 سال کے درمیان تھیں۔ تقسیم اسناد کی تقریب میں حماس کی ساری اعلیٰ قیادت پہنچی۔ حماس نے اس تقریب کا نام ''تاج الوقار......للاقصی انتصار'' رکھا۔ مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب ان کے نظام کا تفصیلی جائزہ لے کر آئے ہیں اور اس سلسلے کو پاکستان میں زندہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کی ابتداء 40 احادیث (اربعین نووی) کے حفظ سے کر دی گئی ہے اور اگلا مرحلہ ''جمع بین الصحیحین'' کے حفظ کا ہوگا۔ (انشاءاللہ)

کوئی ہے جو دنیا بھر میں اس کی مثال دکھا سکے۔ ہمارے ہاں تو کوئی ایک آدمی بھی 60 دنوں میں قرآن حفظ کر لیتا تو آسمان سر پہ اٹھا لیا جاتا۔ اگلے 60 دن تک اسی کے حافظے کے گن گاتے نہ تھکتے۔ جس خاندان کا چشم و چراغ ہوتا اس کے دیگر رشتہ دار اپنی بخشش سے بے غم ہو جاتے، لیکن غزہ میں عجب منظر ہے، اس سال بیٹے نے اعزاز حاصل کیا تو اگلے سال والد مدرسہ میں داخلہ لیتا ہے۔ ایسے گھرانے اب گلی گلی میں ہیں جہاں سارا خاندان ہی قرآن حفظ کیے ہوئے ہے۔ اس کے برعکس سعودی عرب میں حفظ کے غیر ملکی اساتذہ کرام پر پابندی لگا دینے سے بیک جنبش قلم سینکڑوں مکاتب قرآنیہ بند ہو گئے ہیں۔

ہاں! آخر میں مغربی کنارے سے قرآن یاد کرنے کے لیے آنے والی 13 بچیوں کا ذکر۔ ان میں سے سب سے چھوٹی، ننھی منی 8 سالہ بچی جب حفظ قرآن کی سند لینے کے لئے اسٹیج پر آئی تو پنڈال میں موجود ہر شخص نے اشکوں سے اسے سلامی دی۔

شعب ابی طالب اور غزہ کے قیدی

غزہ میں سالہا سال سے اہل ایمان کو محصور کر کے صہیونی درندوں اور نام نہاد کلمہ پڑھنے والے منافقوں نے انہیں زندگی کی ہر سہولت سے محروم کر رکھا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اتنا عرصہ لوگوں کو محصور کرنے کے نتیجے میں پوری آبادی کو بھوک سے ابدی نیند سو جانا چاہیے، مگر اللہ کا شکر ہے کہ اہل غزہ آج بھی زندہ ہیں۔ صہیونی درندگی اور اندھا دھند بمباری سے بلاشبہ 2000 اہل ایمان جن میں زیادہ تعداد بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور ہسپتالوں میں پڑے بیماروں کی ہے، جام شہادت نوش کر چکے ہیں، ہزاروں کی تعداد میں زخمی ہیں۔ رفح کا پھاٹک صدر محمد مرسی کی حکومت نے کھول دیا تھا، مگر ان کا تختہ الٹتے ہی قاتل جنرل سیسی نے یہ پھاٹک بند کر دیا۔ کئی لوگ سوال پوچھتے ہیں کہ غزہ کے لوگوں کو خوراک کہاں سے ملتی ہے؟ اس کا جواب تو اہل غزہ ہی دے سکتے ہیں، مگر میں اپنی ملت کی اس زریں تاریخ کے اوراق میں جب کھو جاتا ہوں جو آنحضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رقم کی، تو مجھے اس سوال کا جواب بھی مل جاتا ہے۔

پیارے آقا ﷺ 3 سال شعب ابی طالب میں محصور رہے، جہاں غزہ ہی کی طرح بنیادی ضروریات زندگی کا پہنچنا ظالم کفار مکہ نے ناممکن بنا دیا تھا۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو سلامت رکھا۔ ان کے حوصلے پست نہیں ہوئے، اگرچہ ان کے جسم لاغر و نحیف ہو گئے۔ مدینہ منورہ میں بھی شروع کے سال پوری دنیا کی طرف سے اس نوزائیدہ ریاست کے خلاف اعلان جنگ کی وجہ سے فقر و فاقہ اور بھوک کے ڈیرے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے کئی معجزات حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ معجزہ نقل کیا ہے، جو حدیث کی دوسری کتاب، سنن البیہقی میں بھی معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت درج ہے۔ مورخین نے بھی اس واقعہ کو سیرت میں نقل کیا ہے۔ بالخصوص امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ''البدایہ والنہایہ'' میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

یہ درست ہے کہ معجزات اللہ کے نبیوں کو عطا ہوتے ہیں اور ان کے سچے پیروکار اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کرامتیں عطا فرماتا ہے۔ آج غزہ میں اہلِ ایمان کو اتنی بڑی ابتلاء کے بعد بھی زندہ سلامت دیکھ کر ان کے لیے دل سے دعائیں نکلتی ہیں اور یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ کا مفہوم کیا ہے۔ یہی الفاظ حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت زکریا علیہ السلام کے سوال پر کہے تھے، جب انہوں نے پوچھا: ''اے مریم! تمہارے پاس یہ رزق کہاں سے آیا ہے؟'' ان کا جواب تھا:

هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

جس واقعہ کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہم 130 صحابہ رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر گئے۔ ایک جگہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ کیا ہم میں سے کسی کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ ایک شخص کے پاس تقریباً ایک صاع آٹا تھا، جو اس نے پیش کر دیا، چنانچہ آٹا گوندھا گیا اور روٹیاں پکالی گئیں۔ اسی وقت ایک لمبا تڑنگا پراگندہ حال مشرک اپنے ریوڑ کے ساتھ نمودار ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: ''یہ بکریاں فروخت کے لیے ہیں یا ہدیے کے لیے؟ اس نے کہا: فروخت کے لیے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری خرید لی۔ وہ ذبح کی گئی اور گوشت تیار ہو گیا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بکری کا کلیجہ اور گردے بھونے جائیں۔ جب بھونے گئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کو اس میں سے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کر دیے۔ جو لوگ موجود تھے انہیں ان کا حصہ دے دیا گیا اور جو غیر حاضر تھے ان کا حصہ ان کے لیے رکھ دیا گیا۔ باقی کا گوشت پکا کر پیالوں میں ڈالا گیا۔ ان پیالوں میں سے ہم نے کھائے اور سب خوب سیر ہو گئے۔ 2 پیالے بچ گئے، جنہیں ہم نے اونٹ پر لاد لیا اور چل دیے۔

اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ وہ اسی طرح آج بھی تھوڑے سے رزق میں برکت ڈالتا ہو اور اہل غزہ کو اپنی رحمت سے نواز دیتا ہو۔ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے لیے ایثار کرتے ہیں اور ایثار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور رحمتیں حاصل رہتی ہیں۔ یہ اہلِ غزہ تو اللہ کے ہاں بھی سرخرو ہوں گے اور دنیا میں بھی سربلند ہیں۔

سوال یہ ہے کہ پوری امت جو ڈیڑھ ارب نفوس پر مشتمل ہے اور پانچ درجن کے لگ بھگ آزاد ملکوں میں حکمران ہے وہ کہاں کھو گئی ہے؟ اے کاش! غیرت ایمان جاگ اٹھے اور مسلمان حکمران اپنے اس بنیادی فریضے کی ادائیگی کے لئے متفق و متحد ہو جائیں۔ برطانیہ کی مسلمان خاتون وزیر سعیدہ وارثی نے وزارت سے استعفیٰ دے کر کم از کم اپنی غیرت ملی کا اظہار تو کر دیا ہے۔ آزاد ملکوں کے مسلمان حکمران کیا سوچ رہے ہیں۔ وہ تو بے بس نہیں، بے حس و بے حمیت ضرور ہیں۔ اللہ کرے کہ ان میں سے کسی کے اندر غیرت ملی جاگ اٹھے اور وہ مظلوموں کے زخموں پر مرہم رکھنے کے قابل ہو جائیں۔

ہر مسلمان فلسطینی کو موت کی نیند سلا دو! اسرائیلی اعلان

یہودیوں کے چیف ربی اسحاق کک نے کئی سال پہلے یروشلم میں ایک یہودی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: ''دنیا کے تمام یہودی نوجوانوں نے اپنے قومی جذبے اور فوجی طاقت کا اظہار کر دیا ہے۔ وہ اپنے مقدس ہیکل پر جہاں آج کل مسجد اقصیٰ ہے، قبضہ کرنے کے لیے جانیں قربان کر دیں گے''۔

یہودی صرف مسجد اقصیٰ ہی کو مسمار نہیں کرنا چاہتے، وہ ارض فلسطین سے فلسطینیوں کا بھی نام و نشان مٹا دینا چاہتے ہیں۔ عرصہ ہوا ان کے عسکری سربراہ ایریل شیرون نے بستر مرگ پر آخری سانسیں لیتے ہوئے کہا تھا: ''میں نہیں جانتا یہ بین الاقوامی قوانین کیا ہوتے ہیں؟ لیکن میں عہد کرتا ہوں کہ میں ہر اس فلسطینی بچے کو زندہ جلا دوں گا جو اس علاقے میں پیدا ہوگا۔ میرے نزدیک ہر فلسطینی عورت اور بچہ ان کے مردوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ فلسطینی بچے کا زندہ رہنا اس بات کی علامت ہے کہ یہ نسل اور بڑھے گی۔ ان کی عورتوں کی سانسیں یہ پیغام دیتی ہیں کہ یہ ابھی ایسے فلسطینی اور جنیں گی، لیکن میں وعدہ کرتا

ہوں اگر میں ایک عام اسرائیلی بھی ہوجاؤں تب بھی کسی فلسطینی کو پاتے ہی اسے قتل کرنے سے پہلے میں اسے جلاؤں گا تاکہ مرنے سے پہلے اسے شدید تکلیف کا احساس ہو۔ مجھے فخر ہے میں نے ایک ہی نشانے سے رفح میں 750 فلسطینیوں کو قتل کیا اور اپنے سپاہیوں کو اس امر کی ترغیب دی کہ وہ فلسطینی خواتین کی کھل کر عصمت دری کریں، کیونکہ ان عورتوں کے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے کہ یہ ہم یہودیوں کی لونڈیاں بن کر رہیں گی اور جو ہمارا جی چاہے گا ہم ان کے ساتھ کریں گے۔ لہٰذا دنیا ہمیں یہ نہ بتائے کہ ہمیں ان کے ساتھ کیا کرنا چاہیے، بلکہ ہم سے سیکھے کہ ان کے ساتھ یہی کرنا چاہیے''۔

اور یہ بھی فلسطین ہی ہے جہاں غزہ نام کا ایک علاقہ ہے، جسے دنیا کی سب سے بڑی جیل ہونے کی شہرت حاصل ہے۔ یہاں 20 لاکھ قیدی موت اور زندگی کی کشمکش میں ہیں۔ قیدیوں کے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں۔ انہیں 3 وقت مناسب غذا فراہم کی جاتی ہے۔ بیمار پڑ جائیں تو علاج کا انتظام کیا جاتا ہے۔ کوئی قیدی جیل میں مرجائے تو انتظامیہ کو جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ وارڈن معطل کر دیا جاتا ہے۔ نگرانی پر مامور عملے کو ہتھکڑیاں پہنادی جاتی ہیں، مگر غزہ نامی جیل کے قیدیوں کے لیے کوئی قانون نہیں۔ حقوق انسانی کے ڈھنڈورچی ان کے نام اپنی فہرست سے خارج کر چکے ہیں۔ یہاں کے گلاب بن کر کھلی کلیاں مرجھا جاتی ہیں۔ یہاں کی کلیاں بھوک کے عفریت کے پیروں تلے مسلی جاتی ہیں۔

16 لاکھ بوڑھے، اور جوان مرد، عورتیں، بچے اور بچیاں کئی سال سے چیخ چلا رہی ہیں، مگر ان کی چیخیں کسی کو سنائی نہیں دیتیں۔ حتیٰ کہ مصر، اردن، لبنان اور شام کے حکمرانوں کو بھی نہیں، جن کی سرحدیں غزہ سے ملتی ہیں۔ 57 اسلامی ممالک کے مہاراجوں میں سے جرأت ہوئی تو اسی مردِ بیمار کو جس کے ایک نادان لیڈر نے خلافت کی قبا اپنے ہاتھوں چاک کر دی تھی۔ ہماری خوش گمانی تو یہ ہے کہ یہ مرد بیمار پھر سے احیائے خلافت کے لیے بے چین ہے۔ یہ بے چینی عظیم غیر مصلحتوں کی وجہ سے 7 پردوں میں ہے مگر تا کجے؟

وہ وقت دور نہیں جب خلافت کا سورج پوری آب و تاب سے طلوع ہوگا۔ پھر کسی امدادی بلکہ جہادی قافلے کو روکنا بھی ممکن نہ ہوگا۔ فلسطین تو آج بھی ہے مگر حقیقی فلسطین کو دنیا تب دیکھ پائے گی جب وہ یہود کے وجود نامسعود سے پاک ہوجائے گا۔ جب فلسطینی مائیں ایریل شیرون کی ناپاک قبر کو ٹھوکر مار کر کہہ سکیں گی۔ ہماری گود بانجھ نہیں ہوئیں۔ اس میں آج بھی ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند جنم لیتے اور پرورش پاتے ہیں۔ ہاں! یہ فلسطین ہے۔ یہاں کل کو کچھ بھی ہوسکتا ہے۔

(از مولانا اسلم شیخو پوری رحمۃ اللہ علیہ)

اہل غزہ کی بہادری! اسرائیل کی سب سے بڑی پریشانی

غزہ کے لوگوں کی بہادری اور استقامت نے دنیا کو حیران کر دیا ہے۔ اسرائیل کو بھی حد سے زیادہ پریشان کر رکھا ہے، جس اسرائیل نے 1967ء میں عرب دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو صرف 6 دنوں میں خاک چٹوائی تھی، وہ 5 ہفتوں کی بہیمانہ بمباری کے بعد بھی حماس اور اہل غزہ کے اعصاب متاثر نہ کرسکا۔ یہ ہے اسرائیل کی سب سے بڑی پریشانی۔

گرچہ تنہا ہوں مگر عزم جواں ہے میرا

41 دن تک غزہ پر حملہ کرنے کے بعد اسرائیل نے اچانک جنگ کیوں بند کردی؟ اس کی بہت سی وجوہات ہیں، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اسرائیلی فوجی انتہائی بزدل ہوتے ہیں، اسی طرح اسرائیلی شہری مسلسل جنگ کی کیفیت کو برداشت نہیں کرسکتے۔ اگرچہ جنگ ان کی طرف سے ہو، حریف تنہا ہو، لیکن جنگ کی ایک دھاک ہوتی ہے جو بزدل آدمی پر بہت بھاری ہوتی ہے۔ وہ تو جوانمرد فلسطینی ہیں جنہوں نے 2 ہزار شہادتیں صرف گزشتہ ماہ میں دیدیں۔ آج وہ سڑکوں پر ہنس رہے ہیں، خوشی منا رہے ہیں، غزہ کی رونقیں بحال ہوگئی ہیں۔ اسرائیل کا ایک فوجی بھی مرجائے تو پورے اسرائیل میں کسی فرد کے حلق سے لقمہ نیچے نہیں اترتا۔

اسرائیل جنگ بندی سے اپنے شہریوں اور فوجیوں کے حواس مجتمع کرنا چاہتا ہے۔ تھوڑا سا وقفہ دے کر پھر حملہ کردے گا، چونکہ اس کو معلوم ہے کہ غزہ تنہا ہے۔ بھری دنیا میں اس کی حمایت میں بولنے والی ایک آواز نہیں ہے، اس لیے جب چاہے وہ دوبارہ جارحیت کا آغاز کرسکتا ہے۔

(از سین صحرائی، حوالہ ضرب مومن)

باب نمبر:22

غزہ پر حملہ کے لئے اسرائیل کو فوجی اور اسلحہ دینے والے امریکہ کا رعب دار جوتا

مشہور ہے 2 ہندو بھائیوں میں سے ایک صبح اٹھ کر اپنا بت پوجا کرتا تھا تو دوسرا بت کو گن کر 10 جوتے مارا کرتا تھا۔ ایک روز یہ بت پجاری کے خواب میں آ کر کہنے لگا کہ تم اپنے بھائی کو سمجھاؤ، وہ ہماری توہین نہ کرے ورنہ ہم تمہیں تباہ کر دیں گے۔ پجاری نے عرض کی کہ بھگوان میں تو ہر روز تمہاری پوجا کرتا ہوں اور تم سزا بھی مجھے ہی دینا چاہتے ہو؟ جو جوتے مارتا ہے اسے کیوں سزا نہیں دیتے؟

بت نے جواب دیا! جو ہمیں مانتا ہی نہیں ہم اسے کیسے سزا دے سکتے ہیں؟ ہم تو اسی کو سزا دیں گے جو ہمیں مانتا ہے۔

اسی طرح امریکہ بہادر کا رعب بھی انہی ممالک پر چلتا ہے جو اسے مائی باپ مانتے ہیں، جو نہیں مانتے امریکہان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اگر چہ یہاں تابعداری کی بہت سی وجوہات اور بھی ہیں، لیکن ہم شاید اس غلامی سے نکلنا بھی نہیں چاہتے۔

برطانوی پارلیمنٹ ممبر کا مسلمانوں کے لئے طمانچہ

ہم ہر نماز کی ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں سیدھے رستہ پر چلا نا نہ کہ ان کے رستے پر جو بھٹکے ہوئے ہیں اور جن پر تیرا غضب ہوا مگر حقیقی زندگی میں ہم انہی گمراہ اور مغضوب کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں۔

ہم مسلمانوں اور ہمارے حکمرانوں کو تو فلسطینی مسلمانوں پر تازہ اسرائیلی مظالم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی توفیق نہیں، مگر برطانوی ممبر پارلیمنٹ جارج گیلوے نے جو کہا وہ ہم سب کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

گیلوے اپنے ایک بیان میں کہتا ہے کہ کیا مسلمانوں اور عربوں میں کوئی ایسا لیڈر رہے جو فلسطینی مسلمانوں کی اس قتل و غارت کے خلاف مدد کے لیے آگے آئے۔ یہ برطانوی رہنما سوال اٹھاتا ہے کہ کیا مسلمان رہنماؤں میں شرم نام کی کوئی شے باقی ہے؟

28 مسلم ممالک کے ممبران O.I.C کی بے غیرتی

شرم آتی ہے تو اپنوں کی بے حسی پر۔ آج اسرائیل کے غزہ پر حملہ کی وجہ سے 2800 بے گناہ اپنی آخری نیند سو چکے ہیں، لیکن مسلم امہ جاگی ہی نہیں۔ ہر کوئی اپنی فکر میں لگا ہوا ہے۔ وہاں اہل غزہ خون میں نہا رہے ہیں اور مسلمانوں کو گانے سننے اور فلم سے فرصت ہی نہیں، غزہ کے معاملہ میں صرف ترکی کے صدر نے آواز اٹھائی، باقی 55 مسلم ممالک کے سربراہ اپنی کرسی بچانے کے چکر میں خاموش تماشائی بنے رہے، کیونکہ انہیں معلوم ہے مسلم دنیا کا اصل ظاہری حاکم امریکہ ہے۔ اگر ہم نے غزہ اور فلسطین کے مسلمانوں پر ظلم کے خلاف آواز اٹھائی تو ہمیں بھی بھٹو اور ضیاء الحق اور شاہ فیصل کی طرح شہید کر دیا جائے گا۔

ویسے تو ہر وقت مسلم امہ اور او آئی سی (O.I.C) کا بڑا چرچا ہوتا ہے۔ اب تو O.I.C کے پروجیکٹ بھی پاکستان میں شروع ہو گئے ہیں، لیکن جب فلسطینیوں کا خون بہتا ہے تو O.I.C دیکھتی ہی نہیں۔ اس کی آنکھوں پر مصلحت کے پردے پڑ جاتے ہیں، کیونکہ اپنے قبیلے سے کیوں کر منہ موڑیں۔

یہود و نصاریٰ کی مسلمانوں کو لڑوانے کی سازشوں سے بچو!

اے مسلم حکمرانو! اس وقت فلسطین اور غزہ کے مسلمانوں کو زکوٰۃ سے زیادہ ہمارے ساتھ کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ خدا کے لیے اب تو فرقہ واریت، نسل پرستی اور عقائد کو ہوا دینے کے بجائے ایک ہو جاؤ، ورنہ دوسری صورت میں یاد رکھو کہ جو آج غزہ پہ بیت رہی ہے وہ کل ہم پر بھی بیت سکتی ہے۔

جس طرح عراق، شام، لبنان اور مصر میں شیعہ اور سنیوں کی آپس کی لڑائیاں ہو رہی ہیں، یہود و نصاریٰ چاہتے ہیں کہ پاکستان میں بھی ایسا ہی ہو کہ مسلمان آپس میں لڑ کر ختم ہو جائیں، تا کہ ہمارا اسلحہ ضائع نہ ہو۔

نوجوان امریکی نسل اور اسرائیل

امریکیوں کی نئی نسل فلسطینیوں اور غزہ پر ہونے والے ظلم اور فلسطین پر یہودیوں کے ناجائز قبضہ کی وجہ سے اسرائیل کی حامی نہیں ہے۔ رائے عامہ کا جائزہ لینے والے ادارے ''گیلپ'' کے مطابق

18 سے 29 سال کی عمر کے امریکی نوجوان 50 فیصد سے زائد تعداد سمجھتی ہے کہ اسرائیل جو کچھ کررہا ہے، اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ان کے مقابلے میں ایسے نوجوان جو اسرائیلی اقدامات کے حامی ہیں، کی تعداد 25 فیصد بھی نہیں۔

30 سے 49 برس کے امریکیوں میں 43 فیصد اسرائیلی پالیسیوں کو ناجائز سمجھتے ہیں، جبکہ اسی کیٹیگری میں جائز قرار دینے والے امریکیوں کی شرح 36 فیصد ہے۔ 50 سال یا اس سے زائد عمر کے امریکیوں کی شرح 36 فیصد ہے۔ 50 سال یا اس سے زائد عمر کے امریکیوں میں اکثریت اسرائیل کی حامی ہے، لیکن اس اکثریت کو ''بمشکل اکثریت'' کہنا پڑے گا۔ 50 سے 64 برس عمر کے 52 فیصد لوگ اسرائیل کی حمایت کرتے ہیں، جبکہ 29 فیصد مخالفت۔ 65 سال سے زائد عمر کے 54 فیصد امریکی اسرائیل کے حامی ہیں جبکہ 29 فیصد مخالف۔ یاد رہے کہ یہ سروے اسرائیل کی غزہ پر جارحیت سے قبل کیا گیا تھا۔

امریکا کے سیاسی طبقات میں اسرائیل کی حمایت اور مخالفت کا جائزہ لیا گیا تھا تو ری پبلکن پارٹی کے زیادہ تر لوگ اسرائیل کے پلڑے میں وزن ڈالتے ہیں جبکہ ڈیموکریٹس میں زیادہ تر اسرائیل مخالف ہیں، آزاد بھی ڈیموکریٹس جیسا رجحان رکھتے ہیں۔ ری پبلکن پارٹی میں 65 فیصد لوگ اسرائیل کے اقدامات کے حامی ہیں جبکہ 21 فیصد مخالف۔ ڈیموکریٹس میں 31 فیصد اسرائیل کے حامی جبکہ 47 فیصد اس کی پالیسیوں کے مخالف ہیں۔ آزاد میں بھی 48 فیصد لوگ مخالف جبکہ 21 فیصد اسرائیلی اقدامات کے حامی ہیں۔

یہودیوں نے اپنی مذہبی علامتوں کے مطابق جنگ کا آغاز کردیا ہے۔ یہ جنگ ہم کو لڑنا ہی پڑے گی۔ یہ اس امت کا مقدر ہے۔ یہ ریلیوں، پلے کارڈوں اور ٹاک شوز کی جنگ نہیں ہوتی۔ اوریا مقبول جان

GAZA

غزہ پر اسرائیلی حملہ کے 30 دن

30

بخلاف غزہ پٹی میں رہنے والے شہری (بمباری) (قتل و غارت) (تباہی)

عمر کے حساب سے زخمیوں کی تقسیم:

گورنر کے حساب سے شہداء اور زخمیوں کی تقسیم۔

1888 شہداء

9804 زخمی

حملوں کے ہدف مقامات:
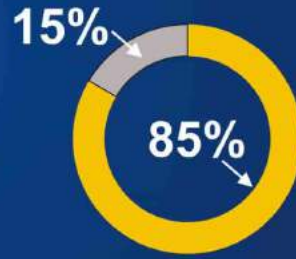
- پچاسی (85) فیصد (گھروں میں)۔
- پندرہ (15) فیصد بیرونی (کام، کھیتوں، مساجد اور سڑکوں پر جانے والے)

عمر کے حساب سے شہداء کی تقسیم:

خاندانوں کا قتلِ عام:

80 خاندان ابدی نیند سلا دیئے گئے۔

شہید بچے:

446

لڑکے 297

لڑکیاں 149

طبی عملہ:

104

21 شہداء

83 زخمی

بحیرہ روم
حد بمطابق اوسلو (غزہ کی اقوام متحدہ کی طرف سے طے کردہ) معاہدہ (1995)
(20 بحری میل = 37،04 کلومیٹر)
حد بمطابق 2002 کا برٹینی معاہدہ
(12 بحری میل = 22،22 کلومیٹر)
حد 18 بحری میل
ماہی گیری کی حد اکتوبر 2006 سے
آئی ڈی ایف کی جانب سے نافذ العمل ہے
(6 بحری میل = 11،1 کلومیٹر)
ممنوعہ ماہی گیری کا علاقہ
کلیدی کراسنگ برائے فلسطینی کا
رکنان اور انسانیت پسند عملہ۔
اریز کراسنگ
سیڈروٹ
غزہ گھاٹ
لائسنس شدہ کشتیاں: 417
ماہی گیر: 1375
بیت لاحیہ
(اریز کا صنعتی علاقہ)
جبلیہ
بیت حنون
غزہ
فیوچر بندرگاہ
نحل اوز
مائع ایندھن کے
داخلے کا مقام
کارنی/منتار کراسنگ
نصیرت
بوریج آرمی
مغازی
کلیدی کراسنگ برائے درآمد و برآمد
دیر البلاہ گھاٹ
لائسنس شدہ کشتیاں: 76 ماہی گیر: 500
دیر البلاہ
دوہرے تار کی باڑھ بمع نگران ٹاور
نیٹیووٹ
مواسی خان یونس گھاٹ
لائسنس شدہ کشتیاں: 97 ماہی گیر: 655
مواسی رفاح گھاٹ
لائسنس شدہ کشتیاں: 67
ماہی گیر: 418
خان یونس
اسرائیل
رفاح
ہوائی اڈہ
رفاح ٹرمینل بین الاقوامی کراسنگ
لوگوں کے لئے مقامِ کراسنگ
صفا/منتار کراسنگ
داخلی مقام غالب طور پر برائے
مجموعہ اور تعمیری سازوسامان
کرم شیلم بین الاقوامی کارگو کراسنگ
مصر سے آنے والے سازوسامان کے لئے داخلی مقام
مصر
فلسطینی علاقے۔
سابقہ اسرائیلی آبادیوں کا اتحاد۔
فلسطینی ساحلی پٹی پر زراعت (المواسی)۔
سبز خانہ کا علاقہ۔
صنعتی علاقہ۔
فلیڈیلفیا راہداری۔
فلسطینی سڑک۔
اسرائیلی سڑک کا جوڑ۔
اہم کراسنگ کے مقامات۔
چھوٹے کراسنگ کے مقامات۔
دوہرے تار کی باڑھ بمع نگراں ٹاور۔
500 میٹر کا حفاظتی علاقہ۔
150 میٹر کا حفاظتی علاقہ اور شمالی نو گو علاقہ۔
10 کلومیٹر۔
بفرزون: 150 سے 500 میٹر تک کی رکاوٹیں جو اسرائیلی فوج کی جانب سے کھڑی کی گئیں۔ فوجیوں کی جانب سے اکثر کی گئی تنبیہی فائرنگ سے حرکت پذیری محدود ہو جاتی ہے۔
شمالی نو گو علاقہ: جدا ہوئے شمالی آبادی کے اتحاد کا احاطہ کرتے ہوئے اس علاقہ میں حرکت پذیری وہاں کے رہائشیوں اور بین الاقوامی اداروں تک 28 دسمبر 2005 سے محدود ہے۔

غزہ پر اسرائیلی حملوں کے نقصانات اور تباہی کے اعداد و شمار

اسرائیل اور غزہ کے مابین جاری جنگ
تامر میزائل
فولادی گنبد کیسے کام کرتا ہے۔
دشمن توپیں جو آسمان کی طرف راکٹ چھوڑتی ہیں۔
1 ریڈار چھوڑے ہوئے راکٹ کو نشان زد کرتا ہے۔
2 جدید ساخت ویئر چھوڑے ہوئے راکٹ کی خطِ پرواز کی پیش گوئی کرتا ہے۔
3 تامر نامی دشمن میزائل چھوڑے جاتے ہیں جو دشمن کے میزائل بیچ ہوا میں ہی تباہ کر دیتے ہیں۔
اسرائیل
دستیاب افرادی قوت : 3511190
فعال صفِ اول کا عملہ : 176500
فعال محفوظ کردہ عملہ : 445000
متحرک اراکین محفوظ : 20000
جنگی ہتھیار:
ٹینک : 3870
مسلح لڑاکا گاڑیاں : 9436
خود دھکیل بندوقیں : 706
کھینچا ہوا توپ خانہ : 350
راکٹ چھوڑنے کے کثیر العناصر نظام : 88
کل ہوائی جہاز : 680
کل بحری قوت : 110
مسلح ڈرون: یہ اسرائیل کی کل دفاعی ہتھیاروں کی برآمد کا 10 فیصد ہیں جن کی قیمت کھربوں میں بنتی ہے۔ ان کی تعداد اور صلاحیت صیغہ راز میں رکھے جاتے ہیں۔ 2009 کی غزہ جنگ میں یہ مانا جاتا ہے کہ اسرائیل کی جانب سے ۴۲ ڈرون حملوں میں 87 افراد لقمہ اجل بنے۔
حماس
ایرانی ساختہ اونچائی: 6.5 میٹر
زیادہ سے زیادہ احاطہ: 75 کلومیٹر۔
قسام 4
فلسطینی ساختہ، اونچائی: 2.4 میٹر
زیادہ سے زیادہ احاطہ: 17 کلومیٹر۔
ایم 302 شامی ساختہ، اونچائی: 5 میٹر
زیادہ سے زیادہ احاطہ: 160 کلومیٹر۔
2 کنٹرول وین
1 ریڈار ٹرک
3 میزائل چھوڑنے والا
اسرائیل
1950
کا التوائے جنگ
1 کلومیٹر کا حفاظتی علاقہ
بیت حنون
غزہ
بیت لاحیہ
اریز کراسنگ
جبلیہ
غزہ شہر
شجاعیہ
زیتون
اشارے
اسرائیلی حملے۔
گزشتہ کل خالی کئے گئے علاقے۔
اسرائیلی ایف 16 جیٹ طیارے
زیادہ سے زیادہ رفتار: 1500 میل فی گھنٹہ۔
زیادہ سے زیادہ اونچائی: 50000 فٹ۔
احاطہ: 2425 میل۔
غزہ شہر کے ساحلِ سمندر پر بندرگاہ
یہاں گزشتہ کل 4 بچے ہلاک کر دیئے گئے۔
بحیرۂ روم
1 کلومیٹر

جون 2014 میں تین اسرائیلی نوجوانوں کے اغوا سے شروع ہوئے اسرائیل اور فلسطین کے مابین تناؤ اب ایک باقاعدہ تصادم کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ جون کے مہینہ کے اواخر سے فلسطینی جنگجوؤں نے اسرائیلی سرزمین پر سینکڑوں راکٹ داغ دیئے ہیں جبکہ جواباً اسرائیل نے فلسطینی غزہ کی پٹی پر ہزاروں کی تعداد میں زمین، فضائی، برّی اور توپ خانہ سے حملے جاری رکھے۔ CrisisNET کے اعداد وشمار کو بروئے کار لاتے ہوئے ہم نے غزہ کی پٹی کے خلاف فضائی، زمینی، توپ خانہ اور برّی حملوں کی تفصیلات جمع کی ہیں جو مقامی اور بین الاقوامی فلسطینی حامیوں اور ہمدردوں نے فیس بک پر ڈالیں۔ ان رپورٹوں سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ اسرائیلی افواج اب مرکزی حیثیت فضائی اور توپ خانہ سے حملوں کو دیتے ہیں برخلاف 2008-2009 کے جب غزہ کی جنگ میں ان کی ترجیح زمینی حملے تھی۔

بیت لاحیہ
جبلیہ
بیت حنون
غزہ
دیر البلاہ
خان یونس
اباسان الکبیرہ
رفاح

وسطی غزہ کی پٹی میں واقع دیر البلاہ میں ابھی تک اقصا شہداء اسپتال کو گولہ باری نشانہ بنائے ہوئے ہے۔

فوری قاسم فوجی دستے اور ایک مرکاوا ٹینک شمالی غزہ کی پٹی میں واقع اریز کو عبور کرتے ہوئے۔

جنوبی غزہ کی پٹی میں واقع رفاح کراسنگ کے اندر روانگی کی انتظار گاہ کے عین سامنے اسرائیلی توپ خانہ سے گولہ باری۔ علاوہ ازیں وسطی غزہ کی پٹی میں واقع بالنصیرت نامی مسجد پر گولہ باری سے شہید اور زخمی لوگ۔

اسرائیلی جنگی ہوائی جہاز جنوبی غزہ کی پٹی میں واقع رفاح کی اسلامک نیشنل بینک کی عمارت پر نشانہ باندھتے ہوئے۔

شمالی غزہ:

شمالی غزہ وہ علاقہ ہے جو 2008 اور 2009 کے درمیان اسرائیل گولہ باری اور حملوں سے سب سے زیادہ اثر انداز ہوا جبکہ یہ تیسرا سب سے گنجان آباد علاقہ اور تقریباً 40262 گھرانوں پر مشتمل ہے۔

غزہ شہر:

اسرائیل زمین، فضائی اور برّی محاصروں کی بدولت غزہ شہر کی معاشیات مغلوب ہونے سے قبل یہ شہر چند گنجان آباد ترین شہروں میں گردانا جاتا تھا۔ ان محاصروں کی بدولت یہاں انسانی حقوق کے حوالہ سے کافی دشواریاں پیدا ہوئیں۔ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ اس کی 24 فیصد افرادی قوت بے روزگار ہے۔ نومبر 14، 2012 کو احمد جابری، جو حماس کی افواج کے سربراہ تھے، کو ایک میزائل حملہ میں شہید کر دیا گیا۔

دیر البلاہ:

دیر البلاہ غزہ پٹی کے وسط میں واقع ہے اور اپنی کھجوروں اور کھیتی باڑی کی وجہ سے جانا جاتا ہے۔ یہ قاسم فوجی دستہ کا قلعہ بھی مانا جاتا ہے جہاں شمال کی جانب ایک وسیع وعریض پناہ گزین کیمپ بھی واقع ہے۔

خان یونس:

خان یونس سرکاری طور پر غزہ کا دوسرا شہر ہے اور تمام فلسطینی علاقوں میں بے روزگاری کی شرح کے حساب سے سرِ فہرست ہے۔ اس شہر میں 72000 نفوس پر مشتمل ایک پناہ گزین کیمپ بھی ہے۔

رفاح:

رفاح پٹی کے جنوبی حصہ میں واقع ہے اور رفاح اور مصر کے درمیان سرحدی کراسنگ کی بنا پر جانا جاتا ہے۔ غزہ کا واحد ہوائی اڈہ، یاسر عرفات ہوائی اڈہ، شہر کے جنوب میں واقع ہے لیکن 2001 کی اسرائیلی بمباری کے بعد سے غیر فعال ہو گیا ہے۔

باب نمبر:23

غزہ پر حملہ اور عرب حکمرانوں کی خاموشی

اسرائیل کا فلسطین پر ظلم اور مسلم حکمرانوں کی عیاشیاں

دنیا میں ہونے والی بڑی جنگوں کا اگر باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو ایک بات واضح ہوکر سامنے آئے گی کہ ایک قوم پس پردہ رہ کر جنگ کی آگ بھڑکاتی ہے۔ کبھی ایک فریق کی پشت پر ہوتی ہے اور کبھی دونوں فریقوں کو اپنی حمایت کا یقین دلا کر جنگ کی طرف دھکیل رہی ہوتی ہے۔ کبھی جنگ کے بعد اور کبھی دوران جنگ بندر بانٹ میں باقاعدہ حصہ وصول کرتی ہے۔ ماضی بعید کی چھان بین سے بات بہت طویل ہو جائے گی۔ گزشتہ صدی میں دو عالمی جنگیں اور بے شمار چھوٹی جنگیں ہوئیں۔ پہلی جنگ عظیم 1914ء سے 1918ء تک ہوئی۔ 1917ء میں وقت کی سپر طاقت برطانیہ کے وزیر خارجہ لارڈ بالفور نے پارلیمنٹ میں اعلان کیا کہ

"ان کی حکومت فلسطین میں ایک خود مختار یہودی ریاست کے قیام کا ارادہ رکھتی ہے"۔

پھر دنیا کے سامنے بالفور ڈیکلریشن کے نام سے ایک معاہدہ سامنے آیا، جس کی رو سے یہودیوں کو یہ حق دیا گیا کہ وہ فلسطین میں آباد ہو سکتے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم جو 1945ء میں اختتام کو پہنچی، اس کے اڑھائی، تین سال بعد 1948ء میں اسرائیل کی ریاست کے قیام کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔ عرب کے نقشہ پر نگاہ دوڑائیں، اسرائیل ایک خنجر کی طرح عرب کے سینہ میں پیوست ہے۔

اس وقت اگرچہ امریکہ اسرائیل کا اصل سرپرست اور مائی باپ ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ پودا برطانوی استعمار کا لگایا ہوا ہے جو اب ایک مکمل شجر خبیثہ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ خود برطانیہ ہی کا ایک رکن پارلیمنٹ جارج گیلوے اپنے ضمیر کی آواز کو دبا نہ سکا اور اس نے پارلیمنٹ میں فی الفور معاہدے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: This is the greatest land theft in the history of mankind انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ایک قوم کی زمین دوسری قوم کو تیسری قوم نے دے دی ہے؟ یہ کہاں کا انصاف ہے؟

1917ء تک خلافت عثمانیہ کا چراغ ٹمٹمار ہا تھا۔ صرف 7 سال بعد 1924ء میں ترک نادان نے خلافت کی قبا چاک کر کے مسلمانوں کی مرکزیت کو خود تباہ و برباد کر دیا۔ اس پس منظر میں کون انگریزوں کا ہاتھ روکتا کہ وہ یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرنے کا معاہدہ نہ کریں؟ چنانچہ 1948ء میں اسرائیل بالفعل قائم ہو گیا۔

1948ء سے 1973ء تک تین مرتبہ عرب اسرائیل جنگ ہوئی۔ ہر مرتبہ عربوں کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔ 1967ء کی جنگ میں اسرائیل نے عربوں کے وسیع علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ قریب قریب نصف صدی گزرنے کے باوجود اسرائیل سے ان علاقوں کا قبضہ چھڑایا نہیں جا سکا۔ یہودی سازشی قوم اور شیطان کے ایجنٹ ہیں، ان کا انجام بڑا عبرتناک ہوگا، یہ سب ٹھیک اور ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ یہودی دنیا بھر سے ایک علاقے میں اس لئے جمع کر دیئے جائیں گے، تاکہ سب کو اکٹھا جہنم واصل کر دیا جائے۔ ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا اور ہم یہاں قارئین کو بتاتے چلیں کہ یہودیوں کا مذہبی طبقہ اس ساری صورت حال سے ظاہراً بہت خوش، لیکن اندر سے بڑا خوفزدہ ہے۔

جب 1967ء میں یہودیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کیا تو اسرائیلی وزیراعظم کے ساتھ جو یہودی مذہبی پیشوا بیت المقدس میں داخل ہوا تو اچانک اس کے منہ سے نکلا This is the Begining of the end اس لئے کہ جو کچھ نبی پاک ﷺ نے یہودیوں کے عبرت ناک انجام کے بارے میں ہمیں بتایا ہے، ان کی اپنی کتابوں میں بھی اس کے واضح اشارے ملتے ہیں۔

قارئین کرام! یہ سب کچھ تو ہوگا اللہ کے فیصلوں کے مطابق، اللہ کے مقررہ وقت پر۔ لیکن آیئے! اس وقت زمینی حقائق پر نگاہ ڈالیں، عربوں اور اسرائیلی یہودیوں کا موازنہ کریں کہ وہ اپنی بقا، سلامتی اور اپنے استحکام کے لئے کیا طرز عمل اختیار کیے ہوئے ہیں اور عرب زندگی کو کس طرح گزار رہے ہیں؟

یہودی دنیا کی امیر ترین قوم ہے، لیکن آپ کو ان میں سادگی نظر آئے گی۔ ارب پتی یہودی کا بیٹا بھی اپنے مستقبل کے لیے خود جدوجہد کرتا نظر آتا ہے۔ کام اور کام کے اصولوں کو انہوں نے اپنایا ہے۔ اسرائیل کی سلامتی کے لئے ہر شخص ہر وقت تیار نظر آتا ہے۔ ہر اسرائیلی پر فوجی ٹریننگ لازم ہے۔ ہر شہری کا جنگ کا کارڈ بنا ہوا ہے۔ اسے بتادیا جاتا ہے کہ اگر جنگ کا الارم بجے تو اسے کہاں پہنچنا ہے۔

اور عربوں کا طرز زندگی بیان کرتے ہوئے ہمیں ندامت اور شرمندگی کے سوا کیا ملے گا؟ اسرائیل، فلسطینیوں کو کیڑے، مکوڑوں کی طرح کیوں مار رہا ہے اور عرب خاموش تماشائی کیوں بنے ہیں؟ دیکھئے، یہودی قوم کی جبلت میں شرانگیزی ہے۔ پیغمبروں کو قتل کرنا، دنیا میں جنگیں کرانا اور منظم سودخوری کی بنیاد رکھنا ان کا ماضی ہے۔ ایسی قوم اگر اجتماعی طور پر محنتی ہے، اپنے ہدف کے حصول کے لئے انتھک جدوجہد کرتی ہے، طاقت حاصل کرنے کے لئے ان پر دیوانگی طاری ہے۔ پھر یہ کہ اس کا دشمن تن آسان ہے، عیش وعشرت میں پڑا ہے، وہ اپنے آج میں مگن ہے، اسے کل کی کوئی پرواہ نہیں۔ دولت بغیر محنت کے اس کے پاؤں تلے سے برآمد ہو رہی ہے۔ لہٰذا اسرائیل جیسی قوم کو اللہ مارے تو مارے اور اگر چاہے تو نیست و نابود کردے، لیکن اس کا عیاش دشمن اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

اس کے پاس اس کے سوا کیا حل ہے کہ اپنے بچوں کو قتل ہوتے دیکھے، اپنی عورتوں کی چیخ و پکار سنے اور خاموش تماشائی بنا رہے۔

کسی زمانہ میں عرب اسرائیل کی ایسی حرکتوں کی مذمت کیا کرتے تھے۔ اب اس درندگی کو باادب ملاحظہ کرتے ہیں اور فلسطینیوں کو اشارے کنائے سے کہتے ہیں کہ غلامی کے آداب سیکھو، بڑوں کے سامنے اونچی آواز سے نہیں چیختے، ورنہ تو یہ گستاخی تصور کی جائے گی۔

عربوں کے علاوہ دوسرے مسلمان حکمرانوں کا حال بھی مختلف نہیں۔ وہ اس امریکہ کے پاس جس کی سپر میسی کو اسرائیل نے دولت اور میڈیا کے ذریعے یرغمال بنایا ہوا ہے، رحم کی اپیل لے کر جاتے ہیں اور اس کی کنیز یواین او(U.N.O) سے امن قائم کروانے کی التجائیں کرتے ہیں۔ اس یواین او کا جواب ہوتا ہے تمہاری درخواست پر یقیناً غور ہوگا، لیکن ابھی اسرائیل کا ٹارگٹ پورا نہیں ہوا۔ ابھی اسرائیل سرکار غصہ میں ہے۔

لہٰذا غصے میں کہیں ہمارے ہی پیٹ پر لات نہ مار دے۔
160 کروڑ مسلمان اگر متحد ہو کر اسلام دشمن طاغوتی قوتوں کا سفارتی اور تجارتی بائیکاٹ کرتے ہیں تو دشمن کی معیشت تباہ و برباد ہو جائے گی۔ کیا وہ اس کے جواب میں تمام عالم اسلام کو نیست و نابود کر دیں گے؟ یہ ان کے لئے ممکن نہیں۔

اسرائیل کے لئے بھی ممکن نہیں کہ اسلام دشمن طاغوتی قوتوں کی آشیرباد اور پشت پناہی کے بغیر ایسی بہیمیت اور درندگی کا مظاہرہ کرے۔ لہٰذا عوامی سطح پر جلسوں اور مظاہروں سے اپنے جذبات اور برہمی کا اظہار اپنی جگہ درست ہے، لیکن کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ مسلمانو! مسلمان بنو، اسلامی معاشرہ تشکیل دو اور اسلامی ریاست کی بنیاد ڈالو۔

غزہ کے مظلوم مسلمان جو کہ اسرائیل کی جیل میں قید ہیں آج ان کی مظلومانہ پکار پر دولت کی لالچ کی وجہ سے عرب ممالک نے اپنے کانوں کو بند کر دیا ہے

غزہ پرحملہ! عالم اسلام خاموش کیوں ہے؟ جنرل اسلم بیگ سے سوال

س: سعودی عرب، اردن اور متحدہ عرب امارات کے علاوہ دیگر مسلم ممالک کیوں خاموش ہیں؟

ج: قطر کی سوچ متحدہ عرب امارات اور دیگر خلیجی ممالک سے مختلف ہے۔ مصر میں مرسی کی حکومت کے خاتمے کے خلاف قطر نے احتجاج کیا اور اس معاملے میں سعودی عرب اور دیگر ممالک کا ساتھ نہیں دیا، لیکن غزہ کے معاملے میں عرب لیگ خاموش ہے۔ او آئی سی کو سعودی عرب نے اسی مقصد کے لئے رکھا ہے کہ وہ اس کے ہاتھ کا کھلونا بنا رہے اور بے بس رہے۔ اسلامی دنیا اپنے حکمرانوں کے ہاتھوں مجبور ہے، لیکن دکھ اس بات کا ہے کہ پاکستان جیسا ملک جو مجبور نہیں ہے، جس کی اپنی ایک قوت ہے، وہ بھی خاموش ہے۔ اب اتنے دنوں کی قتل و غارت گری کے بعد پاکستان نے احتجاج کیا ہے، اقوام متحدہ کو مراسلہ بھیجا ہے اور وضاحتیں طلب کی ہیں۔ جبکہ غیر مسلم دنیا میں غزہ پر اسرائیلی بمباریوں پر بہت شدید ردعمل ہے۔ مختلف جگہوں پر اسرائیلی سفارت خانوں اور یہودی عبادت خانوں پر حملے ہو رہے ہیں، اس لیے کہ اسرائیل کے حملے نہ صرف ظالمانہ ہیں، بلکہ انسانیت کے چہرے پر ایک بدنما داغ ہیں، جس کو مٹ جانا چاہئے۔

س: ایران نے بھی حماس کی اس طرح مدد نہیں کی، جس طرح اس نے حزب اللہ کی مدد کی تھی؟

ج: اس کا سبب نظریاتی تصادم ہے، جو مسلکی بھی ہوسکتا ہے۔ اخوان کے ساتھ ان کے نظریاتی اختلافات موجود ہیں۔ ایران کھل کر حماس کی مدد کو اس طرح نہیں آئے گا، جیسے وہ لبنان میں حزب اللہ کی مدد کو آیا تھا۔ اس وقت وہ امریکہ کے ساتھ عراق میں نوری المالکی حکومت کی مدد کر رہا ہے۔ حماس اور اخوان کے ساتھ نظریاتی اور مسلکی اختلافات کے سبب ایران کے تحفظات ہیں، مگر بات صرف مسلک کی نہیں ہے۔ سعودی عرب، مصر، اردن اور خلیجی ممالک بھی تو غزہ کی مدد نہیں کر رہے۔ وہ اس لیے مدد نہیں کر رہے ہیں کہ ان کو اخوان کی تحریک سے ڈر ہے۔ وہ اپنے ملک میں سیاسی اسلام نہیں چاہتے۔ اس طرح ان کی حکومتیں خطرے میں پڑ جاتی ہیں۔

یہ ایک ایسی تحریک ہے، جس نے عرب بہار (arab spring) کے بعد زور پکڑا ہے۔ مشرق وسطیٰ میں یہ بہت پر اثر تحریک ہے۔ مصر میں اگرچہ مرسی کی حکومت کو ختم کر دیا ہے، لیکن یہاں اخوان کی حکومت پھر قائم ہو کر رہے گی۔ سیسی کی فوجی حکومت کے دن گنے جا چکے ہیں۔ اس وقت پاکستان کا مصر کی حکومت سے مطالبہ ہونا چاہیے کہ وہ غزہ کے لیے امداد کا راستہ کھولے۔ حماس اور اخوان پر سے پابندی ہٹائے۔ ان کو کس لیے دہشت گرد قرار دیا گیا؟ اصل دہشت گرد تو اسرائیل ہے۔ ساری دنیا اس کی دہشت گردی پر اسے لعن طعن کرتی ہے اور کر رہی ہے، لیکن مصر کا انداز نرالا ہے۔ وہ الٹا حماس کو دہشت گرد کہہ رہا ہے۔ یہ امریکہ کی تنگ نظری اور تعصب ہے، جس کا نتیجہ اس ظلم کی صورت میں نکل رہا ہے۔ آج عراق میں امریکی پالیسیوں کی وجہ سے ہی برا حال ہے۔ اب داعش یا آئی ایس آئی ایس کے سامنے امریکی بے بس ہیں۔ اب کسی میں ہمت نہیں کہ وہاں مداخلت کرے۔ عراق میں پیدا ہونے والی یہ نئی قوت بھی اپنے غلط اور بے وقت فیصلوں کے نتیجے میں نقصان اٹھائے گی۔ اسلام کی مزاحمتی قوتوں کو بیدار کرنے میں امریکہ نے ہر جگہ منفی کردار ادا کیا ہے۔ مصر میں اخوان، فلسطین میں حماس اور افغانستان میں طالبان ہیں۔ یہ بہت اہم تحاریک ہیں۔ حماس کی جنگ بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اس سے الفتح فلسطینی اتھارٹی اور محمود عباس کا مقام اور وقعت گھٹ جائے گی اور فلسطین کی آزادی کے لیے حماس واحد قوت بن کر سامنے آئے گی۔

(بیان از جنرل مرزا اسلم بیگ)

غزہ پر اسرائیلی حملہ اور عرب ممالک کی خاموشی پر جنرل ایوب بیگ کا تبصرہ

سوال: بیگ صاحب! اس وقت کرۂ ارض پر 58 اسلامی ممالک موجود ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ان کے حکمران اسرائیل کے مظالم کی مذمت تک نہیں کرتے؟

ایوب بیگ مرزا: علامہ اقبال نے 100 سال پہلے کہا تھا:

''ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات!''

ہمارا اصل جرم کمزوری ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم امریکا کے خلاف نہیں لڑ سکتے۔ سوال یہ ہے کہ کیا جنگ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں پہنچا سکتا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں، جس کے ایک حصے میں اگر کوئی تکلیف ہو تو سارے جسم میں تکلیف ہوتی ہے۔

میں آپ کو ایک ریکارڈ کی بات بتا دوں، پچھلے 14 سال میں 15 ہزار بچے اسرائیل نے شہید کیے۔ یورپ جو بچوں کے معاملے میں بڑا حساس ہے، اسے یہ مظالم کیوں نظر نہیں آتے؟ یورپ ملالہ کے لیے مرا

نہیں ہے کہ ان کو روکا جا سکے؟ اگر صرف عرب ممالک ہی یہ طے کر لیں کہ وہ امریکا اور اسرائیل کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرتے ہیں اور اپنے تیل کو بطور ہتھیار استعمال کریں تو کسی جنگ کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ کسی سے یہ کہہ دیں کہ ہم تم سے جنگ نہیں کرتے، لیکن تجارتی اور سفارتی تعلقات ختم کر رہے ہیں، تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ تم نے ہم سے تجارتی اور سفارتی تعلقات کیوں ختم کیے، اب ہمارے حملے کے لئے تیار رہو۔ امت مسلمہ اگر آج بھی ایک ہو جائے تو اسے کوئی گزند جاتا ہے، لیکن اتنی ہلاکتیں اسے نظر نہیں آتیں؟ امریکا و یورپ کی بات چھوڑیں، معصوم بچوں کی لاشیں دیکھ کر ہمارے حکمرانوں کے ماتھے پر بھی شکن تک نہیں آئی۔ کیونکہ یہ امریکا کے بے دام غلام ہیں۔ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم ملتا ہے۔ پہلے انہیں حکم تھا کہ تم ظلم و بربریت پر چیخ و پکار کر سکتے ہو تو وہ چیخ و پکار کرتے تھے، اب انہیں حکم ہے کہ تم چیخ و پکار بھی نہیں کر سکتے۔

(اقتباس بیان ایوب بیگ مرزا)

عرب حکمران سازشوں میں پھنسنے کی وجہ سے مسئلہ فلسطین اور غزہ پر کچھ نہیں بول سکتے

شام اور عراق میں جو لڑائی ہو رہی ہے، اس میں بظاہر نظر آتا ہے کہ یہ کسی بڑی طاقت کے ایماء پر ہو رہی ہے۔ اس میں اسلام کی خدمت یا جہاد فی سبیل اللہ کم سے کم ان حکومتوں کے پیش نظر نہیں ہے۔ اگر ان کے پیش نظر ایسا ہوتا تو یہ پہلے اپنے حالات ٹھیک کرتیں۔ یہ حکومتیں یہ سب کچھ کسی اور کے کہنے پر کر رہی ہیں۔ انہیں ذاتی بادشاہت کا تحفظ مطلوب ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عرب حکومتیں امریکا کی سپورٹ کے بغیر کھڑی نہیں ہو سکتیں۔ جب عراق نے کویت پر حملہ کیا تھا تو سعودی عرب امریکا کے ساتھ کھڑا تھا۔ یہ عرب ریاستیں جو امریکا کے سہارے پر کھڑی ہیں کبھی فلسطینیوں کے حق میں نہیں بول سکتیں۔ امریکا اسرائیل کے حق میں ہے تو یہ عرب ریاستیں فلسطینیوں کے حق میں کیوں آواز اٹھائیں گی۔ لہٰذا وہ چپ ہیں۔ البتہ عرب مسلمان عوام تڑپ رہے ہیں۔ وہ اپنے تئیں اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔

مسلم حکومتیں اگر امریکا کے اثر سے نکل کر باہم مل جائیں تو پھر وہ اسرائیل اور اس کے سرپرستوں پر پریشر ڈال سکتے ہیں۔ امت مسلمہ اب کہاں ایک ہے۔ امت مسلمہ تو ہے ہی نہیں۔ وہ صرف مسلمان ممالک ہیں جو اپنے اپنے اقتداری مقاصد کے تحت امریکا، روس یا برطانیہ کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ لہٰذا ہم یہ امید کیسے رکھ سکتے ہیں کہ وہ امت مسلمہ کے مظلوموں کے حق میں صدا بلند کریں گے۔ (تحریر: آصف بیگ)

کیا مسلم امہ اور خصوصاً عرب دنیا کو اس کا اندازہ ہے کہ وہ ایک ایسے فتنے میں مبتلا ہیں جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”ایک ایسا فتنہ ظاہر ہوگا جو سب عربوں کو لپیٹ میں لے لے گا۔ اس فتنے میں قتل ہونے والے جہنم میں جائیں گے۔ اس فتنے میں زبان کی کاٹ تلوار سے زیادہ ہوگی“۔ (مسند احمد، ابی داؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

کیا اس لمحے جب اسرائیل نے اپنی جنگ کا آغاز کر دیا ہے، وہ سب لوگ جو مسالک کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ وہ لوگ جو زبان کی کاٹ سے حکومتوں کی گدیوں پر بیٹھے یا منبروں پر براجمان امت کے گروہوں کو لڑنے پر اکسا رہے ہیں، کیا ان کے سامنے سید الانبیاء ﷺ کی جہنم کی وعید موجود نہیں؟ یہی وہ زمانہ ہے جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب لوگ دو خیموں میں تقسیم ہو جائیں گے، ایک اہل ایمان کا خیمہ جس میں بالکل نفاق نہیں ہوگا دوسرا منافقین کا خیمہ جن میں بالکل ایمان نہیں ہوگا۔ جب ایسا ہو تو دجال کا انتظار کرو کہ آج آئے یا کل۔ ابھی تو شامت اعمال کے دن ہیں اور اس اندرونی فتنے سے جو بچ نکلے گا وہ وہی ہوگا جس کے ہاتھ میں اللہ کی نصرت کا پرچم ہوگا۔ یہ بڑی جنگ جس کے آخر میں دجال کا ظہور ہوگا اس سے پہلے دنیا دو خیموں میں بٹ جائے گی۔ (ابوداؤد، مستدرک)

خلاصہ یہ کہ یہ ابتلا و آزمائش کا دور ہے، ہماری ہی شامت اعمال کا نتیجہ ہے، صفائی کا موسم اور دنیا دو خیموں میں بٹنے کے بالکل قریب پہنچ چکی ہے۔

عرب ممالک نے امریکہ کے خوف کی وجہ سے غزہ پر اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں

عرب مسلمانوں کے 800 بلین ڈالر یہودی بینکوں میں!

اللہ تعالیٰ نے آج بھی مسلمانوں کو بڑی دولت سے نوازا ہے، مگر افسوس یہ دولت جہاد فی سبیل اللہ، اسلام اور اہل اسلام کے دفاع میں صرف ہونے کی بجائے عیاشی اور فحاشی پر خرچ ہو رہی ہے اور جو بچ جاتی ہے وہ یہودی وعیسائی بینکوں میں جمع کر دی جاتی ہے، جس سے یہود و نصاریٰ اپنی حکومت چلا رہے ہیں۔ اسی رقم کے کچھ حصہ سے مسلم ممالک کو قرضے دیئے جاتے ہیں اور کچھ سے غریب مسلم ممالک میں رفاہی ادارے کھول کر فحاشی پھیلانے، جاسوسی کرنے، مسلمانوں کو مرتد بنانے اور غریب مسلمانوں کو اپنے حکمرانوں سے متنفر کرنے کی ناپاک کوششیں ہوتی ہیں۔ آج صرف عرب کروڑ پتی مسلمانوں کا (800) آٹھ سو بلین ڈالر (800000000000 ڈالر (آٹھ کھرب ڈالر 61x = 4880000000000) (چار سو اٹھاسی کھرب روپے) کی خطیر رقم پر مشتمل سرمایہ اغیار کے یہودی بینکوں میں موجود ہے۔ سعودیہ کے 78 ہزار مسلمانوں کے 241 بلین ڈالر، امارات کے 59 ہزار مسلمانوں کے 160 بلین ڈالر، کویت کے 36 افراد کے 98 بلین ڈالر ذاتی سرمائے کی شکل میں امریکا، برطانیہ، فرانس اور سوئزرلینڈ کے یہودی بینکوں میں موجود ہیں۔ بین الاقوامی مالیاتی کمیٹی کے چیئرمین مائیکل جیلز کے بیان کے مطابق اس رپورٹ میں صرف ان افراد کو لیا گیا ہے جن کا بنیادی سرمایہ پاکستانی کرنسی میں تین کروڑ یا اس سے متجاوز ہو۔ (روزنامہ الاتحاد 8 مارچ 1997ء)

گویا دو، ڈھائی کروڑ کے مالکان اس کے نزدیک مالدار یا کروڑ پتی ہی نہیں، اگر ان کو شامل تفتیش کیا جائے تو یہ اعداد و شمار کہیں زیادہ ہو جائیں گے۔ آج مسلمانوں کی حالت زار کے مقابلہ میں خود مسلمانوں کے پاس دولت کے یہ انبار درحقیقت قرآن و حدیث کے اس اعلان کی تصدیق کرتے ہیں کہ جب تم دنیا سے دل لگا بیٹھو گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو تم پر اللہ تعالیٰ ذلت مسلط فرما دیں گے یہاں تک کہ تم جہاد کی طرف لوٹ آؤ۔

مسلمانو! جو مال اللہ کے راستہ میں دین کے دفاع اور اس کی نشر و اشاعت میں، غریب مسلمانوں کی حاجت برآری میں صرف نہ ہو تو یاد رکھو وہ وبال ہے اور اگر وہ الٹا یہود و نصاریٰ کو دے دیا جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا؟ مشرق وسطیٰ کے ناعاقبت اندیش مسلمانوں سے عبرت پکڑو، جن کو اللہ نے دینی اعتبار سے وہ خطہ عطا فرمایا جس میں تینوں مقدس مقامات واقع تھے اور دنیوی اعتبار سے پیٹرول، گیس، سونا اور دیگر معدنیات عطا فرمائیں جس کے تمام دنیا والے محتاج ہیں، مگر آج اسی خطے کے مسلمان کافروں کے آگے سب سے بے بس اور ذلت و رسوائی سے دوچار ہیں، بیت المقدس چھن چکا ہے۔ دیگر مقدس مقامات خطرے میں ہیں، تو کیا تم اب بھی اللہ کے نبی کی آواز پر لبیک نہیں کہو گے؟ دنیا کی محبت اور ترک جہاد کے گناہ کو پھر بھی دہراتے رہو گے؟

(بحوالہ: ضرب مومن)

اسرائیل کے غزہ پر ظلم کی وجہ اسلامی ممالک کی خاموشی ہے

مسلمانوں پر جو ظلم ڈھایا جارہا ہے، اس کی سب سے بڑی وجہ خود مسلمان ہیں، کسی مسلمان ملک نے زبانی یا عملی طور پر فلسطین کی کوئی مدد نہیں کی۔ مدد کرنے کے قابل بھی نہیں، سارے حکمران کسی نہ کسی طرح امریکہ سے دبتے ہیں۔ عرب حکمرانوں کے ذہن پر گوروں کا بڑا رعب ہے۔ ان کے ڈر کے اسباب میں سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اگر کسی پڑوسی (مسلمان) ملک نے حملہ کیا تو انہیں کون بچائے گا؟ تقریباً سب عرب ممالک اربوں ڈالر کا اسلحہ خرید چکے ہیں۔ کویت نے کوئی ارب ڈالر کے ٹینک خریدے۔ سعودی عرب نے برطانیہ سے ساڑھے سات ارب ڈالر کا اسلحہ خریدا اور فرانس سے چار ارب ڈالر کی آبدوزیں اور امریکہ سے 9 ارب ڈالر کے طیارے۔

خلیج کی جنگ کے بعد امریکہ اب تک خلیجی ریاستوں کو تقریباً 28 ارب ڈالر کا اسلحہ بیچ چکا ہے۔ خلیج کے حکمرانوں میں بین الاقوامی سطح کا سیاسی شعور اور ویژن نہیں ہے۔ وہ ایک دوسرے سے خوف زدہ ہیں۔ ہر حکمران اپنی حکمرانی قائم رکھنا چاہتا ہے۔ ہر حکمران کا خیال ہے کہ امریکی اسلحہ اسے بچالے گا۔ اگر یہ مفروضہ ہوتا تو ایران کے بادشاہ رضا شاہ کے پاس اسلحے کی کون سی کمی تھی۔ رضا شاہ کو بھی اس کے اسلحے نے بچالیا ہوتا۔

ہم لوگ اسرائیل کے مظالم پر تو بیان دے دیتے ہیں، مگر اسرائیل کی خوبیوں کو نہیں دیکھتے۔ اسرائیل کے شہریوں کو انسانی حقوق حاصل ہیں، عرب شہریوں کو حاصل نہیں۔ اسرائیل سائنس اور ٹیکنالوجی کے حصول پر بہت توجہ دیتا ہے، عرب نہیں دیتے۔ اسرائیل کی آبادی ایک کروڑ سے کم ہے اور فوجی بجٹ پاکستان سے زیادہ ہے۔ اسرائیل کے خفیہ خانوں

میں ایٹم بموں کی تعداد پاکستانی بموں سے زیادہ ہے۔ اسرائیل کے اندر بجلی کی پیداوار پاکستان کی پیداوار کے لگ بھگ ہے، جبکہ آبادی ایک کروڑ سے کم ہے۔ وہاں نہ بجلی چوری ہوتی ہے نہ ٹیکس۔ ابھی تک کوئی اسکینڈل نہیں سنا کہ اسرائیل کے صدر یا وزیراعظم کے سوئس بینکوں میں اربوں ڈالر جمع ہوں۔ پاکستانیوں کے سوئس بینکوں میں 200 ارب ڈالر کا اعلان تو خود حکومت کررہی ہے۔ غیر ممالک میں اس سے بھی زیادہ ڈالرز جمع ہیں۔ اسرائیل کی مذمت میں مسلمان حکمران متذبذب ہیں، لیکن مغربی حق پرست آگے آگئے ہیں۔

سن لیجئے! اس مسئلے پر امریکی دانشور نوم چومسکی اور برطانوی مدبر جارج گیلوے، دونوں نے سخت ترین الفاظ میں اسرائیلی بربریت کی مذمت کی ہے۔

نوم چومسکی کہتے ہیں: ''اسرائیل کے پاس جدید ترین جنگی ہتھیار ہیں اور یہ ہتھیار ہوائی جہازوں اور بحری جہازوں سے معصوم اور نہتے فلسطینیوں پر فائر کیے جارہے ہیں۔ فلسطینی جن کے پاس ہتھیار نہیں، فوج نہیں، توپ نہیں، ہوائی جہاز نہیں، تو یہ جنگ نہیں، بلکہ منظم نسل کشی ہے۔''

مسلمانوں کے پاس ان مسائل کا حل موجود ہے۔ تمام مسلم دنیا میں تعلیم کا فروغ، مسلمان ممالک کا اتحاد اور کردار کی پختگی۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ ذاتی اغراض کے تحت مسلمان ملکوں کے حکمران نہ اتحاد و یکجہتی آنے دیں گے نہ تعلیم کو فروغ پانے دیں گے۔ مسلمانوں کے مقدر میں پھر وہی ظلم، وہی رسوائی ہے۔

پھر وہی شام، وہی غم، وہی تنہائی ہے۔

(از لیفٹیننٹ کرنل عادل اختر، حوالہ: روزنامہ امت)

مسلم ممالک کو اسرائیلی جرم کے خلاف مشترکہ فوج غزہ بھیجنی چاہئے

مسلم امہ کو مشترکہ فوج بنا کر فلسطین بھیجنی چاہئے، نواز شریف اسرائیل کے خلاف قومی اسمبلی کا اجلاس بلائے۔ مسلم ممالک کو خواب غفلت سے بیدار ہو کر مشترکہ فوج بنا کر فلسطین بھیجنی چاہئے۔ آج عالم اسلام کو بہت بڑا سانحہ درپیش ہے۔ اسرائیل کے چاروں طرف بڑے بڑے اسلامی ممالک ہیں۔ اگر یہ ممالک امریکہ اور اسرائیل کو تیل بند کرنے، اپنا سرمایہ ان کے بینکوں سے نکالنے یا ان کے مصنوعات کے بائیکاٹ کی دھمکی دیں تو اسی وقت فلسطین پر بمباری بند ہو جائے گی۔

لیکن کیا مسلم امہ نے کبھی غور کیا کہ یہی وقت ہے جس کی بشارت سیدالانبیاء ﷺ نے دی تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک مسلمان یہودیوں سے جنگ نہ کرلیں۔ اس لڑائی میں مسلمان یہودیوں کو قتل کر دیں گے، یہاں تک کہ یہودی پتھر اور درخت کے پیچھے چھپ جائیں گے تو پتھر اور درخت یوں کہے گا: اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! ادھر آ، میرے پیچھے یہودی چھپا بیٹھا ہے، اس کو مار ڈال۔ مگر غرقد نہیں کہے گا کیوں کہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔ (مسلم)

اسے دنیا بھر میں JEWTREE کہا جاتا ہے اور اسرائیل میں اس کی سب سے زیادہ شجرکاری کی گئی ہے۔ دنیا بھر سے یہودی اسرائیل کی سرزمین پر پکنک منانے یا کسی معاشی فائدے کے لئے جمع نہیں ہوئے، بلکہ اس جنگ کے لئے جمع ہوئے ہیں جس کے بعد ان کے بقول ایک ایسی حکومت قائم ہونی ہے جو عالمی سپر پاور کی حیثیت رکھتی ہو۔

عرب حکمرانوں کے پاس عیاشی کے لئے پیسے ہیں۔غزہ کے لئے نہیں

لندن کے علاقے میں ہیرڈز سپر اسٹور کے باہر ایک چمچماتی رولس رائس کار سڑک پر بنی دو پیلی لائنوں کے اوپر آکر رک گئی۔ان دہری پیلی لائنوں کا مطلب تھا کہ یہاں گاڑی پارک نہیں کی جاسکتی۔ لیکن کار سے اترنے والے عرب باشندے نے ان کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا اور ہیروڈ کے اندر بنے مہنگے فرانسیسی کیفے لاڈوری میں داخل ہوگیا۔ کیفے کے اندر میزوں پر اسی جیسے عرب باشندے بیٹھے سگریٹ اور سگار پی رہے تھے۔ان کے قریب کچھ'' گلیمرس'' عورتیں نقاب میں کھڑی تھیں اور کچھ نے بھڑکیلے رنگوں والے اسکارف جینز کے ساتھ پہن رکھے تھے۔ان کے پیروں میں ایڑی والی مہنگی ڈیزائنر جوتیاں تھیں۔ یہ اس رپورٹ کے ابتدائی جملے ہیں جو پیر 5 اگست کو ایک برطانوی اخبار میں شائع ہوئے۔

اسی 5 اگست کی صبح غزہ کے علاقے بیت اللیہ کے کمال عدوان ہسپتال میں ایک ہی خاندان کے 7 افراد کی لاشیں پڑی تھیں۔ جبالیہ مہاجر کیمپ پر بمباری سے اس فلسطینی خاندان کا گھر مٹی کا ڈھیر بن گیا تھا۔گھر میں موجود 90 سالہ بزرگ سے کم سن بچوں تک سبھی خالق حقیقی سے جاملے۔ ان کی لاشوں پر کفن حماس حکومت نے ڈالے۔ جب انہیں سپرد خاک کیا جارہا تھا تو قبر میں لگانے کے لئے سیمنٹ کی سلیں اقوام متحدہ کے ادارہ برائے مہاجرین نے فراہم کیں۔ یہ ایک خاندان کی کہانی نہیں۔غزہ میں فلسطینیوں کے لئے کھانے پینے سے بھی بڑا مسئلہ زخمیوں کے علاج اور ان کے کفن دفن کا ہے۔عرب دنیا میں تیل کے کنویں گویا ان غریبوں کے لئے سوکھ گئے ہیں۔وہ بھوک سے مریں یا بمباری سے اور مرنے کے بعد کفن کو ترسیں،'' پٹروڈالر'' کہیں اور ہی خرچ ہورہا ہے۔ غزہ کی خواتین ٹماٹر سے افطاری کرتے ہوئے اور عرب ممالک کی افطاری لندن میں ہیرڈز سپر اسٹور کے باہر غلط پارک کار کی پالش شدہ ونڈ اسکرین پر پولیس اہلکار نے 60 پاؤنڈ (تقریباً 10 ہزار پاکستانی روپے) کا ٹکٹ چپکا دیا،لیکن کار کے مالک کی پیشانی پر شکن تک نہ آئی۔ وہ بدستور اپنے دوستوں سے گپ شپ میں مگن رہا۔ برطانوی اخبار لکھتا ہے: کار پر سعودی نمبر پلیٹ لگی تھی۔

رمضان کے آخری دنوں میں اور عید کے فوری بعد مشرق وسطیٰ سے امیر ترین عرب خاندانوں کے افراد لندن آکر خوب عیاشی کرتے ہیں۔ برطانوی اخبار کے الفاظ میں'' وہ صرف ایک مقصد سے یہاں آتے ہیں۔خوب پیسہ لٹانا''۔لندن کی ایک پرانی جیولری کمپنی بوڈ لیس (Boodles) کے مینجنگ ڈائریکٹر مائیکل وین رائٹ کے قدم ان دنوں خوشی سے سیدھے نہیں پڑتے اور وہ خوش کیوں نہ ہو۔ مائیکل وین رائٹ کا کہنا ہے: '' جہاں برطانوی صرف ایک چیز خریدیں گے، وہیں مشرق وسطیٰ کے خریدار پورا سیٹ خرید لیتے ہیں''۔

ہیرڈز اسٹور کی پچھلی گلی میں 20 سے 25 برس کی دو سعودی لڑکیاں تازہ تازہ خریدے سامان سے لدی پھندی چلی آ رہی ہیں، لیکن یہ ان کی خریداری کا محض آغاز ہے۔ ان میں سے ایک لَما نے 1840 پاؤنڈز (تقریباً ساڑھے تین لاکھ) پاکستانی روپے کا پراڈا ہینڈ بیگ لٹکا رکھا ہے۔

اس کی دوست دیما العقیل کا بیگ اس کے مقابلے میں کافی سستا یعنی 875 پاؤنڈ (ڈیڑھ لاکھ پاکستانی روپے) کا ہے۔ وہ ہنس ہنس کر برطانوی اخبار دی میل کی خاتون رپورٹ کے سوالات کا جواب دیتی ہیں۔

''مجھے لندن سے پیار ہے۔ موسم، ریسٹورنٹ، ہر چیز''۔ لما کہتی ہے۔ لما سعودی عرب سے آئی ہے اور لندن میں اس کی خریداری ایک ماہ تک جاری رہے گی۔ وہ برطانوی صحافی کو بتاتی ہے: ''لندن، پیرس یا میلان سے زیادہ اچھا ہے۔ میں نے اکواڈی پارما اور مونیکا وینا ڈر جیولری ذخیرہ کر لی ہے، جو ہمارے یہاں دستیاب نہیں۔ کل ملا کر میں 10 ہزار سے 20 ہزار پاؤنڈز (ساڑھے 16 لاکھ سے سوا 33 لاکھ پاکستانی روپے) خرچ کروں گی''۔

قریب ہی مہنگے، برقعے پہنی 7 خواتین کے شانوں سے مختلف قسم کے ڈیزائنر بیگ لٹک رہے ہیں۔ ان میں سینٹ لارنٹ بیٹی (قیمت 1385 پاؤنڈ، یعنی 2 لاکھ 30 ہزار پاکستانی روپے) چینل بوائے (قیمت 2850 پاؤنڈ، یعنی پونے پانچ لاکھ پاکستانی روپے) اور بوتیگا وینیٹا (قیمت 2185 پاؤنڈ، 3 لاکھ 63 ہزار پاکستانی روپے) شامل ہیں۔

دبئی کے مشہور عرب ہوٹل برج العرب

برج العرب نامی ہوٹل کا ایک کمرہ

مرد بھی کچھ کم نہیں۔ اوکسفرڈ اسٹریٹ پر سیلفرج کے جیولری اور گھڑیوں کے سیکشن میں ایک عرب شخص 18 ہزار پاؤنڈ (18 لاکھ 60 ہزار پاکستانی روپے) کی ہبلٹ (Hublot) گھڑی پہن کر دیکھ رہا ہے۔ قریب ہی چند دیگر عرب باشندے 23 ہزار پاؤنڈ (پونے 24 لاکھ روپے) کی ہیرے جڑی (Piaget) کے گرد کھڑے ہیں۔

یہ ان دنوں لندن میں ہر دوسری دکان کے مناظر ہیں۔ پیٹروڈالرکو ہزاروں پاؤنڈ میں بھنوا کر لندن کی مہنگی دکانوں پر ٹوٹ پڑنے والوں کا رش اتنا زیادہ ہے کہ ہیروڈ، سیلفرج اور باروے نکولس جیسے سپر اسٹورز نے جولائی اگست کے لیے اپنے کاروباری اوقات بڑھا دیئے ہیں۔ اور ساچی کے اسٹور پر ایک سیلز مین نے بتایا: خلیج کے گاہک دیر گئے تک خریداری کرنا پسند کرتے ہیں، کیونکہ وہ دیر سے اٹھتے ہیں۔ وہ شام کو کہیں باہر جانے سے پہلے یہاں آتے ہیں''۔ مغربی لندن کا ویسٹ فیلڈ شاپنگ سینٹر اس مقصد کے لئے ہر سال رمضان اور عید پر عربی بولنے والا عملہ رکھتا ہے۔ لندن کے مہنگے علاقے کے بوتیکس میں عربی بولنے والی خواتین ملازم رکھی جاتی ہیں۔

عربوں کی ان موج مستیوں سے صرف سپر اسٹورز ہی نہیں، ہوٹلوں کو بھی فائدہ ہو رہا ہے۔ ان لوگوں کی رہائش کا بندوبست کرنے والی کمپنی پاکٹ لائف کے ادھم کارٹر کا کہنا ہے کہ ''ہمارے کچھ گاہک رمضان ختم ہونے کے فوراً بعد یہاں آتے ہیں۔ وہ ڈورچسٹر براؤنز جیسے مہنگے ہوٹلوں میں ٹھہرنا پسند کرتے ہیں۔ بہت سے فیملی فلیٹس بھی لیتے ہیں۔ وہ بہت سی شاپنگ خود کرتے ہیں، لیکن بعض اوقات ذاتی معاون کی مدد لینا پسند کریں گے۔ وہ کسی کو بلا کر کہیں گے: ''میرے پاس 20 ہزار پاؤنڈ کا بجٹ ہے، تمہیں میری پسند کا اندازہ ہے۔ جا کر کچھ لے آؤ''۔

فلسطینیوں سے غیر انسانی سلوک پر لب سینے والے عربوں نے لندن میں مہنگے جیولری اسٹور سے یہ "مطالبہ" منوالیا ہے کہ ان کی عورتوں کو زیورات پہن کر دیکھنے کے لئے الگ جگہ مہیا کی جائے۔ بوڈ لیس نے اپنے تمام اسٹورز میں یہ سہولت فراہم کررکھی ہے۔ غزہ پر اسرائیلی بمباری کے دوران لوگ خواہ گدھا گاڑی پر سامان رکھ کر نکلیں یا صرف تن کے کپڑوں میں بھاگیں۔ لندن میں خریداری کرنے والوں کے لئے شاپنگ سینٹرز نے بجلی سے چلنے والی "بگھیاں" فراہم کررکھی ہیں، جو انہیں ان کے ہزاروں پاؤنڈ کے سامان کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہیں۔

غزہ والے نہتے مرتے ہیں تو مریں، لندن میں "عرب خریدار" باڈی گارڈز کی فوج لے کر چلتے ہیں۔ کاروں کا کارواں نکلتا ہے۔ یہ عام گاڑیاں نہیں، بلکہ "سپر کار" کہلاتی ہیں۔ فلسطینیوں کے لئے احتجاج کرنے کی انہیں توفیق نہ ہوئی۔

لیکن لندن کی سڑکوں پر شام کو جب ان کاروں کا "مظاہرہ" ہوتا ہے تو یہ مقامی لوگوں کی توجہ حاصل کرلیتی ہیں جو وہاں جمع ہوکر تماشا دیکھتے ہیں۔

عربوں کا امیر ترین شخص ''پرنس ولید بن طلال''

پرنس ولید بن طلال السعود عرب کا امیر ترین شخص ہے، اس کی دولت 21 بلین (کروڑ) US ڈالر ہے۔ اس کے پاس دنیا کے مہنگی ترین جیولری، جہاز، کشتی، سونے اور ہیروں والی کار اور بائیک کا Collection موجود ہے۔

کئی ملکوں میں اس کے شیئرز ہیں، حتی کہ فرانس کی بندرگاہ میں بھی اس کا حصہ ہے۔

چند سال قبل اس نے 3000 کروڑ ڈالر غریبوں کی مدد کے لیے دیئے تھے۔
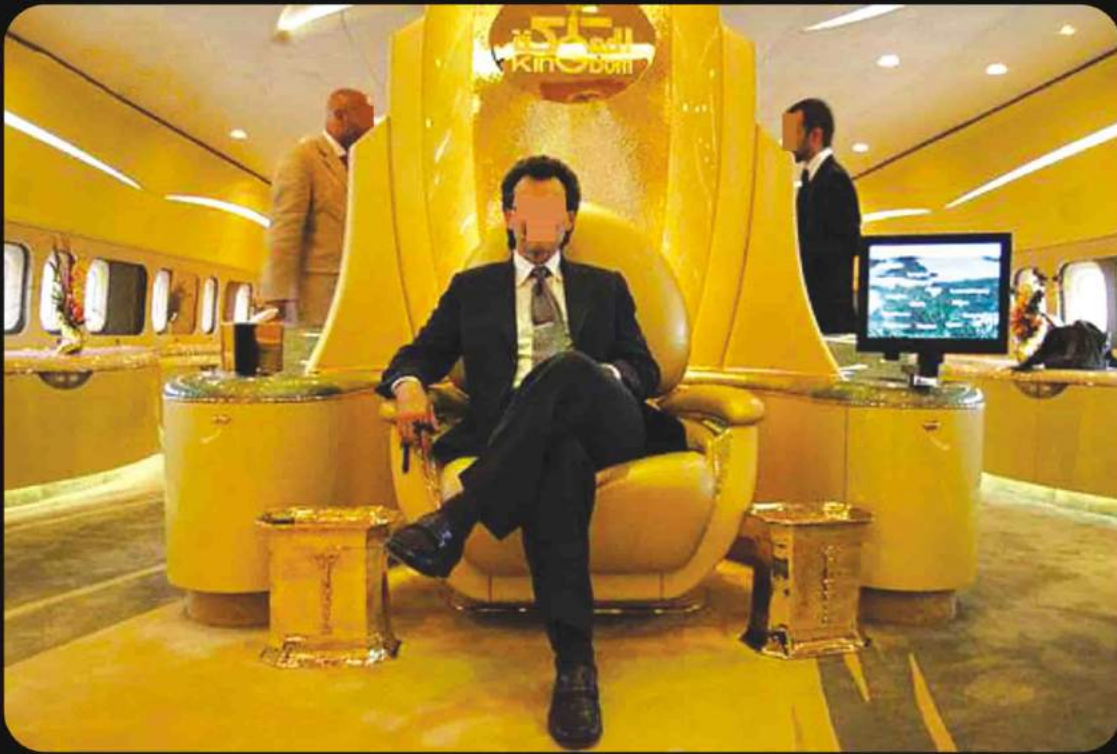
شہزادہ ''ولید بن طلال'' کی اپنے جہاز کے ساتھ لی گئی تصویر، جس کا بیت الخلاء اور کھانے کے برتن تک سونے کے ہیں۔
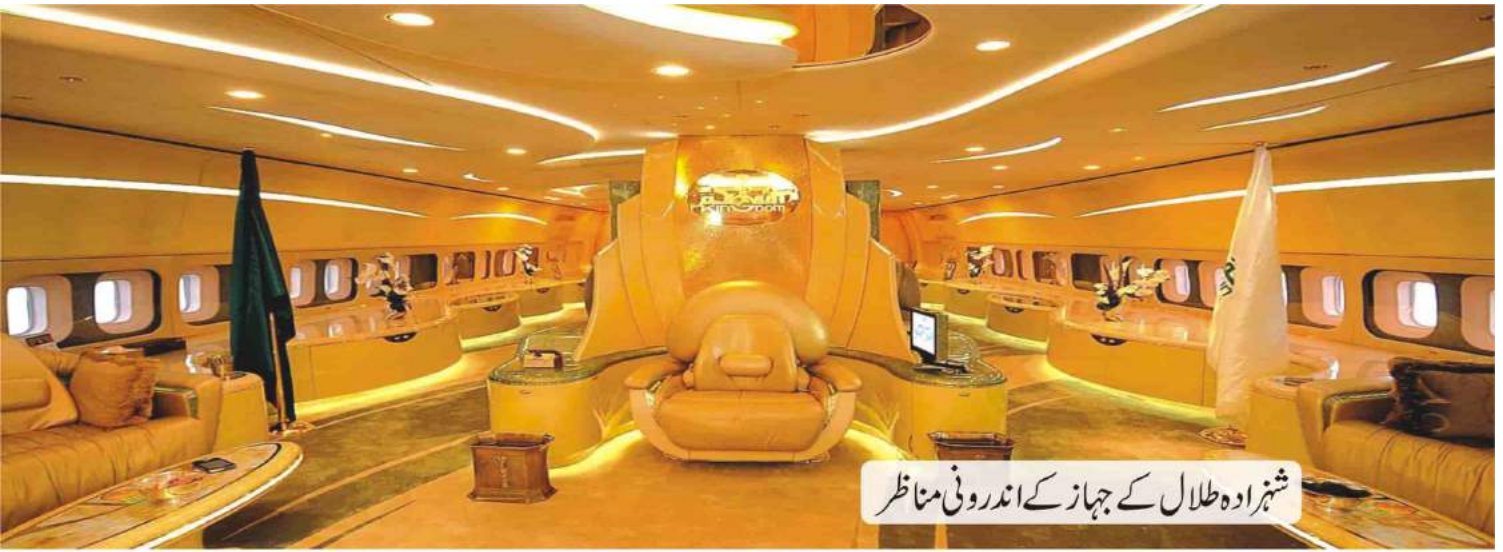
شہزادہ طلال کے جہاز کے اندرونی مناظر

شہزادہ طلال کی عالیشان کشتی
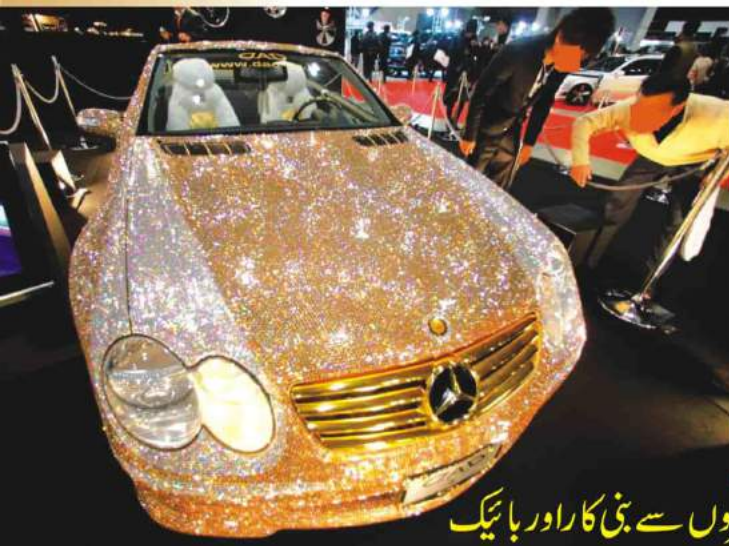
شہزادہ طلال کی سونے اور ہیروں سے بنی کار اور بائیک
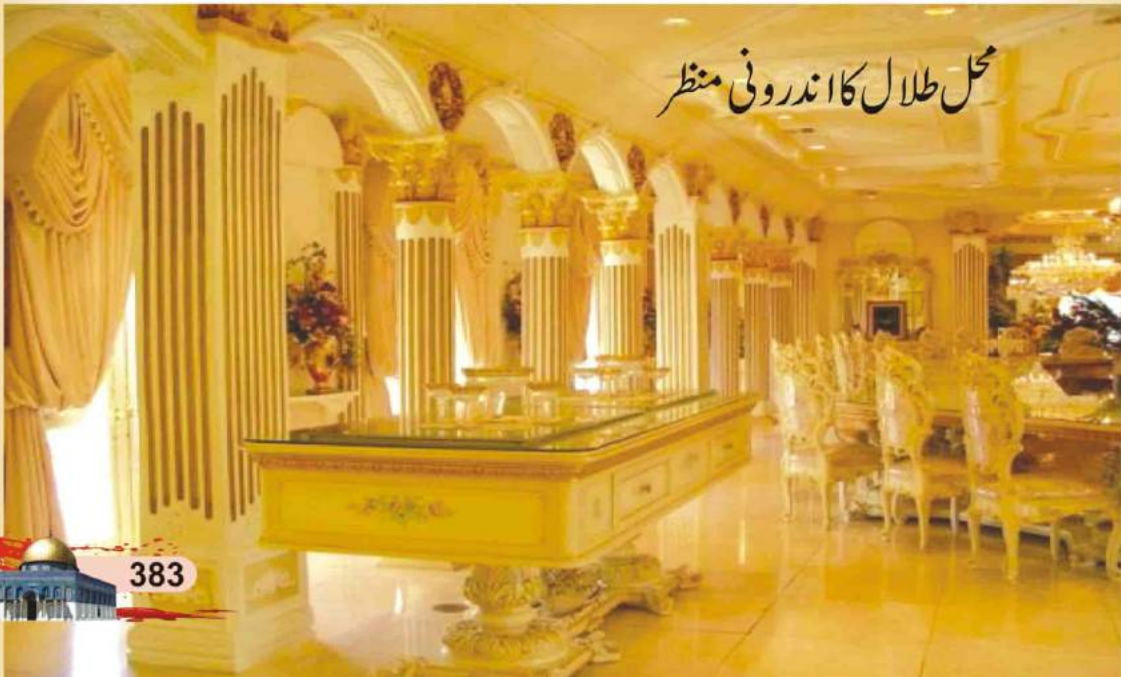
محل طلال کا اندرونی منظر

باب نمبر: 24

موضوع نمبر 1

فلسطینی تنظیمیں حماس اور الفتح کا تعارف اور سازشیں

فلسطین کا عظیم قائد اور بانیٔ حماس: شیخ احمد یاسین شہید رحمہ اللہ

دنیائے انسانیت میں حریت کا علم بلند کرنے والے مغربی اور صہیونی استعمار کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح چبھنے والے قائد شیخ احمد یاسین، جن کی جرأت اور حق گوئی پر کوئی سپر طاقت قدغن لگا سکی نہ اثر انداز ہوسکی، مفلوج ہونے کے باوجود سالہا سال تک دشمن کی جیلوں میں کربناک اذیتیں جن کے حوصلوں کو پست نہ کرسکیں، بالآخر شہادت کی منزل سے ہمکنار ہوگئے (اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ) اسرائیل کے وزیر اعظم شیرون کے حکم اور ذاتی نگرانی میں اسرائیل کے دو ایف 16 جنگی طیاروں نے قائد شیخ احمد یاسین کو فجر کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد جاتے ہوئے گاڑی پر میزائل مار کر شہید کر دیا۔ ان کے ساتھ دو محافظ بھی شہادت کا رتبہ پا گئے۔

شیخ احمد یاسین کا مختصر تعارف

یہ عظیم قائد اسلامی مزاحمتی تحریک حماس کے روح رواں 1938ء کو غزہ کی پٹی کے جنوبی ضلع المجدل کے معروف گاؤں الجورہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا نام احمد اسماعیل یاسین رکھا گیا، مگر احمد یاسین کے نام سے معروف ہوئے۔

گھرانا دین دار ہونے کی وجہ سے احمد یاسین کی تربیت اسلامی خطوط پر کی گئی۔ آپ کی عمر بمشکل تین سال کی تھی کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، ابھی مشکل حالات سے دوچار تھے کہ استعمار کی مدد سے یہودیوں نے الجورہ گاؤں پر قبضہ کرلیا۔ آپ کی والدہ آپ کو اور خاندان کے دیگر افراد کو لے کر ہجرت کر کے غزہ کے نزدیک خیمہ بستی میں پناہ گزینوں کی حیثیت سے رہنے لگیں، یوں جب اس بچے نے آنکھ کھولی تو یہودیوں کا ظلم جاری تھا۔ ہوش سنبھالا تو مدرسہ امام شافعی میں داخل ہوئے، دین کا ابتدائی علم حاصل کرنے کے بعد 1958ء میں ثانوی درجات کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔ بچپن میں شیخ احمد یاسین اکثر اپنی ماں سے معصومانہ انداز سے پوچھتے کہ ان کو اپنے گھر سے کیوں نکالا گیا ہے؟ اور یہودی کون لوگ ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ اور یہ ہمارے گھروں کو کیوں آگ لگا رہے ہیں ہمیں ان خیمہ بستیوں میں رہنے پر کیوں مجبور کر دیا ہے؟

ماں دکھ بھرے انداز میں کہتیں: بیٹا! یہ وہ قوم ہے جس نے حق کی بجائے باطل، روشنی کی جگہ اندھیرے، امن کی جگہ جنگ کو پسند کیا، انبیاء علیہم السلام تک کو قتل کیا، یہ مغضوب قوم ہے، یہ اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ جب مسلمانوں کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار ہوتی تھی تو یہ ڈر کر کونے کھدرے میں چھپ کر سازشیں کرتے رہتے تھے، مگر ان کی یہ سازشیں ناکام رہتی تھیں، اس وقت مسلمانوں نے قرآن کو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا تو یہ مغلوب تھے، مگر آج مسلمانوں نے قرآن اور جہاد کو چھوڑ دیا ہے، اس لئے یہ غالب اور مسلمان مغلوب ہیں۔

اسی بہادر ماں کی گود میں تربیت پانے والا احمد اسماعیل یاسین "قائد احمد یاسین" بن گیا۔

شیخ احمد کی جدو جہد: زمانہ طالب علمی ہی سے کٹھن اور مشکل ٹارگٹ حاصل کرنے کی عادت پڑ گئی، مشکل حالات ہونے کے باوجود انہوں نے تعلیم کو بھرپور توجہ دی اور نوجوانوں کے اندر جذبہ جہاد پیدا کرنے کے لئے کام شروع کیا، مختلف کالجز، اسکولوں، مساجد اور گھروں میں چھپ کر درس قرآن دیتے، نوجوانوں کی فکری تربیت کرتے، ان کو قرآن کی طرف متوجہ کرتے اور ان کو اس طرف توجہ دلاتے کہ آپ کی ذمہ داریاں اس لحاظ سے زیادہ بڑھ گئی ہیں کہ فلسطین کے ایک بڑے حصے پر ناپاک یہودیوں نے سامراجی طاقتوں کی مدد سے قبضہ کرلیا ہے اور ان کی پیش قدمی جاری ہے۔

ہماری پہلی ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ ہم آگے بڑھ کر اسلام کے پرچم تلے جمع ہوں اور یہودیوں کے خلاف کوشش کریں۔ وہ ورزش کے بہانے نوجوانوں کو دریا کے کنارے لے جاتے اور وہاں ان کو مختلف قسم کی ٹریننگ دیتے۔ نشانہ بازی، دوڑ لگانا، ہائیکنگ، کشتی لڑنا اور جمناسٹک ان کو سکھاتے اور خود بھی سیکھتے۔ اسی دوران ان کا تعلق اخوان المسلمون سے ہوگیا، اخوان عرب کے اندر وہ واحد جماعت تھی جو نوجوانوں کو قرآن سے جوڑنے کے لئے عملی کام کر رہی تھی، مگر دشمنوں نے اس پر کڑی نظر رکھی ہوئی تھی، ان کو اپنوں اور بیگانوں نے زیر عتاب لایا ہوا تھا، کیونکہ وہ واحد جماعت تھی جو فلسطین کی آزادی کے لئے جان و مال کے ساتھ حاضر تھی اور بڑے پیمانے پر عوام کو بیدار بھی کر رہی تھی۔ شیخ احمد یاسین اخوان کے کارکن اور بعد میں رکن بن گے۔

اسی دوران وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے قاہرہ یونیورسٹی چلے گئے، مگر وہ جو حقیقت سے آگاہ ہوجائے جہاں بھی جائے اپنے اثرات چھوڑتا ہے۔ قاہرہ یونیورسٹی کے اندر نوجوانوں کو اپنا گرویدہ بنا دیا اور نہایت حکمت کے ساتھ کام کرتے رہے، کم عمری میں ہی وہ فلسطینیوں اور غیر فلسطینیوں کی امیدوں کے مرکز بن گئے۔ واپس فلسطین آکر انہوں نے اخوان کی شاخ غزہ میں قائم کی اور اپنے آپ کو جدو جہد آزادی فلسطین کے لئے وقف کر دیا۔ انہوں نے ایک اسکول میں استاد کی حیثیت سے کام شروع کیا، دن کو اسکول میں بچوں کو پڑھاتے، رات کو تحریک کو مضبوط کرنے کے لئے مصروف عمل رہتے۔

ایک دن دوستوں کے ساتھ ورزش پر گئے ہوئے تھے، دوران مشق آپ دوسرے ساتھی کے سر پر ہاتھ رکھ کر چھلانگ لگانے کی کوشش کر رہے تھے، لیکن توازن برقرار نہ رکھ سکے اور نیچے گر گئے۔ اس سے ریڑھ کی ہڈی کے مہروں اور گردن پر شدید چوٹ آئی، مہرے اپنی جگہ سے ہل گئے جس سے گردن کا نچلا حصہ مفلوج ہوگیا۔

شیخ احمد یاسین کی گرفتاری

1966ء میں اسرائیلی آرمی نے پہلی مرتبہ اس شجر سایہ دار کو گرفتار کرلیا۔ ان کی گرفتاری اسرائیلیوں کے لئے قہر ثابت ہوئی، ہر طرف ہنگامے اور پتھراؤ شروع ہوگیا، اس پر اسرائیلیوں کو مزید تشویش ہوئی۔ ان پر الزام تھا کہ وہ مساجد میں کھڑے ہوکر اسرائیل کے خلاف تقریر کر رہے ہیں، جو کہ خلاف قانون ہے۔ اس کی سزا ان کو ضرور ملے گی۔ عدالت نے ان کو 15 سال سزا با مشقت سنائی، مگر کچھ سالوں کے بعد ان کو رہا کر دیا گیا۔

دوسری مرتبہ 1983ء میں اسرائیلی کمانڈوز نے مسجد سے متصل ایک کیمپ پر چھاپہ مارا، اگرچہ وہاں سے آرمی کو کچھ نہ ملا، مگر اس کے باوجود شیخ احمد یاسین سمیت دیگر نوجوانوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ شیخ اور ان کے ساتھیوں پر الزام یہ لگایا گیا کہ انہوں نے تخریبی کاروائیوں کے لئے اسلحہ اور گولہ بارود جمع کیا ہوا تھا۔ عدالت میں ان پر مقدمہ چلایا گیا اور 31 سال کی سزا سنا کر جیل بھیج دیا گیا۔ ابھی سزا بھگتتے ہوئے بمشکل 11 ماہ ہی ہوئے تھے کہ تنظیم آزادی فلسطین اور اسرائیلی حکومت کے درمیان قیدیوں کے تبادلے کا فیصلہ ہوا۔ اس موقع پر اسرائیلیوں نے کہا کہ ساری دنیا کو رہا کر سکتے ہیں، مگر شیخ احمد یاسین کو رہا کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے، بالآخر اسرائیلی انتظامیہ مجبور ہوئی اور اس نے شیخ کو رہا کرنے کا فیصلہ کیا۔

رہائی کے بعد آپ نے نوجوانوں کو منفرد انداز میں حکومت کے خلاف منظم کرنا شروع کیا، گاہے بگاہے آپ کی اپیل پر نوجوان حکومت کے خلاف احتجاجی مظاہرے کرتے، دشمن کے اندر رہتے ہوئے یہ مظاہرے کرنا اور وہ بھی اسرائیلی کمانڈوز کے سامنے آسان کام نہیں تھا، مگر شیخ احمد یاسین نے جوانوں کی تربیت ان خطوط پر کی تھی کہ وہ جانوں کی پرواہ کئے بغیر عمل میں نکل کھڑے ہوئے۔

ایک طرف مفلوج احمد یاسین اور ان کے پروانے اور دوسری طرف عالمی طاقتوں کے پروردہ صہیونی، جو ہر طرح کے کیل کانٹے سے لیس تھے۔ 14 مئی 1948ء کو نام نہاد صہیونی ریاست اسرائیل کے قیام کا باقاعدہ اعلان ہوا تو برطانوی آرمی کے زیر سایہ صہیونیوں نے فلسطینیوں کے قتل عام کا بازار گرم کیا، ہر طرف فلسطینیوں کے لاشوں کے ڈھیر، ماؤں کی چیخیں اور بہنوں کی پکاریں تھیں۔ بچوں، بوڑھوں تک کو بھی معاف نہیں کیا گیا۔

تحریک آزادی فلسطین کا قیام

1964ء میں فلسطینیوں نے تحریک آزادی فلسطین کے نام سے تنظیم قائم کی اور اس کے تحت کام شروع کر دیا، چند کاروائیوں کے بعد کچھ نادان دوستوں کی غلط حکمت عملی کی وجہ سے اس کے اندر تقسیم در تقسیم کا عمل شروع ہو گیا، اس کے ارکان میں سیکولر لوگ بھی تھے، جنہوں نے روس کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کی کوشش کی، جو کہ فلسطینیوں کو منظور نہیں تھے۔

مجاہد شیخ احمد یاسین نے ان خطرناک حالات کا بغور جائزہ لینے کے بعد فلسطینیوں کو اسلامی خطوط پر منظّم کرنے کا کام کیا۔ کمزور حکمت عملی، اندرونی خلفشار اور عرب حکمرانوں کی بزدلی سے استعماری طاقتوں نے فائدہ اٹھا کر جون 1967ء میں پورے فلسطین اور شام کے علاقے گولان کی پہاڑیوں، لبنان اور اردن کے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور مسجد اقصیٰ کو آگ لگا دی۔

اس خوفناک جنگ میں لاکھوں فلسطینی شہید اور لاکھوں کی تعداد میں ہجرت کر کے پڑوسی ممالک میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے، مگر مجاہد شیخ احمد یاسین نے شہادت یا مزاحمت کا راستہ اختیار کرتے ہوئے ہجرت نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے، مگر انہوں نے مزاحمت کا راستہ ترک نہ کیا۔ اقوام متحدہ اور دیگر اداروں کی پرواہ کیے بغیر اسرائیل نے جنگ جاری رکھی۔ کتنی قراردادیں بھی منظور ہوئی، مگر قراردادیں منظور کرنے والے یہودیوں کے دوست تھے۔ فلسطینیوں نے عالمی امن کے پہریداروں، انسانی حقوق کی تنظیموں اور اقوام متحدہ سمیت دیگر اداروں پر دستک دے کر مایوس لوٹنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے ماننے والے نہیں۔

تحریکِ انتفاضہ

دسمبر 1987ء میں ایک یہودی کسی جھگڑے میں ایک مسلمان کے ہاتھ سے زخمی ہو گیا، اس کا بدلہ لینے کے لئے اسرائیلی آرمی نے مقطورہ کے مقام پر چار نوجوانوں کو ٹرک کے نیچے کچل ڈالا، اسی دن 8 دسمبر 1987ء کو اسرائیل کے خلاف نئے انداز سے حملوں کا فیصلہ کیا گیا اور اس کا نام انتفاضہ رکھا گیا۔

اسلامی مزاحمتی تحریک حماس کا قیام: انتفاضہ کے شروع ہونے کے ایک ہفتے بعد 15 دسمبر 1987ء کو اسرائیل اور اس کے حواریوں کی نیندیں حرام کرنے والی تنظیم اسلامی مزاحمتی تحریک (حماس) کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ شیخ احمد یاسین اس کے بانی اور چیئرمین بنے۔ اسلامی مزاحمتی تحریک (حماس) نے اپنا عسکری بازو تشکیل دیا، جس کا نام عزالدین القسام رکھا۔

عزالدین القسام وہ شخصیت تھی جنہوں نے 1935ء میں برطانوی سامراج کے خلاف اسلامی بنیادوں پر مسلح جدوجہد کا آغاز کیا تھا اور پھر ان کو 1936ء میں شہید کردیا گیا تھا، مگر ان کی روشن کی ہوئی شمع کو حماس نے خون دے کر پھر روشن کردیا۔

مشن شہادت: حماس کے شاہین صفت نوجوانوں نے اسرائیل کے خلاف ''مشن شہادت'' کے نام سے نئے انداز سے کارروائیوں کا آغاز کردیا، اسرائیلی ٹھکانوں میں جسم کے ساتھ بم باندھ کر مجاہدین کود جاتے اور سینکڑوں اسرائیلیوں کو جہنم واصل کرکے خود شہادت کے رتبے پر فائز ہوجاتے۔ ان کے پیچھے احمد یاسین کی تربیت تھی، 4، 5 کارروائیاں مشن شہادت کے نام سے اسرائیل کے گڑھ تل ابیب میں ہوئیں، تو سہمے ہوئے فلسطین ایک بار پھر حرکت میں آگئے، اس بار ان کی قیادت ان کا کمانڈر مجاہد شیخ احمد یاسین کررہا تھا۔ فلسطین کے اندر رہنے والے باقی فلسطینیوں نے بھی حماس کے ساتھ چلنے کا فیصلہ کرلیا۔

شیخ احمد یاسین کی گرفتاری: اسرائیل نے 1989ء میں ایک بار پھر مجاہد شیخ احمد یاسین کو گرفتار کرلیا۔ نوجوانوں، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کے دلوں پر یکساں حکمرانی کرنے والا مجاہد شیخ احمد یاسین پس دیوار زنداں چلا گیا، مگر اس بار جو شمع اس نے روشن کی وہ بجھنے والی نہیں، بلکہ آگ کے الاؤ کی صورت اختیار کرنے والی تھی۔ اسرائیلی مورچوں پر حملے جاری رہے، یہودی جو طاقت کے گھمنڈ میں تھے، ان کے اس غرور کو خاک میں ملا دیا گیا۔ عالمی غنڈے چیخ اٹھے کہ یہ دہشت گردی ہے، جب فلسطینی کٹ رہے تھے، جل رہے تھے، مٹ رہے تھے تو وہ دہشت گردی نہیں تھی، اب دہشت گردی ہے کہ فلسطینی اپنے حقوق کی بحالی کے لئے بے جگری سے مزاحمت کررہے ہیں۔

اردن میں حماس کے پولیٹیکل بیورو کے چیئرمین خالد مشعل پر اسرائیلی موساد نے قاتلانہ حملہ کیا۔ خالد مشعل کے محافظوں نے ان کو پکڑلیا۔ جب اسرائیل کو پتہ چلا کہ موساد کے دو ایجنٹ پکڑلئے گئے ہیں تو اسرائیل کے وزیراعظم نے اردن کے شاہ سے مطالبہ کیا کہ وہ ان دو ایجنٹوں کو رہا کردیں تو ہم شیخ احمد یاسین کو رہا کریں گے، کیونکہ موساد کے ان ایجنٹوں کے پاس پورے عرب میں موساد کے نیٹ ورک کی معلومات تھیں۔ ان کے بدلے میں شیخ یاسین کو 1997ء میں رہا کردیا گیا۔

مجاہد شیخ احمد یاسین جو ویل چیئر پر مسجد جاتے تھے، وہ سپر طاقت کی پروردہ صہیونی ریاست کے لئے چیلنج بن گئے تھے۔ اس چیلنج کو راستے سے ہٹانے کے لئے کئی بار منصوبے بنے۔ ان پر حملے ہوئے، مگر شیخ احمد یاسین نے کہا کہ مجھے شہادت سے ڈرایا جاتا ہے، جبکہ میں اللہ کے حضور روزانہ دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے شہادت کے رتبہ پر فائز کرے، تاکہ کل قیامت کے دن اس کے حضور حاضر ہوکر کہہ سکوں کہ تیری مقدس سرزمین سے تیری باغی اور پھٹکاری ہوئی قوم کو نکالنے کے لئے لڑتے ہوئے شہادت پاکر تیرے دربار میں حاضر ہوا ہوں۔ اب تو مجھ سے راضی ہوجا۔ (تحریر: راجہ ذاکر خان)

شیخ احمد یاسین کی قبر

1987ء میں وجود میں آنے والی فلسطینی تنظیم حماس بھی اسرائیل کے لئے روز اول سے لوہے کا چنا ثابت ہوئی ہے۔ اسرائیل نے اس تنظیم کے بانی اور اولین قائد شیخ احمد یاسین رحمۃ اللہ علیہ کو جو چلنے پھرنے سے قاصر تھے اور وہیل چیئر پر رہتے تھے، 2 مارچ 2004ء کو نماز فجر کے بعد فضائی حملہ میں شہید کیا۔ اس حملہ میں ان کے کئی محافظ اور کارکنان بھی ان کے ساتھ جام شہادت نوش کرگئے۔

فلسطینی تنظیم حماس اور الفتح کا تعارف: حماس کا پس منظر بہت دلچسپ ہے، فلسطینی مسلمان رہنما حسن البناء نے ماضی میں ''اخوان المسلمون'' کے نام سے ایک تنظیم بنائی تھی۔ یہ تنظیم آگے چل کر فلسطین کی دوسری مقبول عام تنظیموں کی ماں ثابت ہوئی۔

1973ء میں اس تنظیم کے ایک رہنما شیخ احمد یاسین نے اپنی ایک نئی تنظیم بنائی۔ اس تنظیم کا نام ''مجمع'' رکھا گیا۔ اس تنظیم نے فلسطینی علاقوں میں کلینک اور اسکول کھولنے شروع کر دیئے۔ شروع شروع میں محسوس ہوتا تھا یہ تنظیم محض فلاح عامہ کے کاموں تک محدود رہے گی، لیکن جلد ہی یہ تنظیم فلاح و بہبود کے شعبے سے نکل کر سیاست میں بھی داخل ہوگئی۔ اس کی وجہ بھی بہت دلچسپ تھی، وہ یہ کہ جب اس تنظیم نے فلاح و بہبود کے کام شروع کیے تو سینکڑوں فلسطینی نوجوان ''مجمع'' کے رکن بن گئے اور اسلامی یونیورسٹی اس تنظیم کا مرکز بن گئی۔ جب تنظیم نے عوام میں جڑیں پکڑ لیں تو اس نے سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا۔

1985ء میں اسرائیل اور مجمع کا پہلا ٹکراؤ ہوا۔ اسرائیل نے مجمع کے کارکنوں پر حملے شروع کر دیئے۔ ان حملوں کے ردعمل میں ''مجمع'' کے چند دلیر نوجوانوں نے ''حماس'' کے نام سے ایک مسلح تنظیم بنالی۔ اس تنظیم کا پورا نام ''حرکتہ القادمتہ الاسلامیہ'' تھا، حماس اس کا مخفف ہے۔ حماس کے بانی ارکان میں شیخ احمد یاسین، عبدالفتح دخان، ڈاکٹر ابراہیم الیزری، عیسیٰ نجار، صالح شحارہ، عبدالعزیز رنتیسی محمود ظاہر اور خالد مشعل شامل تھے۔ ان دنوں ''الفتح'' نے مسلح جدوجہد ترک کرنے کا اعلان کر دیا تھا اور وہ پرامن سیاست میں داخل ہوگئی تھی، جبکہ اس کے مقابلے میں فلاح و بہبود کے کام کرنے والی تنظیم مجمع کے ایک گروپ حماس نے مسلح جدوجہد شروع کر دی۔

1988ء سے 2004ء تک حماس کے بے شمار رہنما شہید ہوئے، جن میں شیخ احمد یاسین، عبدالعزیز رنتیسی، یحییٰ عباس اور صالح شحارہ شامل ہیں۔ ڈاکٹر عبدالعزیز رنتیسی 2004ء میں شہید ہوئے جن کے بعد حماس کے کسی سربراہ کا اعلان نہ ہوا، تاہم خالد مشعل، محمود ظاہر اور اسماعیل تین بڑے رہنماؤں نے حماس کی ذمہ داری سنبھال لی۔ نومبر 2004ء میں یاسر عرفات کا انتقال ہوگیا، ان کے انتقال کے بعد حماس فلسطین میں کھل کر سیاست میں داخل ہوگئی۔ 2004ء میں محمود عباس فلسطین کے صدر بنے۔ انہوں نے صدر منتخب ہوتے ہی اسرائیل کے ساتھ جنگ بندی کا اعلان کر دیا۔ حماس نے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ 2005ء میں مغربی کنارے اور غزہ کی پٹی میں بلدیاتی انتخابات ہوئے، ان انتخابات میں حماس نے بہت اچھی پوزیشن حاصل کری۔

تنظیم نے ایک تہائی سیٹیں جیت لیں۔ یہ ایک ایسی تنظیم کی فتح تھی جسے امریکا اور یورپ ''انتہا پسند'' کہتا تھا، جو اسلام کے ''بنیاد پرستانہ'' نظریات کی حامل تھی۔ جسے امریکا اور یورپی یونین نے دہشت گرد تنظیم قرار دے رکھا تھا۔ بلدیاتی انتخابات میں حماس کی کامیابی امریکا اور یورپ کے لئے بہت الارمنگ تھی، لیکن اس کے باوجود ان کا خیال تھا: ''ابھی طوفان کناروں سے بہت دور ہے''۔

لیکن جب 25 جنوری کو فلسطین میں صدارتی الیکشن ہوئے تو طوفان کناروں سے باہر آ گیا۔ اس الیکشن میں 11 سیاسی جماعتوں کے 728 نمائندوں نے شرکت کی تھی، جبکہ پارلیمنٹ کی 172 نشستیں تھیں۔ یہ الیکشن 16 اضلاع میں ہوئے اور ان کے لیے 1008 پولنگ اسٹیشن بنے۔ انتخابات کے نتائج نکلے تو حماس نے 76 نشستیں جیت لیں۔ اس کی حریف جماعت الفتح کو اس الیکشن میں صرف 43 نشستیں ملی تھیں۔ الیکشن کے نتائج کے بعد مزید چار امیدوار بھی حماس میں شامل ہوگئے، جس کے بعد حماس نے فلسطین میں اکثریت حاصل کر لی۔ یہ امریکا اور یورپ کے لیے حیران کن تھا۔

فروری تک حماس امریکا کے لیے سب سے بڑا چیلنج بن گئی۔ اس کی بنیادی وجہ حماس اور امریکا کے موقف میں فرق تھا۔

بش نے اسٹیٹ آف دی یونین سے خطاب کے دوران حماس کا نام لے کر کہا: ''حماس کو چاہیے وہ دہشت گردی کو مسترد کر کے اسرائیل کو تسلیم کرلے''۔ یہ بیان بھی دو باتیں ثابت کرتا ہے۔

1: امریکا کے لیے حماس کا جہاد قابل قبول نہیں اور وہ کوشش کرے گا کہ حماس اسرائیل کے سامنے جدوجہد والی سرگرمیاں چھوڑ کر خالصتاً سیاسی جماعت بن جائے۔

2: امریکا حماس کو آنے والے دنوں میں ''الفتح'' دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کی کوشش ہوگی کہ حماس الفتح کی طرح اسرائیل کو تسلیم کرلے۔ اگر اس نے تسلیم نہ کیا تو امریکا افغانستان اور عراق کی طرح حماس کے خلاف بھی فوج کشی کر دے گا۔

حماس کے نوجوان فلسطین پر اسرائیل سے قبضہ کی ہوئی زمین لینے کے لئے بنائی گئی

کسی پرندے کا آشیانہ اجاڑ دیا جائے یا کسی انسان کو زبردستی اس کے گھر سے نکال دیا جائے یا پھر نکل جانے پر مجبور کر دیا جائے، تو محرومی کا درد اور حالات کا عذاب زندگی کو مشکل سے مشکل تر کر دیتا ہے۔ یہی وہ دکھ ہے جو عذاب بن کر ہزاروں لاکھوں فلسطینیوں کی زندگی کو تباہ و برباد کرنے کا باعث بنا ہوا ہے۔ فلسطینی مہاجرین صرف اپنے گھر سے بچھڑ جانے کا دکھ ہی برداشت نہیں کر رہے، بلکہ اپنے وطن سے دوری بھی سہہ رہے ہیں اور یہ آج یا کل کی بات نہیں، مظلوم فلسطینی برسوں سے اپنے گھر، کاروبار اور اپنے وطن سے دوری کا کڑوا گھونٹ نگلنے پر مجبور ہیں۔ 1948ء سے یہ بے گھر فلسطینی تقریباً پوری دنیا میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اردن، لبنان، شام اور دیگر ممالک میں پناہ لینے والے یہ مہاجرین اپنے گھروں میں واپسی کا خواب اب تک دیکھ رہے ہیں۔

1948ء میں اسرائیلی ریاست کے قیام کے نتیجے میں اس وقت تقریباً 750,000 مہاجرین مغربی کنارے اردن، غزہ کی پٹی، مصر، لبنان اور شام کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ 1947ء میں اقوام متحدہ کی طرف سے فلسطین کی عرب اور یہودی علاقوں میں تقسیم نے یہودی فوجوں کی فلسطین کے علاقوں میں دخل اندازی کو تقویت دی۔ حالات کے پیش نظر بہت سے فلسطینی گھر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے، جنہوں نے گھر نہیں چھوڑا ان کو جبراً نکل جانے پر مجبور کر دیا گیا۔

1968ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد مزید فلسطینیوں کو اپنے گھر چھوڑنے کا سانحہ برداشت کرنا پڑا۔ گھر سے محرومی اور اپنے وطن سے دوری کا یہ دوہرا عذاب جھیلنے کا دوسرا تجربہ تھا۔ یہودیوں کے مقبوضہ علاقے اور مظالم جوں جوں بڑھتے گئے، مزید فلسطینی بے گھر ہوتے رہے۔ غرب اردن اور غزہ سے 3 لاکھ فلسطینی پھر اپنے علاقوں سے اردن کی طرف کوچ کر گئے۔

11 نومبر 1948ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے قرارداد (111)149 کے تحت اعلان کیا کہ فلسطینی مہاجرین اپنے گھروں میں واپسی کا خوب حق رکھتے ہیں۔ جو فلسطینی اپنی مرضی سے نہ جانا چاہیں ان کو ان کی جائیداد کا معاوضہ ادا کیا جانا چاہئے۔ اس کا فیصلہ ان فلسطینیوں پر چھوڑ دیا گیا، جو مختلف ممالک میں پناہ گزین کی حیثیت سے مقیم تھے۔ یہ قرارداد وطن واپسی، نو آبادکاری، اقتصادی اور معاشی بحالی کے اصولوں کے تحت منظور کی گئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ جب ان قراردادوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو مہاجرین کی واپسی کی امیدوں پر اوس پڑتی گئی۔

اقوام متحدہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جسے حل کیا جانا ضروری ہے۔ فلسطینیوں کی اپنے علاقوں میں واپسی اور نئی نسلوں کے اپنے وطن میں مستقبل گزارنے کا مطالبہ جائز اور اخلاقی بنیادوں پر ہے اور یہ حق اقوام متحدہ میں منظور کی جانے والی ایک سے زائد قراردادوں کی بنیاد پر بھی ہے۔ ان قراردادوں میں 1948ء میں منظور کی جانے والی قرارداد 194 خاص اہمیت کی حامل ہے۔ اس قرارداد کی منظوری ہی اس بنیاد پر تھی کہ ''ان تمام فلسطینیوں کو جو اپنے گھروں کو لوٹ کر اپنے ہمسایوں کے ساتھ امن سے رہنا چاہتے ہیں پہلی فرصت میں واپس جانے کی اجازت ملنی چاہئے''۔

فلسطینی مزاحمتی تحریک ''حماس'' کے رہنماؤں نے بارہا کہا ہے کہ فلسطینیوں کے واپسی کے حق کی حفاظت خون سے کریں گے۔ اسرائیل نے ہماری زمین پر ناجائز قبضہ جما کر فلسطینیوں کو بے دخل ہونے پر مجبور کیا۔ حماس اپنے علاقے آزاد کروا کر فلسطینیوں کو وہاں آباد کرے گی۔ حماس کے انہی عزائم کے باعث اسے فلسطینی عوام میں بہت مقبولیت حاصل ہے۔ مشرق وسطیٰ میں امن کے لئے مذاکرات اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے، جب تک اسرائیل مہاجرین کی واپسی کا حق تسلیم نہیں کر لیتا۔ مشرق وسطیٰ کے سب سے بڑے مسئلے کے حل میں ایک بڑی رکاوٹ یہی ہے کہ پناہ گزین فلسطینیوں کی واپسی ان علاقوں میں ہوگی یا نہیں جن کو ان کے انخلاء کے وقت فلسطین کا حصہ کہا جاتا تھا۔

مشرق وسطیٰ اور بہت سے دنیا کے دوسرے علاقوں میں 45 لاکھ سے زائد فلسطینی پناہ گزین ہیں۔ اپنے گھروں کو لوٹنے کا مطالبہ ان کا بنیادی حق ہے، لیکن اسرائیل ان پناہ گزینوں اور ان کی نسلوں کو واپسی کی اجازت دینے سے صاف انکاری ہے۔ اسرائیل کے رویے سے لاکھوں پناہ گزینوں کی واپسی خارج از امکان نظر آ رہی ہے۔ اسرائیلی حکومت اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہے کہ ان پناہ گزینوں کو واپس فلسطین میں آنے کی اجازت دینے کا مطلب یہودیوں کے لئے زمین تنگ کر دینا ہے، کیونکہ اس سے یہودیوں کی اکثریت ختم ہو جائے گی اور اس سے اسرائیل کا مستقبل دنیا کی واحد یہودی ریاست کی حیثیت سے خطرے میں پڑ جائے گا۔

لبنان میں موجود فلسطینی مہاجرین کی کسمپرسی

اس وقت تقریباً 60 ہزار سے زائد مہاجرین نہر البارد کے کیمپوں میں رہتے ہیں۔ سینکڑوں خواتین جسم فروشی جیسے مکروہ دھندے پر مجبور ہو چکی ہیں۔ بہت سے فلسطینی نوجوان لبنانی کلبوں میں 150 سے 200 ڈالر ماہوار پر موسیقی بجا کر اپنا گزارا کر رہے ہیں۔ فلسطینی مہاجرین کا مستقبل دن بدن تاریک ہوتا جا رہا ہے، مایوسی، نامرادی اور غلط راستوں میں ملوث ہونے کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ نہیں رہا۔ لبنان میں موجود فلسطینی مہاجرین کے لئے امداد اسرائیل کے راستے آتی ہے، لیکن لبنانی فوج اور فتح الاسلام کے درمیان جاری جھڑپوں کی وجہ سے گزشتہ اڑھائی ماہ سے اسرائیل نے مہاجرین کی امداد روک دی ہے۔

گزشتہ 2 سال سے لبنان میں آباد ان فلسطینی مہاجرین کے لئے امدادی رقوم اور خوراک اسرائیل کے راستے بھجوائی جاتی ہے۔ مہاجرین کی آبادکاری کے لئے سالانہ 50 ملین ڈالرز اور 2 وقت کا کھانا دیا جاتا ہے۔ فلسطینی مہاجرین لبنان میں 60 ہزار کی تعداد میں ہیں۔ اقوام متحدہ ان کی ملازمتوں کے حوالے سے بھی کام کر رہی ہے، مگر عرب ممالک میں مہاجرین کی بڑھتی ہوئی تعداد، ان کے مسائل، فلسطین اور اسرائیل کے درمیان تناؤ نے مہاجرین کے مسئلے کو سلجھانے کے بجائے پیچیدہ کر دیا ہے۔

فلسطینی مہاجرین کی واپسی اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک عالمی برادری اسرائیل پر دباؤ نہ ڈالے۔ فلسطینیوں کی وطن واپسی کے لئے اسرائیل پر دباؤ ڈالنے کا مطلب یہ ہوگا کہ یہودی سلطنت کے وجود کو نقصان پہنچانا، جو مغربی دنیا کبھی نہیں چاہے گی۔ ایسے میں مسئلہ فلسطین کا حل فلسطینی مہاجرین کے لئے کسی قسم کی خوش خبری لاتا نظر نہیں آتا، لیکن مسلم دنیا اور حماس کا اصولی موقف اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ممکن بنا سکتا ہے۔ اگر وہ اتحاد و یکجہتی کے ساتھ اپنے نظریات پر ڈٹے رہیں۔

اسرائیلی فوج نے غزہ کے سرحدی علاقوں سے ہزاروں فلسطینیوں کو علاقہ خالی کرنے کے احکامات جاری کیے ہیں۔ مشرقی غزہ کے علاقوں الشجاعیہ، زیتون بی الھیہ بیت ہنون اور جبالیا کے مکینوں سے کہا گیا ہے کہ وہ فوری طور پر اپنے مکانات خالی کرتے ہوئے وسطی غزہ کی طرف نکل جائیں، تاکہ اس علاقے میں فوجی آپریشن کو وسعت دی جا سکے۔

الفتح کی رسی امریکہ کے ہاتھ میں ہے

15 جون 2007ء کو فلسطینی صدر محمود عباس نے حماس سے تعلق رکھنے والے فلسطین کے وزیر اعظم اسماعیل ہانیہ کو برطرف کر دیا۔ اسماعیل ہانیہ غزہ کے نواحی علاقے عسقلان کی مہاجر بستی میں 1963ء میں پیدا ہوئے۔ 4 سال کی عمر میں اسکول میں داخل کیے گئے۔ 5 سال کی عمر میں اس بچے کو معلوم ہوا کہ وہ ''غلام'' ملک میں رہتا ہے، کیونکہ اس کی سرزمین پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ 1981ء میں اس نے غزہ کے اسلامی یونیورسٹی میں قدم رکھا۔ 1984ء میں وہ اسٹوڈنٹس یونین کا ممبر بن گیا۔ وہ ذہین و فطین تو تھا ہی، اس لیے وہ جس جگہ قدم رکھتا کامیابی اس کے قدم چومتی۔

1985ء میں وہ غزہ اسلامک یونیورسٹی کا صدر منتخب ہو گیا۔ یونیورسٹی کے شعبہ تحقیق سے اس کی خاص دلچسپی تھی۔ ہر وقت اس کے پاس 3 چیزیں رہتیں۔ قلم، بندوق اور غلیل۔ 1990ء کی ایک شام وہ حماس کے بانی شیخ احمد یاسین شہید کے دولت کدے پر حاضر ہوا اور پھر یہیں کا ہو کر رہ گیا۔ حماس کے قائدین کی پے در پے شہادتوں کے باوجود 2005ء میں بلدیاتی انتخابات میں اس نے غیر معمولی کامیابی حاصل کی۔ جنوری 2006ء کے پارلیمانی الیکشن میں حماس نے میدان مار کر دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ فلسطینی صدر نے مجبوراً حماس کو حکومت بنانے کی دعوت دی۔ نتیجے میں اسماعیل ہانیہ فلسطین کے وزیر اعظم بن گئے۔

اس کے بعد انہوں نے اپنی تمام تر توجہ فلسطینی عوام کی خدمت اور فلاحی کاموں کی طرف مبذول کر دی۔ جب حماس کی ساکھ عوام میں مضبوط ہونے لگی تو امریکا بوکھلاہٹ کا شکار ہو گیا اور اس نے تمام بیرونی امداد پر پابندی لگا دی، لیکن آفرین ہے ان پر، انہوں نے امریکا کے سامنے گھٹنے ٹیکنے سے انکار کر دیا۔ جیسے کیسے وقت گزرتا رہا، یہاں تک کہ ڈیڑھ سال بعد یعنی 15 جون 2007ء کو فلسطینی صدر محمود عباس نے ان کو برطرف کر کے پہلے ایمرجنسی نافذ کر دی اور دوسرے روز پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر ہی سابق وزیر خزانہ ''اسلام فیاض'' کو عبوری حکومت کا نیا وزیر اعظم نامزد کر دیا اور پھر ایک دن بعد انہوں نے اپنی 11 رکنی کابینہ سمیت حلف اٹھالیا۔ جس وقت محمود عباس ان سے قرآن پر حلف لے رہے تھے اس وقت میں سوچ رہا تھا کہ جس قرآن پر حلف لیا جا رہا ہے اسی نے تو ''اتحاد بین المسلمین'' کا حکم دیا ہے۔ کیا یہ لوگ یہودیوں کی طرح اپنی من پسند باتوں پر عمل کرتے جا رہے ہیں؟

حماس صاف شفاف انتخابات کے ذریعے بھاری مینڈیٹ سے اقتدار میں آئی، لیکن دنیا میں جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹنے والے امریکا نے اسے قبول نہ کیا۔ وہ امریکا جس نے طالبان پر جمہوریت اور خواتین دشمنی کا الزام لگایا تھا، لیکن حماس تو ایسی نہ تھی۔ دنیا بھر میں موجود 193 ممالک میں موجود تمام حکومتی ڈھانچوں میں سب سے زیادہ تعلیم یافتہ کابینہ تھی۔ حماس کی کابینہ میں وزارتِ صحت ایک ماہر ڈاکٹر۔ وزارتِ قانون ایک ماہر بیرسٹر۔ وزارتِ خواتین ایک پڑھی لکھی خاتون۔ وزارتِ خزانہ ایک ماہر معاشیات۔ وزارتِ تعلیم عربی اور مختلف زبانوں کے ماہر ایک ادیب اور شاعر کے سپرد تھی۔ لیکن اس کے باوجود امریکا نے اسے قبول نہیں کیا۔ ملا محمد عمر اور اسماعیل ہانیہ میں ایک قدر اور صفت ضرور مشترک تھی۔ دونوں خدائے واحد لم یزل کی ذات عالی پر پختہ یقین رکھتے ہوئے مزاحمت کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا راستہ قرار دیتے تھے۔ امریکا نے جس طرح طالبان کو ناکام بنانے کے لیے شمالی اتحاد کا سہارا لیا، بالکل اسی طرح فلسطین میں حماس کو ناکام بنانے کے لئے الفتح کے جنگجوؤں کو استعمال کیا گیا ہے۔

اسرائیل کو دی جانے والی مراعات کا ایک معقول حصہ الفتح کے لیے مختص کر دیا گیا۔ ملکی سطح پر دی جانے والی امداد براہ راست فرد واحد کو دی جانے لگی، جس سے حماس کو ڈرایا دھمکایا گیا، لیکن حماس نے جھکنے اور دبنے سے انکار کر دیا۔

غزہ میں حماس اور الفتح کا وجود

اسرائیل کے غاصبانہ قبضے نے عرصہ دراز سے اہل فلسطین کو ظلم وجبر کی تاریکیوں میں دھکیلا ہوا ہے، ستمبر 1993ء میں اسرائیل اور فلسطینی حکام کے درمیان بات چیت کے بعد اسرائیل، مسلم اکثریتی علاقوں کا کنٹرول فلسطینیوں کے سپرد کرنے پر آمادہ ہوگیا تھا، جس کے بعد 1994ء اور 1999ء میں ہونے والے متواتر معاہدوں اور عالمی اداروں کی مداخلت کے بعد بالآخر اسرائیل نے 2005ء میں غزہ اور مغربی کنارے کا کنٹرول فلسطینی حکام کے سپرد کردیا، لیکن کچھ ہی عرصے بعد 2005ء میں انتفاضہ کے دوران اسرائیل نے ان علاقوں کا دوبارہ کنٹرول سنبھال لیا، تاہم جلد ہی اسرائیل نے فلسطینی علاقوں سے اپنی فوجیں بلالیں، البتہ غزہ کے فضائی، سمندری راستوں کا کنٹرول اپنے پاس رکھا اور غزہ کے شہریوں کی اندرون و بیرون ملک آمدورفت کو اسرائیل کی اجازت سے مشروط کردیا گیا۔

نومبر 2005ء میں اسرائیل اور فلسطین، غزہ اور مصر کی مشترکہ سرحد کی نگرانی کھولنے پر آمادہ ہوگئے۔ جنوری 2006ء کے پارلیمانی انتخابات کے بعد مزاحمتی تحریک حماس نے پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل کرکے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا، مگر جمہوریت کے نام نہاد عالمی چمپئنز نے حماس کی حکومت تسلیم کرنے سے انکار کردیا، اسرائیل کھلی دہشت گردی پر اتر آیا، اراکین پارلیمنٹ کی بار بار گرفتاری اور ان کے سفر میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی وجہ سے یہ اسمبلی کوئی خاطر خواہ کارکردگی پیش نہ کرسکی اور پھر اس دوران دونوں فلسطینی گروپوں حماس اور الفتح کے درمیان مسلح جھڑپیں شروع ہوگئیں۔

فروری 2007ء میں مکہ معاہدے کے نتیجے میں حماس کی حکومت کو الفتح نے قبول کرلیا اور حماس کے رہنما اسماعیل ہانیہ فلسطین کے وزیر اعظم بن گئے، مگر اس دوران سازشوں اور جھڑپوں کا سلسلہ جاری رہا، عالمی اداروں نے فلسطین پر اقتصادی پابندیاں عائد کردیں، بالآخر صدر محمود عباس نے حماس کی منتخب حکومت کو برطرف کردیا، تاہم حماس نے اس غیر جمہوری فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے غزہ کی پٹی کا کنٹرول سنبھال لیا۔ دوسری جانب بقیہ فلسطینی علاقے پر مغرب کے حمایت یافتہ وزیر اعظم، سلام فیاض کی حکومت قائم کردی گئی۔ اسرائیل نے غزہ کا محاصرہ کرکے وہاں کی مکمل ناکہ بندی کردی اور غزہ جانے والے دونوں راستے (کوفہ اور کرنی) بند کرکے وہاں اپنی چیک پوسٹیں قائم کردیں، حتیٰ کہ وہاں ادویہ اور غذا کی ترسیل پر بھی پابندی عائد کردی۔ یوں غزہ کے شہری مکمل محاصرے میں آ گئے۔ اس طرح غزہ کو دنیا کی سب سے بڑی جیل کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ بات چیت کے مختلف دور ہوئے مگر مسئلہ جوں کا توں ہے اور انسانی حقوق کے علم بردار بھی خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ حالیہ دنوں میں مصری حکومت کی دعوت پر اسرائیل اور حماس کے درمیان خفیہ مذاکرات ہوئے۔

غزہ کے محاصرے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ اسرائیل خطے میں معاشی بحران پیدا کرکے غزہ کی عوام کو یہ پیغام دے رہا ہے کہ انہوں نے حماس کا ساتھ دے کر بہت بڑی غلطی کی ہے، جس کا مداوا صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ وہ حماس سے اعلانِ لاتعلقی کردیں اور مغربی ذرائع ابلاغ کا دعویٰ ہے کہ اسرائیل اپنی اس پالیسی میں کامیاب ہورہا ہے۔

بی بی سی کے مطابق ایک حالیہ سروے رپورٹ میں حماس رہنما اور سابق وزیر اعظم اسماعیل ہانیہ کو صرف 36 فیصد عوام کی حمایت حاصل ہے، جبکہ الفتح کے رہنما اور فلسطینی صدر محمود عباس 56 فیصد عوام میں مقبول ہیں، اسی سروے رپورٹ میں مزید یہ بھی بتایا گیا ہے: گوکہ حماس کی عوامی مقبولیت کم ہورہی ہے مگر اس کی عسکری طاقت اور اثر و رسوخ میں اضافہ ہورہا ہے۔ اسرائیل کی جانب سے عائد ان پابندیوں کی وجہ سے آج غزہ کے شہری شدید مشکلات کا شکار ہیں۔ غزہ کی معیشت، کاروبار اور تعلیمی حتیٰ کہ تمام معمولات زندگی تباہ ہوکر رہ گئے ہیں۔ بے روزگاری کی شرح میں بے انتہا اضافہ اور اشیائے خورد ونوش کی قلت ہوگئی ہے۔

(حوالہ: اسرائیل آغاز سے انجام تک 272 تا 273)

فلسطینی تنظیم حماس کیسے وجود میں آئی؟ انوکھے انکشافات

یہودی ایک شدت پسند ظالم قوم ہے۔ یہ 49 سال سے فلسطین کی سرزمین انبیاء پر قابض ہیں، ان کے جہاز، ٹینک، میزائل سب فلسطینیوں کی تعداد کم کرنے کے لئے ہیں۔ وہ فلسطین کے ان شہروں پر جہاں اسرائیل حکومت نہ کرسکی بمباری کرتے رہتے ہیں اور اس مسلم نسل کشی کے لئے دنیا بھر کے یہودی اسرائیل کو فنڈ دیتے ہیں، لیکن اگر حماس کے لوگ فلسطین کی حفاظت اور خوراک کے لئے بھی فنڈ اکٹھا کرتی ہے تو ان مدد کرنے والوں کے اکاؤنٹ امریکہ منجمد کردیتا ہے اور ان کی دولت کو اپنے خزانہ میں یہ کہہ کر شامل کرلیتا ہے کہ یہ لوگ دہشتگردوں کی مدد کرتے ہیں، مگر یہودی یہ فنڈ جتنا اکٹھا کریں ان پر کوئی پابندی نہیں۔

صرف ایک شخص 75 سالہ ڈاکٹر اونگ موسکوڈز نے امریکہ کی ریاست فلوریڈا میں ایک بہت بڑا کیسینو کھول رکھا ہے، جس کے ساتھ ایک بنگو پارلر بھی ہے اور ان دونوں کی تمام کمائی جو 18 کروڑ ڈالر سالانہ سے زیادہ بنتی ہے، ایک ایسی فاؤنڈیشن کو دی جاتی ہے جو ان شدت پسند تنظیموں کو مدد اور اسلحہ فراہم کرتی ہے، جن کا کام فلسطین میں یہودی بستیاں بسانا، فلسطینی بچوں، جوانوں، عورتوں اور بوڑھوں پر گولیاں برسانا اور یہودی نوجوانوں کو مسلح ٹریننگ دینا ہے۔

یہ صرف ایک یہودی تاجر کی مدد ہے، جو ان لوگوں پر ظلم کرنے کے خلاف استعمال ہوتی ہے۔ دنیا بھر کے امیر ترین یہودی کاروباری ادارے اس دہشت گردی کے فنڈ میں اپنے عطیات جمع کرواتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں یہ قوم جو گزشتہ 60 سال سے عالمی طاقتوں کا تختۂ مشق بنی ہوئی ہے، ہمیشہ مار بھی کھاتی رہی اور انہی عالمی طاقتوں کی جانب امن کی امید بھی لگاتی رہی۔ ان کے گروہ در گروہ کبھی ایک جانب جھکتے اور انہیں اپنا نجات دہندہ سمجھتے اور کبھی دوسری جانب۔ لیکن کسی صورت بھی نہ ظلم و بربریت میں کمی آئی اور نہ دلاسوں کی تعداد کم ہوئی۔

فلسطین کے بہادر نوجوانوں کی تنظیم حماس کو فلسطینی، پارلیمان کے انتخابات میں برتری حاصل ہوئی۔ ممبران کی پارلیمان میں حماس نے 132 میں سے 76 جبکہ الفتح نے 43 نشستیں حاصل کیں، جس پر الفتح کے اس وقت کے وزیراعظم احمد قریع نے اپنا استعفیٰ محمود عباس کو پیش کیا تھا۔

حماس کی انتخابات میں کامیابی کی وجہ

سوال یہ ہے کہ آخر وہ کون سے گُر اور فارمولے ہیں جن پر عمل کر کے اسلامی تحریکیں خصوصاً حماس فلسطین میں اقتدار کے ایوانوں تک پہنچی۔ آیئے! ذرا ایک نظر اس پر ڈالتے ہیں۔ آج سے 20 سال پہلے جب حماس نے فلسطین کے مظلوم عوام کی ہر طرح سے مدد کا عہد کیا تو کوئی ان کے ساتھ نہ تھا، لیکن اس کے باوجود حماس کی اعلیٰ قیادت نے پورے فلسطین میں ہسپتالوں کا ایک جال بچھا دیا، جس کی رواں دواں ایمبولینس سروس وہاں پہنچ جاتی جہاں اسرائیلی طیاروں کی بمباری سے لوگ شہید ہو چکے ہوتے یا زخموں سے تڑپ رہے ہوتے۔ فلسطینی عوام کے گھر کی تعمیر نو سے لے کر یتیموں، بیواؤں اور معذوروں کی مالی و اخلاقی امداد تک وہ سب کچھ کیا۔ تعلیمی اداروں کا مضبوط نظام تشکیل دیا، جہاں سے وہ نوجوان تیار ہوئے جو آج پوری دنیا میں اپنی قابلیت کی بنیاد پر اہم حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ سب وہ کارکردگی ہے جو حماس کا بنیادی محور ہے۔ افرادی و مالی وسائل کی کمی کے باوجود حماس نے خدمت کو اپنی زندگی کی معراج بنایا۔ اس طرح حماس کی ساکھ فلسطینی عوام میں مضبوط سے مضبوط ہوتی چلی گئی، یہاں تک کہ حماس کے قائدین کی پے در پے شہادتوں کے باوجود 25 جنوری 2006ء کے انتخابات میں تاریخی اہم کامیابی حاصل کر لی۔

جب حماس 2006ء میں اقتدار میں آئی تو چین نے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔ امریکا اور اسرائیل کے دباؤ کے باوجود چین نے ایک شاندار عرب کانفرنس منعقد کی اور حماس کو اس میں مدعو کیا۔ 1987ء میں اپنے قیام سے لے کر اب تک چین حماس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ سلامتی کونسل میں بھی یہ فراخ دلی ہمیں بے حساب نظر آتی ہے۔ کتنی بدقسمتی ہے کہ چند مسلمان ملکوں نے حماس پر پابندی کی توثیق کی ہے۔ مسلم دنیا ظلم کے خلاف بیانات، مذمتی ارشادات کے علاوہ حماس کی کوئی قابل قدر مدد نہیں کرتی۔

حماس نے مالی وسائل کی کمی کے باوجود اور عوام کی خدمت کو اپنی زندگی کی معراج بنائے رکھا، جس کی بدولت فلسطینی عوام میں حماس کی ساکھ مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی، یہاں تک کہ قائدین کی پے در پے شہادتوں کے باوجود حالیہ انتخابات میں تمام جمہوری آداب و تقاضوں کو 100 فیصد پورا کرتے ہوئے حماس ایوان بالا تک جا پہنچی، لیکن مغربی قوتیں ان کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوئیں اور امریکا نے حماس کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنا شروع کر دیں کیونکہ امریکا کا خیال ہے کہ معاشی مجبوریاں اور پابندیاں لوگوں کو جھکنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ اسی لئے مالی امداد کو حربے کے طور پر استعمال کیا لیکن شاید ان کو یہ علم نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر سچا ایمان رکھنے والے دنیاوی پابندیوں سے ہار نہیں مانا کرتے۔ گزشتہ دنوں حماس نے اپنے جس منشور کا اعلان کیا تھا اس میں ایک شق یہ تھی کہ ''القدس'' کو فلسطین کا دارالحکومت بنایا جائے گا۔

حماس دہشت گرد تنظیم ہے اس کی مالی مدد کریں یا نہ کریں!

گزشتہ دنوں حماس نے اپنے منشور کا اعلان کیا کہ وہ عوام کو تقسیم کرنے والی دیوار ہٹادے گی۔ یہودی آبادکاری کا خاتمہ کرے گی۔ مہاجر فلسطینیوں کو واپس گھروں میں لاکران کی املاک ان کے حوالے کرے گی۔ القدس کو فلسطین کا دارالحکومت بنائے گی۔ ایک خودمختار حکومت کا قیام عمل میں لائے گی۔ قیدیوں کو آزاد کرے گی۔ قومی اور جمہوری انداز میں عوام کو بنیادی حقوق فراہم کرے گی۔ لیکن اسرائیل اور اس کی پشت پناہی کرنے والے ''امن کے داعی'' اور ''جمہوریت پسند'' قوتوں نے حماس کے اس منشور کو تسلیم کرنے سے صاف انکار کردیا۔

جناب انور غازی صاحب اپنے کالم میں لکھتے ہیں کہ مجھے ایک صحافی دوست نے کہا کہ مسلم ممالک کو فلسطین میں حماس کی حمایت اور مدد نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ حماس بھی اپنے مفادات کے حصول کی خاطر تشدد میں ملوث ہے اور اینٹ کا جواب ہمیشہ پتھر سے دے رہی ہے اور انتقامی کارروائیوں سے کبھی بھی تعمیر ممکن نہیں ہوسکتی۔ آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں کو معاف فرمایا اور طائف میں پتھر کھا کر بھی بددعا نہیں دی اور نہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا۔

میں نے کہا: آپ نے وہ کہاوت تو سنی ہوگی نا کہ ''لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے''۔ اور ویسے بھی مجبور انسانوں کا آخری سہارا یہ ہی ہوتا ہے۔ نیز آپ ﷺ نے بدر واحد میں تلواریں بھی چلائی ہیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر بدلہ کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت بھی لی تھی اور کئی جنگوں میں بذات خود تشریف بھی لے گئے تھے۔ نیز قرآن پاک میں ارشاد ہے:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا (پارہ: 17)

''ان لوگوں کو لڑائی کی اجازت ہے جن پر ظلم کیا گیا ہے''۔

اب وہ آپ بتائیں کون سا ظلم ہے جو فلسطینی عوام پر روا نہیں رکھا گیا۔

(از انور غازی)

حماس کی تائید پر امریکی پروفیسر کی چشم کشا باتیں

سینٹ لارنس یونیورسٹی امریکی ریاست نیویارک کے قدیم تعلیمی اداروں میں شامل ہے۔ جان کونز اسی یونیورسٹی میں عالمی مطالعے (گلوبل اسٹیڈیز) کے اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔ انہوں نے فلسطین اسرائیل کے مسئلے پر دو کتابیں تحریر کی ہیں اور انہوں نے حماس کی جیت پر ایک مضمون لکھا تھا، جس کے اقتباسات کو مسئلہ فلسطین کا نچوڑ کہا جاسکتا ہے۔

امریکیوں کی اکثریت کو حماس کی کامیابی پر حیرت ہے، فلسطین پر کے حقوق نہ ماننا، یہودی بستیوں کی تعمیر، فلسطین پر غاصبانہ قبضہ اور فلسطینیوں کا قتل عام۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ تشدد کرنا اسرائیل کا قانونی حق ہے، تو یقیناً آپ کو حماس امن کی راہ میں رکاوٹ لگے گی، لیکن اگر آپ کمزور اور ظلم وستم کا شکار ہونے والی پارٹی...... فلسطینیوں کے نقطہ نظر سے دیکھیں تو جان جائیں گے کہ امن کی راہ میں بنیادی رکاوٹ اسرائیلی قبضہ ہے۔

معاملہ سمجھنے کے لئے آپ اپنے آپ کو فلسطینی فرض کرلیں۔ ذرا

اسرائیلی قبضے کو 40 برس ہوگئے ہیں، جبکہ فلسطینی 60 برس سے دربدر بھٹک رہے ہیں۔ مجھے حیرانی ہے کہ وہ پہلے حماس کی طرف کیوں متوجہ نہیں ہوئے۔

انتخابات کا نتیجہ دیکھ کر امریکی اس لیے حیران ہیں کہ وہ مسئلہ فلسطین کو صرف اس عینک سے دیکھتے ہیں جو ان کو اسرائیل نے فراہم کی ہے۔ اس لیے ہمارے ہاں آئے دن یہ واویلا ہوتا رہتا ہے کہ حماس تشدد کا راستہ چھوڑ دے، لیکن اسرائیل کو وہ باتیں چھوڑنے کا ہرگز نہیں کہا جاتا جنہوں نے حقیقت میں اس مسئلے کو جنم دیا مثلاً فلسطینیوں سوچئے کہ امریکیوں سے ان کا وطن لے کر دوسروں کو دے دیا جائے...... سوچئے امریکیوں کا کیا ردعمل ہوگا۔ اگر ان کو برسوں تک دربدر بھٹکنا پڑے، مہاجر کیمپوں میں زندگی گزارنی پڑے، ان کے معصوم بچوں کو سینوں پر گولیاں کھانی پڑیں۔ شدید غربت اور تشدد کے داغ سہنے پڑیں اور یہ محسوس ہو کہ دنیا والوں نے ان کو بے یار ومددگار چھوڑ دیا ہے تو یقیناً وہ اس قسم کی زندگی سے نجات پانے کے لیے تشدد اور تنازع کی راہ اختیار کریں گے۔

(اسرائیل آغاز سے انجام کی طرف)

موضوع نمبر 2 حماس اور الفتح کی باہمی لڑائی! الفتح کی ڈور امریکی ہاتھ میں ہے

اسرائیل کو دی جانے والی مراعات کا ایک معقول حصہ الفتح کے لئے مختص کر دیا گیا۔ ملکی سطح پر دی جانے والی امداد براہ راست فرد واحد کو دی جانے لگی جس سے حماس کو ڈرایا دھمکایا گیا اور بالآخر فلسطین میں خانہ جنگی شروع کرادی گئی اور اب جبکہ محمود عباس نے غیر آئینی اقدام کے ذریعے اسماعیل ہانیہ کو برطرف کر کے پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر ہی اسلام فیاض کو وزیر اعظم بنایا تو اس غیر جمہوری اقدام کو امریکا نے جھٹ سے قبول کر لیا ہے۔ ادھر حماس نے اسلام فیاض کے وزیر اعظم مقرر کیے جانے کے بعد صدر محمود عباس کے فیصلے کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اسے آئین سے بغاوت اور تمام قوانین کی صریح خلاف ورزی قرار دیا۔ حماس کا کہنا ہے کہ محمود عباس کا یہ اقدام مغربی کنارے پر اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کے لئے اٹھایا گیا ہے۔ اس کے ذریعہ وہ امریکا اور اسرائیل کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

تازہ خبروں کے مطابق الفتح کے جنگجوؤں نے غرب اردن میں فلسطینی پارلیمان سمیت حماس کے زیر کنٹرول کئی اداروں پر قبضہ کر لیا ہے۔ واضح رہے کہ گزشتہ ہفتے غزہ پر حماس کا مکمل کنٹرول تھا، جبکہ تازہ رپورٹ کے مطابق اسرائیلی افواج اور الفتح کے جنگجوؤں نے غزہ کی ناکہ بندی کردی اور حماس کا گھیراؤ کر لیا ہے، جس کی وجہ سے اشیائے ضروریہ کی شدید قلت ہوگئی ہے۔ تازہ لڑائی میں دونوں طرف سے 250 کے قریب افراد جاں بحق ہو چکے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے فلسطین کے حالات اس قدر خوفناک ہو چکے ہیں کہ اپنے تو اپنے، بیگانے بھی افسردہ ہیں۔

عیسائیوں کے روحانی پیشوا پوپ بنی ڈکٹ نے کہا ہے کہ فلسطین کی تباہی پر میرا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ ادھر اقوام متحدہ اور امریکا نے اس علاقے میں امن فوج کی تعیناتی پر غور شروع کر دیا ہے، جب کہ اسلامی کانفرنس تنظیم نے یہ تجویز مسترد کر دی ہے۔ او آئی سی کے سیکریٹری جنرل اکمل الدین احسان اوگلو نے کہا ہے کہ باہر سے آنے والی کسی فورس کی تعیناتی کی تجویز مناسب نہیں ہے۔ امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس نے صدر محمود عباس سے فون پر بات چیت کی اور انہیں اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا۔ اس یقین دہانی سے یہ تاثر مزید پختہ ہو جاتا ہے کہ حکومت کو برخاست کرنے کا اقدام امریکا کی خواہش پر ہوا ہے۔ اس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ امریکا ہر اسلامی ملک کے اندرونی معاملات میں بھرپور مداخلت کرتا ہے، جو کہ عالمی حقوق کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کا نوٹس کون لے گا؟

حماس اور الفتح کے کارکنوں میں تصادم کا آغاز گزشتہ برس اس وقت ہوا تھا جب عام انتخابات جیتنے کے بعد حماس نے حکومت قائم کی۔ کشیدگی کی روک تھام کے لیے اس سال مارچ میں دونوں پارٹیوں پر مشتمل حکومت تشکیل دی گئی، لیکن بیرونی مداخلت سے گزشتہ دو ماہ سے لڑائی کا سلسلہ ایک بار پھر شروع ہو گیا، جس کے بعد جنگ بندی کے کئی معاہدے ہوئے جو ناکام رہے۔

ایک خبر کے مطابق محمود عباس اپنے 200 وفادار ساتھیوں کے ساتھ مصر میں سیاسی پناہ حاصل کرنے کے چکر میں ہے۔ عالمی مبصرین کے مطابق ہانیہ حکومت برطرف کرنے سے مغربی کنارے اور غزہ کی پٹی ایک دوسرے سے الگ ہو گئے ہیں اور وہاں علیحدہ علیحدہ حکومتیں قائم ہو رہی ہیں، جس سے موقع پا کر اسرائیلی حلقوں نے کہنا شروع کر دیا ہے کہ مشرق وسطیٰ کے لیے اب 2 کے بجائے 3 ریاستوں پر مبنی حل تلاش کرنا ہوگا، جن میں سے ایک اسرائیلی اور 2 فلسطینی ریاستیں ہوں گی۔

دراصل فلسطین عرصہ دراز سے عالمی طاقتوں کی سازشوں کا ہدف رہا ہے۔ اسرائیل کا قیام اس سلسلے کی محض ایک کڑی ہے اور صہیونی عراق تک کے خطے کو اسرائیل میں شامل کرنا چاہتے ہیں اور ان کی ناپاک نظریں حرمین شریفین پر بھی لگی ہوئی ہیں۔ قبلہ اول کو یہودی گرفت میں گئے 40 سال سے زیادہ ہو گئے ہیں اور اب تک دنیا بھر کے 57 اسلامی ممالک کے حکمران مل کر اسرائیل سے قبلہ اول آزاد نہیں کرا سکے۔

ادھر ایک طویل جدوجہد کے بعد حماس جمہوری طریقے سے فلسطین میں برسر اقتدار آئی، تو اسے کام ہی نہیں کرنے دیا گیا، بلکہ اس کی مکمل سیاسی و اقتصادی ناکہ بندی کر دی گئی، تاکہ اس علاقے سے حماس کے حامی یا تو نکل جائیں یا پھر فاقوں سے مر جائیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اس کے خلاف الفتح کی بھی پیٹھ ٹھونکی گئی۔ ایک رپورٹ کے مطابق حماس اور الفتح لڑائی کے دوران اسلحہ سے بھرے ہوئے ایک دو نہیں بلکہ 6 جہاز الفتح کے لیے بھیجے گئے، تاکہ فلسطینیوں کو فلسطینیوں کے ہاتھوں ٹھکانے لگایا جا سکے۔ اسرائیل کے براہ راست حملے اس پر مستزاد ہیں۔ واضح رہے کہ عرب ممالک اب تک اقوام متحدہ میں اسرائیل کے خلاف 200 سے زائد قراردادیں پیش کر چکے ہیں، لیکن اسرائیل کی ہٹ دھرمی دیکھیں کہ وہ کسی پر عمل درآمد کے لیے تیار نہیں ہے اور اب تک ہر ایک قرارداد کو جوتے کی نوک پر رکھا ہوا ہے۔

دوسری طرف شمعون پیریز کو اسرائیل کا نیا صدر منتخب کر لیا گیا ہے۔ وہ 15 جولائی کو اپنا عہدہ سنبھالیں گے۔ موصوف ''امن'' کا نوبل انعام حاصل کر چکے ہیں، جبکہ ملک کے کئی اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز ہو چکے ہیں۔ 83 سالہ شمعون پیریز موجودہ صدر موشے کشاف کی جگہ لیں گے، جنہیں متعدد اسکینڈلز میں ملوث ہونے کی وجہ سے صدر کے عہدے سے ہٹایا جا رہا ہے۔ ادھر یہود المرٹ بش سے مشورے کے لیے امریکا پہنچ گئے ہیں۔ افسوس اور دکھ کی بات تو یہ ہے کہ ایک طرف امریکا کی آشیرباد سے اسرائیل دن بدن مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جا رہا ہے، جبکہ دوسری جانب فلسطینی جماعتیں الفتح اور حماس آپس میں دست و گریباں ہیں۔

اتحاد و یکجہتی سب سے بڑا ہتھیار

افسوس کہ مسلمان اسلام دشمنوں کی چالوں میں مسلسل آتے چلے جارہے ہیں، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ الفتح اور حماس مکمل اتفاق و اتحاد سے مضبوط حکومت تشکیل دیتیں اور پھر یہ مل کر اسرائیل کو نکیل ڈالتے اور اسے اپنی حیثیت اور اوقات میں رہنے پر مجبور کرتے۔ فلسطین ہی کیا آج پوری اسلامی دنیا میں مسلمان آپس میں ہی لڑ رہے ہیں۔ وطنِ عزیز سے ترکی، افغانستان سے عراق، لبنان سے فلسطین اور صومالیہ تک ہر جگہ پر آپ کو اختلاف اور باہمی تصادم میں الجھے ہوئے مسلمان نظر آئیں گے۔

اب امریکا اور اسرائیل کی سازشیں ایسی ڈھکی چھپی نہیں کہ ان کو سمجھا نہ جاسکے۔ یہی ہر جگہ مسلمانوں کو لڑاتے اور مسلمان دشمنوں کو خنجر فراہم کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں فلسطین کے مزاحمت کاروں کے پاس اتحاد و یکجہتی کے مظاہرے سے بڑا کوئی ہتھیار نہیں۔ یہ موقع جوش کا نہیں بلکہ ہوش، اپنے خلاف ہونے والی سازشوں کے ادراک اور ان کے سدباب کا ہے۔ اگر تھوڑی سی سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کیا جائے تو ان کو کسی انتہائی اقدام سے روکا جاسکتا ہے۔

الفتح کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ سعودی امن معاہدے اور مصر میں ہونے والے امن معاہدے کا پاس کرتے ہوئے صہیونیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کے ساتھ لچک کا مظاہرہ کرے، لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک خود مسلمان وسعت ظرفی کا مظاہرہ نہ کریں گے تو اسرائیل اور امریکا یوں ہی ان کے مفادات سے کھیلتے رہیں گے۔

الفتح کی ہٹ دھرمی کی وجہ

اس کی کمر امریکا ٹھونکے ہوئے ہے اور ہر غلط اقدام پر محمود عباس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ بار بار یہ اعلانات کیے جاتے ہیں کہ امریکا نے صدر محمود عباس کو اپنی حمایت کا مکمل یقین دلایا ہے۔ گزشتہ دنوں کنڈولیزا رائس کا دورہ بھی اسی مقصد کے لیے تھا کہ الفتح کو حماس کے خلاف بھڑکایا جائے۔ الفتح کے سربراہ اور فلسطینی صدر محمود عباس کو بھی چاہئے کہ وہ یاسر عرفات کے خوفناک انجام سے عبرت حاصل کرلیں۔ اسلام، مسلمانوں اور عالم اسلام کی مجموعی حالت اس وقت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہر اسلامی ملک اور تنظیم دشمنوں کی چالوں کا ادراک کرکے ان کی سازشوں کو ناکام بنادے اور فلسطین میں جاری خانہ جنگی کی روک تھام کے لیے عرب لیگ، اوآئی سی، خلیج تعاون کونسل خصوصاً سعودی عرب اور پاکستان کو اپنا اثر و رسوخ اور بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے، تاکہ مسلمان مزید جگ ہنسائی اور مظلوم فلسطینی دوہرے تہرے ظلم و ستم سے بچ جائیں۔

اسرائیل کے بارے میں الفتح اور حماس کا الگ الگ موقف

اسرائیل الفتح کے اس لئے قریب ہے کہ الفتح فلسطین کی تقسیم کے منصوبے کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ اسے یہودی ریاست کو تسلیم

کرنے میں تامل نہیں اور یہودی بستیوں کی تعمیر کے سلسلے میں بھی اس کے رویے میں لچک کا امکان ہے۔ الفتح کے ساتھ مذاکرات کی صورت میں اسرائیل کو اپنی بقا کا اندیشہ نہیں ہوگا۔ اپنے تحفظ و بقا کے لئے وہ الفتح سے تعلقات کا خواہاں ہے، جبکہ حماس سے اسے اختلاف اس لئے ہے کہ اسے اپنے تحفظ و بقا اور سالمیت کا ہر راستہ مسدود دکھائی دیتا ہے۔

1967ء کی سرحدوں کے تعین کے حوالے سے البتہ الفتح اور حماس کا موقف ابھی تو یکساں ہے، مگر الفتح کے رہنماؤں سے اپنے مطالبات منوانا اسرائیل کے لئے ناممکن نہیں۔ اسی لئے وہ دوستی کی پینگیں الفتح کے ساتھ بڑھاتا ہے۔ اگر اسرائیل امن کا خواہاں ہے تو وہ فلسطینیوں کے مظالم ڈھانے کے بجائے امن کی بات ہی نہ کرے، بلکہ صلح و آشتی کے فروغ کے لئے حقیقی کردار بھی ادا کرے۔ انسانی حقوق کے اداروں کی رپورٹس کے مطابق اسرائیلی سیکورٹی فورسز کے مظلوم فلسطینیوں پر مظالم بڑھتے جارہے ہیں، ہر سال کی رپورٹ گزشتہ سال میں ہونے والے مظالم سے زیادہ اعداد و شمار سے بھرپور ہوتی ہے۔

امریکی انتظامیہ نے بھی محمود عباس کی سیکورٹی دستوں کو 86 ملین ڈالر کی امداد فراہم کی اور اس کے لئے بش کا یہ بیان ریکارڈ پر ہے جو اس نے دیا تھا کہ امریکہ کا مقصد مغربی کنارے میں غزہ میں دہشت گردوں کا نیٹ ورک توڑنا ہے۔ اس لئے محمود عباس کی مدد کی جارہی ہے۔ اس دوران الفتح کے سابق سیکریٹری احمد ہلاس اور صدر عباس کے سیکورٹی مشیر احمد دہلان محمود عباس کے خلاف سامنے آئے۔ ان کا موقف تھا کہ الفتح اسرائیل اور امریکی منصوبے کا حصہ بن رہی ہے۔ ان کے اس موقف کی بناء پر ان کو برطرف کر دیا گیا۔ سعودی حکومت نے دونوں فریقوں کو ایک معاہدے پر رضامند کرلیا، جو کہ فوجی حکومت کی تشکیل تھا اور دونوں دھڑے فلسطینی لبریشن آرگنائزیشن کی تنظیم نو پر آمادہ ہوگئے۔

حماس اور الفتح کا اتفاق اسرائیل کو جھکا سکتا ہے

الفتح اور حماس دونوں فلسطینی عوام کے حقوق کے لئے سرگرم ہیں۔ ایسے میں اگر یہ دونوں دھڑے مل جاتے ہیں تو فلسطینیوں کے حقوق کے لئے بہتر جدوجہد کر سکتے ہیں۔ دونوں فلسطینی دھڑوں کا اتفاق فلسطینی قوم کے لئے نعمت ثابت ہوگا۔ الفتح کے صدر محمود عباس کا اسرائیل کی جانب جھکاؤ بھی حماس اور الفتح میں مصالحت میں بہت بڑی رکاوٹ رہا ہے۔ اب اسرائیل کے رویہ پر محمود عباس کی تنقید ظاہر کرتی ہے کہ وہ اسرائیل کے منافقانہ اور دوغلے کردار پر اب مزید خاموش نہیں رہ سکتے۔

اگر حماس اور الفتح مل جل کر فلسطینی عوام کے مسائل کا حل سوچنے کی تدبیر کریں تو فلسطین کے لئے خوشی اور امید کا دروازہ کھل سکتا ہے۔

موضوع نمبر 3 حماس کے خلاف اسرائیلی سازشیں

حماس کا فلسطینی مجاہدین کے لئے جاں نثارانہ حقیقی کردار اسرائیل اور یورپ کو کسی طور پر گوارا نہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ حماس کی قیادت کے خاتمے کے درپے ہیں، تاکہ فلسطینیوں کی نمائندگی کرنے والی یہ تنظیم اپنا وجود کھودے اور باقی صرف الفتح رہ جائے، جو اسرائیل کی ہاں میں ہاں ملاتی ہے اور یورپ کی منظور نظر بھی ہے۔ الفتح اسرائیل اور یورپ کے آقاؤں کی خواہشات پر سر جھکانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتی، اسی لئے وہ صہیونیوں اور یورپ کی چہیتی تنظیم ہے۔

مسلمان تحریکوں کو غیروں کے مقابلے میں اپنوں سے نقصان زیادہ پہنچا

مسلمانوں کا یہ المیہ ہے کہ جہاں ان میں جاں نثاروں کی کوئی کمی نہیں، وہیں ان کی عصری تاریخ میں میر جعفر اور میر صادق جیسے غدار بھی ہر دور میں مسلمانوں کی تحریکوں کے لئے نقصان کا باعث بنتے رہے ہیں۔ مسلمان تحریکوں کو غیروں سے اتنا نقصان نہیں پہنچا ہوگا جتنا اپنوں نے پہنچایا ہے۔ ایسے ضمیر فروش افراد اپنے مفادات کے لئے قوم کو کھوکھلا کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ حالیہ عرصہ میں امریکہ، اسرائیل اور دیگر مسلم دشمن طاقتوں کو عالم اسلام کے خلاف مختلف خطوں میں اگر کوئی کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں تو اس میں ان سانپوں کا بہت زیادہ کردار رہا ہے جو کہ مسلمانوں کے خلاف سرگرم عمل ہیں، عراق، افغانستان اور اب مقبوضہ فلسطین عراق کے بارے میں بھی رپورٹس کے مطابق ان غیر مسلم طاقتوں نے مسلمانوں کو مخبری کے لئے استعمال کیا۔ افغانستان میں بھی مسلمانوں کے اندر سے ضمیر فروش خریدے گئے۔ ان ضمیر فروشوں کے ذریعے مزاحمت کاروں کے ٹھکانے معلوم کئے جاتے ہیں اور پھر غیر مسلم طاقتیں ان پر چڑھائی کر دیتی ہیں۔

غزہ پر حالیہ یلغار میں اسرائیل نے الفتح سے روابط کو استعمال کیا۔ الفتح کے اراکین نے اسرائیل کو حماس کے ٹھکانوں کے متعلق معلومات فراہم کیں۔ جن کی بناء پر حماس کے مراکز اور قیادت کو نشانہ بنانا آسان ہوگیا۔ مغربی کنارے پر آباد باشندوں میں سے اسرائیل نے اپنے نمائندے منتخب کئے، جنہیں ہم بجا طور پر اسرائیلی ایجنٹ کہہ سکتے ہیں، ان اسرائیلی ایجنٹوں کا انتخاب الفتح کے اراکین یا الفتح سے وابستہ فلسطینی باشندوں میں سے کیا گیا، ان الفتح کے ممبروں نے حماس کے ٹھکانوں پر یلغار کو اسرائیل کے لئے آسان بنادیا۔ ان اسرائیلی ایجنٹوں کا مسئلہ پہلے بھی موضوع بحث تھا، لیکن حالیہ غزہ پر حملے کے بعد یہ دوبارہ گرم موضوع بن گیا ہے۔

غزہ کی حالیہ یلغار کے بعد حماس کے سیاسی شعبہ کے نائب صدر ابو مرزوق کا بیان الفتح کی حقیقت آشکارا کر دینے کے لئے کافی ہے۔ انہوں نے بغیر لگی لپٹی رکھے واضح طور پر کہا کہ حماس کے خلاف جاسوسی کرنے والے فلسطینی ایجنٹوں نے حالیہ یلغار کے دوران غزہ میں واقع حماس کے ٹھکانوں کی نشاندہی کر کے اسرائیل کے پانچویں فوجی دستے کا کردار ادا کیا ہے۔ حماس کی قیادت کی جانب سے الفتح کو جاسوسی کا الزام دینا کوئی قرین معاملہ نہیں، بلکہ حقیقت برمحل ہے، کیونکہ حماس کو ایسی بہت سی مصدقہ اطلاعات موصول ہوئیں کہ الفتح کے یہ اراکین حماس کے خلاف جاسوسی کررہے ہیں۔ اسرائیلی ایجنٹوں کے طور پر کام کرنے والے فلسطینیوں کی نقل و حرکت کے متعلق حماس کو ثبوت و شواہد ملے۔

غزہ میں اسرائیل کیلئے حماس کی جاسوسی کا خفیہ نیٹ ورک

اسلامی تحریک مزاحمت کے عسکری ونگ القسام بریگیڈ کو غزہ پر حالیہ جارحیت سے کچھ عرصہ قبل پتہ چلا کہ غزہ میں اسرائیل کے لئے حماس کی جاسوسی کرنے کے لئے ایک پورا نیٹ ورک کام کر رہا ہے۔ یہ خفیہ گروپ خاص طور پر حماس کی جاسوسی و مخبری کے لئے تشکیل دیا گیا تھا۔ یہ گروپ اسماعیل ہانیہ اور ان کے رفقاء کار کی نقل و حرکت کے متعلق معلومات اکٹھی کر رہا تھا، اسماعیل ہانیہ کے مکان اور ان کے رفقاء پر بھی نگاہ رکھی جارہی تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں اس امر کا انکشاف بھی ہوا کہ یہ خفیہ گروپ نہ صرف حماس کے متعلق جاسوسی کر رہے تھے، بلکہ اسرائیلی جارحیت کو طوالت و وسعت دینے کے لئے بھی کام کر رہے تھے۔

اس کے علاوہ ایجنٹوں کے کئی گروپ حماس حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے فوجی سطح پر بھی سازشوں میں مصروف تھے۔ غزہ کے تل الھوی علاقہ میں فلسطینی ایجنٹوں نے حماس کے کارکنوں پر پیچھے سے فائرنگ کر کے ثبوت فراہم کر دیا کہ وہ اپنے مفادات کے لئے حماس سے دو بدو لڑائی پر آمادہ ہیں۔ فضا سے اسرائیل حملے کر رہا تھا اور زمین پر یہ ایجنٹ حماس کے ساتھ دو بدو تھے۔ اسرائیل نے مسئلہ فلسطین کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دینے کی سازش تیار کی۔ ایسی سوچی سمجھی سازش، جس کا اعتراف خود اسرائیل اور یورپی قیادت نے کیا۔

جرمنی روزنامہ یونجا ویلیٹ میں سیاسی تجزیہ نگار اوراینھارٹ نے اپنی تجزیاتی رپورٹ میں انکشاف کیا کہ الفتح کو ساتھ ملانے کا منصوبہ کوئی نیا نہیں۔ امریکی صدر بش کی انتظامیہ نے فلسطین کی داخلی صورتحال کو دھماکہ خیز بنا کر فتنوں کی آگ بھڑکا کر فائدہ اٹھانے کا منصوبہ تو بہت پہلے ہی سے تیار کرلیا تھا، بلکہ حماس تحریک کے سیاسی و عسکری قائدین کا صفایا کرنے کے لئے الفتح اراکین کو بھی آمادہ کیا گیا۔

الفتح کے رہنماؤں کا اسرائیل کی مدد کرنے کا وعدہ

تل ابیب کے مقیم امریکی فوجی رابطہ کار کے ذمہ دار جنرل کیتھوڈ ائٹن نے اعتراف کیا تھا کہ فتح تحریک کے تمام ہی دھڑوں پر امریکہ کا مضبوط اثر ہے۔ غزہ پٹی کے علاقے میں جلد ہی ایسی بھیانک اور ظالمانہ کارروائی ہوگی کہ رحم وکرم اور ہمدردی کو پاس پھٹکنے نہیں دیا جائے گا۔ اس منصوبے پر کام کرنے کے لئے اسرائیل وامریکہ کے دوست وہمنوا اور اتحادی ''الفتح'' کے رہنماؤں نے ساتھ دینے کا وعدہ کرلیا ہے اور اس سلسلے میں مفاہمت بھی کرلی ہے۔ حماس تحریک کے خلاف کاروائی شروع کرنے سے پہلے الفتح کے اراکین کی تربیت کی گئی۔ اس کے علاوہ انہیں ضروری ساز وسامان بھی فراہم کیا گیا۔ اتھارٹی صدر کے گارڈوں کی تربیت کے لئے 59 ملین یورو کو بھی منظور کیا گیا۔ فلسطینی ایجنٹ اسرائیل کو حماس قائدین کے مکانات اور ان کے ٹھکانوں کے متعلق معلومات فراہم کرتے رہے۔ حتیٰ کہ بعض ایجنٹوں نے تو حماس کے مراکز پر فاسفورس حملوں کے لئے بعض نشانات وضع کئے، تاکہ اسرائیل کو بمباری میں مشکل پیش نہ آئے۔

تحقیقات کے بعد یہ بات تو اب پائے ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حالیہ جارحیت کے دوران حماس کے دو اعلیٰ عہدیدار نزار ریان اور سعید صیام کی شہادت میں ان ایجنٹوں نے بنیادی کردار ادا کیا، اگر یہ ایجنٹ اسرائیل کے ساتھ مکمل تعاون نہ کرتے تو اسرائیل انہیں ہلاک کرنے میں کامیاب نہ ہوتا۔ حماس کے وزیر خارجہ سعید صیام کے گھر کی نشاندہی ان ہی ایجنٹوں نے کی۔ ان ایجنٹوں کا یہ معاملہ صرف چند افراد تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس کی بنیادیں بہت گہری اور مضبوط ہیں۔

غزہ پر اسرائیلی جارحیت کا مقصد

اسرائیل کا غزہ پر حالیہ جارحیت کا مقصد غزہ سے حماس کا مکمل صفایا اور اسے حماس کی دشمن تنظیم الفتح کے صدر محمود عباس کے زیر اقتدار لانا تھا۔ محمود عباس کو اقتدار میں لانے اور الفتح کی حکومت قائم کرنے کے لئے اس نے اسرائیل کی بھرپور جاسوسی کی اور اسرائیل کی ہر اس طریقے سے رعایت کی، جس سے حماس کو نیچا دکھایا جاسکے۔ غزہ پر حالیہ یلغار کے دوران پیش آنے والے واقعات نے ثابت کردیا ہے کہ محمود عباس کی حکومت کا تعاون اسرائیل کے ساتھ پورے طور پر رہا ہے اور ان ہی کی معلومات نے اسرائیل کو حملہ کرنے میں شہ دی۔ شواہد کی بناء پر غالب امکان ظاہر کیا گیا ہے کہ غزہ پر حملے کے متعلق محمود عباس کو مکمل اطلاع تھی، حتیٰ کہ حملے کے مقاصد اور اس کے مراحل کے بارے میں بھی علم تھا۔

اسرائیل کے 100 جاسوسوں کی گرفتاری

حماس کی خصوصی فورس نے 100 کے قریب ایسے افراد کو گرفتار کیا، جو اسرائیل کے لئے خاص کر جاسوسی کے مشن پر تعینات تھے، یہ جاسوس اسرائیل کی طرف سے فراہم کردہ خصوصی آلات کے ذریعے حماس کی اہم تنصیبات کے اعلیٰ کمانڈروں کی رہائش گاہوں اور اسلحہ کے ذخیروں کی نشاندہی کرتے رہے۔ گرفتار ہونے والے ان جاسوس ایجنٹوں نے اعتراف کیا ہے کہ ایسا کرنے کے لئے انہیں رملہ سے الفتح کے بیشتر ارکان نے ہدایات دی تھیں۔

ان غداروں کی جاسوسی کے سبب کئی قائدین کی شہادت واقع ہوئی اور کئی کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہوا۔ شیخ احمد یاسین کی شہادت کا واقعہ بھی اس طرح کی ہی جاسوسی کے سبب ہوا اور اس کے لئے حسن محمد مسلم نامی فلسطینی کا نام لیا جاتا ہے، جس نے شیخ احمد یاسین کی ہلاکت کے لئے اسرائیل کو معلومات فراہم کی تھیں۔ اس جاسوسی کے بدلے میں اسرائیل نے اسے 3 ہزار امریکی ڈالر عطا کئے تھے، جس کو بعد میں القسام عسکری ونگ نے گرفتار کرلیا۔ اس ایجنٹ نے اعتراف کیا تھا کہ اسے اسرائیلی فوجیوں نے گرفتار کرلیا تھا اور اسے جبراً جاسوسی پر مجبور کیا۔

موساد کے ہاتھوں حماس رہنما کا قتل

حال ہی میں حماس کے ایک اہم کمانڈر کا دبئی میں قتل بھی دراصل اسرائیل کی فلسطینی نوجوانوں کے خلاف سازشوں کو بے نقاب کرتا ہے۔ 50 سالہ محمد المحمود مجوح نے عزالدین قسام بریگیڈ کی بنیاد ڈالی تھی۔ ان کی موت 20 جنوری کو دبئی کے ایک ہوٹل میں پراسرار طور پر ہوئی اور وہ شہادت پا گئے۔ حماس نے ان کی شہادت پر کہا ہے کہ یہودیوں کے اس جرم کا مناسب موقع آنے پر بدلہ لیا جائے گا۔

مجوح شام میں کافی عرصہ سے رہ رہے تھے۔ ان پر 1979ء میں دو اسرائیلی فوجیوں کو اغواء کرکے ان کے قتل کے منصوبے میں شریک ہونے کا الزام تھا۔ حماس کے ایک سیاسی رہنما عزت الرشق کے مطابق محمد کی موت اس دن اچانک ہوئی، جس دن وہ دبئی پہنچے۔ حماس قیادت معاملے کی مزید جانچ پڑتال کے لئے متحدہ عرب امارات کی انتظامیہ کے ساتھ مل کر کام کر رہی ہے۔

حماس کے 10 کارکنوں کی ناجائز گرفتاری

عزالدین قسام گروپ کافی عرصہ سے اسرائیلیوں کے نشانے پر تھا۔ اس نے اسرائیلیوں کو نشانہ بنانے کے لئے بہت سے حملے بھی کئے ہیں۔ اسرائیل نے حماس کے کمانڈروں اور کارکنوں دونوں کے خاتمے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ فلسطینی رہنماؤں کی گرفتاری اور ان کی نامعلوم مقام پر منتقلی اسرائیل کا وطیرہ بن چکا ہے۔

گزشتہ دنوں اسرائیل اور حماس کے درمیان قیدیوں کے تبادلے پر بات چیت ناکام ہونے کے بعد بھی صہیونی قیادت نے حماس کے 10 کارکنوں کو گرفتار کرلیا۔ حراست میں لینے کے بعد ان کو نامعلوم مقام پر منتقل کردیا۔ حماس کے کارکنوں کو ناجائز حراست میں رکھنا اسرائیل کا وطیرہ بن چکا ہے۔ اسرائیل حماس کے کارکنوں کو حراست میں لینے کے بعد ان پر سنگین الزامات عائد کرتا ہے اور ان کو دہشت گرد قرار دیتا ہے۔ اسرائیلی فوج کے ترجمان نے ان رہنماؤں کو بھی دہشت گرد قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ افراد حماس کو دہشت گردی کی تنظیم بنانے میں شامل ہیں۔

حماس کے مطابق حراست میں لئے افراد میں اسمبلی کے چار ممبران اور سابق نائب وزیراعظم بھی شامل ہیں، جبکہ ایک فرد کا تعلق علم و ادب کی دنیا سے ہے۔ حراست میں لئے گئے افراد میں ناصر شعیر بھی شامل ہیں جو 2006ء میں فلسطینی اتھارٹی کے نائب وزیراعظم رہے ہیں۔ ان کو نابلس میں حراست میں لیا گیا، جبکہ چار دیگر افراد کو جنین کے علاقے سے حراست میں لیا گیا۔

اسرائیل نے حماس کے خلاف کارروائیوں میں اضافہ کردیا ہے۔ حماس ارکان کی گرفتاریوں اور ان کے خلاف ہلاکت خیز واقعات میں تیزی مغربی صہیونی قیادت کے ارادوں کو بے نقاب کررہی ہے۔ حماس کے اب تک 925 لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ 225 رفاہی ادارے بند کئے جا چکے ہیں۔ حماس ارکان کے خلاف تشدد، قتل اور ان کی گرفتاری اسرائیل کی پہلی ترجیح ہے۔ غزہ پر آئے دن حملے بھی اس مقصد کی کڑی ہیں۔ موساد اور سی آئی اے دونوں ہاتھ دھو کر حماس کے پیچھے پڑے ہیں۔ دبئی میں حماس کمانڈر کا قتل بھی اس کا واضح ثبوت ہے۔

حماس پر یہ سب دباؤ ڈالنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ مغربی صہیونی قیادت کے مصالحتی یا مفاہمتی فارمولے پر چون و چرانہ کرے اور آنکھیں بند کیے بغیر اس کو تسلیم کرلے۔

حماس کے مقابلہ میں اسرائیلی اجرتی قاتل یماس

تنازعہ فلسطین کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فلسطین میں قابض اسرائیلی فوج، پولیس اور خفیہ ادارے مل کر منظّم انداز میں فلسطینیوں پر مظالم ڈھانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے، لیکن منظّم فوج اور پولیس کے علاوہ اسرائیل نے کچھ ایسے اجرتی قاتل گروہ بھی پال رکھے ہیں، جنہیں فلسطینیوں کے قتل اور ان کی بے دریغ گرفتاریوں کے لیے آلہ کار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ان اجرتی قاتلوں کے ویسے تو کئی گروپ ہیں جو ہمہ وقت فلسطینیوں کے جان و مال پر حملوں میں مصروف رہتے ہیں، مگر ''مستعربین اور یماس'' وہ یہودی ہیں جو نسلاً عرب نہیں، لیکن عرب ممالک سے نقل مکانی کر کے فلسطین آئے ہیں۔ یہ عربی بولتے ہیں اور ان کا رہن سہن بھی عربوں جیسا ہی ہے۔ ''مستعرب'' کا لفظ ان نسلی گروہوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو نسلاً عرب نہیں، بلکہ انہوں نے بعد میں عربی بودوباش اختیار کر لی۔

مرکز اطلاعات فلسطین کے مطابق حال ہی میں مقبوضہ بیت المقدس میں پناہ گزین کیمپ سے تعلق رکھنے والے 16 سالہ محمد ابوخطیر کی نماز فجر کے بعد اغواء اور بے رحمی سے قتل میں بھی ''مستعربین'' ہی کا گینگ ملوث ہے۔ یہی وہ گروپ ہے جو مظاہرین کے روپ میں فلسطینی احتجاجی جلوسوں میں داخل ہو کر اسرائیل کے خلاف نعرے لگانے والوں کو پکڑتا اور یرغمال بنا کر فوج کے حوالے کرتا ہے۔ اس کی تازہ مثال محمد ابوخطیر کی اغواء کے بعد شہادت ہے اور اس کے علاوہ 2 مظاہرین محمود مطر اور کالد زادہ کے اغواء کے بعد اسرائیلی فوج کے حوالے کرنے کی کارروائی بھی مستعربین کی کارستانی تھی۔ ان دونوں فلسطینیوں کو ''مستعربین'' کے گینگ نے مشرقی بیت المقدس کے ''العیز ریہ'' قصبے سے رات کے اوقات میں نکالے گئے ایک احتجاجی جلوس پر چھاپے کے دوران گرفتار کیا تھا۔ مستعرب کے نام سے مشہور گینگ نے فلسطینی جوانوں کو پکڑنے کے بعد اسرائیلی فوج کے حوالے کر دیا تھا۔

''مستعربین'' جسے عبرانی میں ''مستعرفیم'' کہا جاتا ہے، اسے اسرائیلی پولیس کے زیر انتظام اہم یونٹ سمجھا جاتا ہے۔ ان میں عربوں کے ناموں سے ملتے جلتے ناموں، حلیے، لباس اور وضع قطع کے اجرتی قاتل شامل ہیں۔ فلسطین میں مستعربین کے نام سے جانے پہچانے والا یہ گروہ دراصل اسرائیلی پولیس کا ایک خفیہ یونٹ ہے جس کا نام ''یماس'' (Yamas) ہے، جو مستعرفیم کا مخفف ہے۔ مزاحمتی سرگرمیوں کو کچلنے کے لئے اسرائیلی پولیس کا یہ خفیہ یونٹ اسرائیلی بارڈر گارڈز ''میکوو'' کے ساتھ مل کر کارروائیاں کرتا ہے۔ عام طور پر کسی بھی فورس کا خفیہ گروپ شواہد اکٹھے کرنے، جاسوسی اور پیشگی اطلاعات فراہم کرنے کی ذمے داریاں ادا کرتا ہے، لیکن یماس کا طریقہ واردات اس سے مختلف ہے۔ یہ گروہ ٹارگٹ کلنگ، اغواء اور تشدد کی گھناؤنی سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ ان سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے اسے کسی فورس یا ادارے کے بجائے اجرتی قاتلوں کا گروہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔

اسرائیلی فوج نے یماس کی بنیاد رکھی

1990ء میں اسرائیلی فوج نے یماس کے نام سے یہ یونٹ قائم کیا تھا۔ اس کے قیام کا بنیادی مقصد غزہ کی پٹی اور مغربی کنارے سے ہونے والی مزاحمتی سرگرمیوں کو خفیہ آپریشنز کی مدد سے کچلنا تھا۔ 1992ء میں اسرائیلی دارالحکومت کی سیکورٹی کی ذمے داری بھی اسی خصوصی یونٹ کو دے دی گئی، جب کہ 1995ء تک اسے ایک باقاعدہ خفیہ یونٹ بنا دیا گیا۔ یماس کے قیام کو سرکاری طور پر پہلی مرتبہ 1992ء میں قبول کیا گیا، اس سے قبل اسرائیلی فوج کی دستاویزات میں ایسے کسی گروپ کا وجود نہیں ملتا تھا۔ اسرائیلی فوج نے مجبوراً یماس کے وجود کو سرکاری طور پر قبول کیا، کیوں کہ 1992ء میں یماس کے خفیہ آپریشن کے دوران جو کہ یماس کے اہل کاروں کی فلسطینی مزاحمتی گروپ میں شامل کروانے کے لئے کیا گیا تھا، ''دوستانہ'' فائرنگ کے دوران یماس کے کارندے مارے گئے اور سرحدی گارڈز میگوو کے کمانڈر کو تسلیم کرنا پڑا کہ یماس اسرائیلی سیکورٹی فورسز ہی کا حصہ ہے۔ اس اسپیشل یونٹ میں شامل اکثر کارندے نسلاً یہودی نہیں ہوتے، ان میں سے زیادہ تر کا تعلق اسرائیل میں آباد عرب اقلیتی علاقوں خصوصاً ''دروز'' کے علاقے سے ہوتا ہے۔ یہ عربی روانی سے بولتے ہیں اور بول چال کے علاوہ یہ عربی ثقافت سے مکمل ہم آہنگی کے باعث کسی بھی عرب علاقے میں بہ آسانی سرایت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

یماس کی خصوصی تربیت

حساس اہداف کی وجہ سے یماس میں شامل ہونے والے کارندوں کو خصوصی تربیت دی جاتی ہے اور بہت دیکھ بھال اور جانچ پرکھ کے بعد ہی کسی کو اس یونٹ کا حصہ بنایا جاتا ہے۔ بھرتی کے بعد انہیں سخت تربیتی مراحل سے گزارا جاتا ہے، جس میں جسمانی اور دماغی دونوں قسم کی تربیت شامل ہوتی ہے۔ آئی ڈی ایف اور اسرائیلی پولیس میں عورتوں کی ایک بڑی تعداد بھرتی کی گئی ہے، لیکن اس کے برخلاف یماس کے تقریباً سب ہی کارندے مرد ہیں اور ان کے لیے غیر شادی شدہ ہونا بھی شرط ہے۔

مستعربین (یماس) کی منافقانہ حرکتیں

اسرائیل کے خلاف احتجاجی جلوس میں حصہ لینے والے احمد نامی فلسطینی نے ایک نشریاتی ادارے سے بات چیت کرتے ہوئے بتایا کہ ''مستعربین'' گینگ کے عناصر فلسطینی مظاہرین میں اس طرح گھل مل جاتے ہیں کہ ان کی پہچان بھی مشکل ہوجاتی ہے۔ یہ لوگ مظاہرین کی طرح احتجاج کی علامتوں والی ٹی شرٹس پہنتے اور مظاہرین کے ساتھ مل کر اسرائیلی پولیس اہلکاروں پر سنگ باری بھی کرتے ہیں، تاکہ ان کے بارے میں شبہ نہ ہوسکے۔ اس دوران وہ موقع پاکر فلسطینی شہریوں کی شناخت کرتے اور انہیں پکڑنے کی بھی کوشش کرتے ہیں اور انہیں موقع مل جائے تو انہیں جان سے مار دینے میں بھی تامل نہیں کرتے۔

(تحریر: رانامحمد آصف)

حماس کے ہاتھوں جاسوسی نیٹ ورک ٹوٹنے پر موساد پریشان

حماس کے ہاتھوں غزہ میں اسرائیلی انٹیلی جنس نظام ٹوٹنے پر موساد سخت پریشانی کا شکار ہیں۔ اسرائیلی جریدے ٹائمز آف اسرائیل نے انکشاف کیا ہے کہ موساد کے لئے کام کرنے والے غزہ کے مقامی جاسوسوں کی بڑی تعداد حماس کے ہاتھوں گرفتار یا ماری جاچکی ہے اور جو جاسوس بچ گئے ہیں، انہوں نے غداروں کا عبرتناک حشر دیکھ کر صہیونی آلہ کار بننے سے توبہ کرلی ہے۔ اس صورتحال سے پریشان اسرائیلی انٹیلی جنس غزہ میں نئے جاسوسوں کی بھرتی کے لئے سرگرم ہے۔ اس حوالے سے موساد کا ہدف غریب اور مفلوک الحال فلسطینی خواتین ہوں گی۔ خلیجی جریدے، گلف نیوز کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ حالیہ جنگ میں حماس انٹیلی جنس نے 200 سے زیادہ مشتبہ جاسوسوں کو گرفتار کرکے نامعلوم مقام پر منتقل کیا تھا۔ ان سے کی جانے والی تفتیش میں درجنوں گرفتار شدگان کے حوالے سے یہ تصدیق ہوگئی کہ وہ اسرائیلی انٹیلی جنس موساد کے لئے جاسوسی میں ملوث ہیں اور ہزاروں ڈالرز ماہانہ اور دیگر مراعات پا رہے ہیں۔

حماس انٹیلی جنس ونگ کے ذرائع کا کہنا ہے کہ اسرائیلی ایجنٹ بننے والے مرد و خواتین کے قبضے سے سیٹلائٹ فون، ٹرانس میٹر، جی پی ایس آلات اور لوکیشن ٹریکرز بھی برآمد ہوئے۔ واضح رہے کہ ایک ماہ پر محیط جنگ میں حماس نے اسرائیلیوں کے لئے جاسوسی کرنے والے کم از کم 50 جاسوسوں کو سزائے موت دی، جس سے گھبرا کر باقی جاسوسوں نے اسرائیلی انٹیلی جنس کو معلومات فراہم کرنا بند کردی ہیں۔ اس طرح غزہ پر اسرائیلی انٹیلی جنس نیٹ ورک ٹھپ ہوچکا ہے۔ چنانچہ موساد نے عربی بولنے والے یہودیوں کی مدد سے غزہ میں نئے جاسوسوں کی بھرتی کا فیصلہ کیا ہے۔ اسرائیلی انٹیلی جنس ذرائع کے مطابق اب غزہ میں کام کرنے والے فلسطینی جاسوسوں کا معاوضہ دوگنا کردیا جائے گا۔ ادھر حماس نے ایک خفیہ مراسلے میں تمام کارکنان کو ہدایات دی ہیں کہ خاص معلومات کے بارے میں کسی سے کوئی تبادلہ خیال نہ کریں اور آپس کے رابطوں کے لئے موبائل فون کا استعمال بھی ترک کردیں۔ اس کے ساتھ ہی گھر میں تعزیت یا اظہار یکجہتی کے لئے آنے والے کسی بھی فرد کے ساتھ میل جول نہ بڑھائیں، مبادا وہ اسرائیلی ایجنٹ نکلے۔

اسرائیل کی زیادہ تر توجہ خواتین جاسوس بھرتی کرنے پر ہوتی ہے

فلسطینی تحریک مزاحمت کی آفیشل ویب سائٹ ''المجد'' کی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ اسرائیلی انٹیلی جنس کی تربیت یافتہ 100 خواتین میں سے 12 خواتین بھی حماس کے ہاتھوں گرفتار ہوئی ہیں، لیکن اب تک ان میں سے کسی کو بھی کوئی سزا نہیں دی گئی ہے۔ حماس کے ذمہ داران کا کہنا ہے کہ اسرائیل کی زیادہ تر توجہ خواتین جاسوس بھرتی کرنے پر ہوتی ہے۔ ان کا خاص نشانہ ایسی خواتین ہوتی ہیں جن کے اہل خانہ بے روزگار ہوں، تاکہ وہ غربت اور افلاس کی تنگی سے بچنے کے لئے اسرائیلی انٹیلی جنس سے تعاون کریں۔ اسرائیلی انٹیلی جنس کے مطابق جاسوس نیٹ ورک میں بہترین کارکردگی خواتین دکھا سکتی ہیں، کیونکہ خاتون ہونے کی نسبت وہ ہر جگہ بآسانی جا سکتی ہیں اور حماس کمانڈرز کی رشتے دار خواتین کے ساتھ میل جول بڑھا کر اہم معلومات حاصل کر سکتی ہیں۔

خواتین جاسوس زیادہ تر شہید ہونے والے حماس مجاہدین کے اہل خانہ کے پاس جا کر تعزیت اور ہمدردی کے بہانے معلومات کے حصول کی کوششیں کرتی ہیں اور اکثر و بیشتر کامیاب رہتی ہیں۔ اسرائیلی انٹیلی جنس کے ایک سابق ترجمان کا کہنا ہے کہ اگر ایسی معلومات یہ خواتین ہمیں ٹرانسمٹ کر دیں تو اس کے بہترین نتائج اسرائیلی عسکری کامیابی کی صورت میں ملیں گے۔

حماس کے ہاتھوں درجن جاسوس خواتین کی گرفتاری

حماس کی ترجمان ویب ''المجد'' کا کہنا ہے کہ حماس کے انٹیلی جنس سیکورٹی ونگ نے گرفتار کی جانے والی ایک درجن غدار خواتین سے تفتیش کو ویڈیو ریکارڈنگ کی شکل میں محفوظ کر لیا ہے۔ ایک جاسوسہ نے تسلیم کیا ہے کہ ایک اسرائیلی ایجنٹ نے اس کو تربیت دی تھی اور کہا تھا کہ حماس کے شہید کارکنان کے گھروں پر دعائے مغفرت اور ہمدردی کے بہانے جا کر معلومات حاصل کریں۔ جبکہ ایک اور جاسوسہ نے بھی اعتراف کیا کہ اس کو ہزاروں ڈالرز ماہانہ اس لئے دیئے گئے کہ وہ مکان کرائے پر لینے والوں کے بارے میں معلومات حاصل کرے اور اس طرح جان لے کہ حماس کے لوگوں کا ٹھکانہ کون کون سی عمارات ہیں؟

گلف نیوز کے مطابق حماس کی جانب سے کی جانے والی تفتیش کے نتائج سے ان خواتین ایجنٹوں کے اہل خانہ کو بھی آگاہ کیا ہے، جس کے بعد ان خواتین کے سرپرستوں نے خود ان کو موت کی سزا دینے کا مطالبہ کیا ہے، لیکن حماس ملٹری ونگ نے ابھی تک ان خواتین جاسوسوں کے مستقبل کا کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے اور انہیں تا حال نامعلوم مقام پر قید رکھا گیا ہے۔

موضوع نمبر 4 حماس کے نوجوان اور اسرائیلی فوجیوں کے درمیان جنگ

جب ''جنگ احد'' میں 70 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے تو مسلمانوں کو انتہائی دکھ، رنج اور طبعی شدید صدمہ ہوا۔ بددلی اور مایوسی ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دیتے ہوئے سورۂ آل عمران کی یہ آیت نازل فرمائی:

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ

(پارہ 4: آل عمران 140)

''اے مسلمانو! اگر تمہیں ایک زخم لگا ہے تو ان (کفار) لوگوں کو بھی اسی جیسا زخم پہلے لگ چکا ہے''۔

اس آیت میں ''جنگ بدر'' کی طرف اشارہ ہے، جس میں کفار مکہ کے 70 بڑے بڑے سردار مارے گئے تھے اور 70 ہی قید کیے گئے تھے۔

قارئین! قرآن کی یہ آیت ہمیں یوں یاد آئی کہ 40، 50 دنوں سے جاری اسرائیلی وحشیانہ بمباری سے 2300 کے قریب فلسطینی مسلمان شہید اور 10 ہزار سے زائد زخمی و معذور ہو چکے ہیں، جبکہ اربوں کا مالی و اقتصادی نقصان ہو چکا ہے۔

لہولہو غزہ اور عالم اسلام کی مجموعی مایوس کن صورتحال دیکھ کر اس وقت ہر مسلمان پریشان، غم اور شدید طبعی صدمے سے دوچار ہے۔ میڈیا میں ہر طرف سے صرف مسلمانوں کا ہی مالی و جانی نقصان بتایا جا رہا ہے۔

حالانکہ تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھنے اور دکھانے کی ضرورت ہے، تاکہ مسلمانوں کو حوصلہ ملے۔

ثقہ ریسرچ کے مطابق پوری دنیا میں 2 کروڑ 3 لاکھ کل یہودی ہیں۔ ان میں سے 81 لاکھ 15 ہزار اسرائیل میں آباد ہیں۔ پوری

دنیا میں مسلمانوں کی تعداد پونے 2 ارب کے قریب ہے۔ اسرائیل کے چاروں طرف مسلم ممالک ہی آباد ہیں۔ یہودیوں نے طویل سازشی جدوجہد کے بعد برطانوی حکومت کے تعاون سے 1948ء میں فلسطین کے ایک حصے پر قبضہ کرکے اس پر اپنی ریاست قائم کرلی۔ 1967ء کی جنگ میں متعدد عرب ملکوں کے ساتھ جنگ کرکے فلسطین کے بڑے حصے اور بیت المقدس کے علاوہ اردن، مصر اور شام کے کئی علاقوں پر بھی قبضہ کرلیا جو اب تک باقی ہے۔

آج بھی دنیا بھر کے یہودی اسرائیل کی بقاء وتحفظ کے لئے متحد ہیں۔ ان کے مقابلے میں درجنوں عرب اور بیسیوں دیگر اسلامی ممالک راکھ کا ڈھیر ثابت ہورہے ہیں۔ حماس راکھ کے اس ڈھیر میں بچی وہ چنگاری ہے جس سے اسرائیل کو اپنا وجود خطرے میں دکھائی دیتا ہے، چنانچہ وہ اب اس چنگاری کو بھی بجھانے کے لیے اپنی درندگی کا سارا زور لگا رہا ہے، مگر حالات بتا رہے ہیں یہ چنگاری بڑی سخت جان ہے۔ اسے بجھاتے بجھاتے صہیونیوں کے اپنے ہاتھ بھی جل سکتے ہیں۔

اسرائیل کو 58 مسلم ممالک اور پون 2 ارب مسلمانوں میں سے اگر کسی سے سب سے زیادہ خطرہ ہے تو حماس کے 6 ہزار مزاحمت کاروں اور اس کی تنظیم القسام سے ہی ہے۔ حماس کا ہیڈکوارٹر غزہ شمار ہوتا ہے۔ غزہ رقبے کے اعتبار سے کراچی کے ایک محلے اور اسلام آباد کے ایک سیکٹر کے برابر ہے، لیکن حماس کے ماہرین نے انتہائی فنی مہارت سے سرنگیں کھود کھود کر غزہ کو دو منزل بنادیا ہے۔ حماس نے میزائل ٹیکنالوجی میں اتنی مہارت اور کامیابی حاصل کرلی ہے کہ کئی اسرائیلی میزائلوں کو ہوا میں ہی ناکارہ اور تحلیل کردیا جاتا ہے۔ حماس سے وابستہ تمام لوگ اعلیٰ تعلیم یافتہ، ذہین ترین اور فنی مہارت اور سیاسی بصیرت رکھتے ہیں۔

دراصل بات یہ ہے کہ اسرائیل کو ہمہ وقت اپنی بقا کا خوف لاحق رہتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حماس فلسطین میں مسلم اور منظم طاقت ہے۔ حماس کی عسکری، فنی، تکنیکی مہارت اور سیاسی بصیرت سے اسرائیل کو سب سے زیادہ خطرہ ہے۔ حماس کے پاس جتنی فنی اور عسکری مہارت ہے اتنی سیاسی نہیں اور سیاسی طاقت کے بغیر عسکری قوت اور فنی مہارت کو منوایا اور تسلیم کروایا نہیں جاسکتا ہے۔ پوری دنیا کے 240 ممالک اور 58 مسلم ممالک میں سے صرف دو ملک ہی کھل کر حماس کی حمایت اور پشت پناہی کرتے ہیں۔ اس کا اعتراف شیخ یاسین شہید بھی کرچکے ہیں۔ اسرائیلی بمباری میں فلسطینی مسلمانوں کا جب کوئی گھر تباہ ہوتا ہے تو یہی ممالک اسے تعمیر کروا کر دیتے ہیں۔ اس موجودہ جنگ میں بھی حماس کے شاہینوں نے اسرائیل کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

امریکہ شیعہ سنیوں کو اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ قتل کرکے فساد کرواتا ہے۔ زیر نظر تصویر میں ایک آرٹسٹ نے اس بات کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

اسرائیلی عسکری تجزیہ نگار نے حماس کو فاتح قرار دے دیا

جرمن جریدے ''ڈائی بلڈ'' نے غزہ پر حملے میں اسرائیل کو شکست خوردہ اور حماس کو فاتح قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ حماس نے زیر زمین سرنگوں کی مدد سے اسرائیلی افواج کو زچ کر کے رکھ دیا۔ ''غزہ کی لائف لائن'' کہلانے والی یہی سرنگیں اسرائیل کی شکست کا سبب بنی ہیں۔ اسرائیلی جریدے ''یعوودوت اہرونوت'' میں لکھے آرٹیکل میں اسرائیلی انٹیلی جنس موساد کے سابق معاون اور تجزیہ نگار، رونین برگ مین نے اعتراف کیا ہے کہ حماس نے اسرائیل کو اپنی حیران کن جنگی تکنیک سے شکست دے دی ہے۔ تجزیاتی رپورٹ میں رونین برگ مین نے استدلال پیش کیا ہے کہ اگر ملے جلے نقصانات کے اعداد وشمار کی رو سے دیکھا جائے تو یقیناً اہل غزہ کا بہت نقصان ہوا ہے۔ لیکن عسکری محاذ کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو حماس نے اسرائیل کو شکست دے دی ہے۔

سابق اسرائیلی انٹیلی جنس معاون نے لکھا ہے کہ یہ بات انتہائی حیران کن ہے کہ اس جنگ میں حماس کا جانی نقصان کم سے کم اور حوصلہ بلند تر رہا اور انہوں نے سرنگوں کی مدد سے اسپیشل آپریشن فورسز کے دستے، اسرائیلی سرزمین پر بھیجے اور کامیاب آپریشن میں شہریوں کے بجائے صرف اسرائیلی فوجیوں کو ہی ہلاک کیا، جس سے اسرائیلی افواج میں شدید خوف وہراس محسوس کیا گیا۔ حماس کے جنگجوؤں نے زیرزمین سرنگوں کی مدد سے اسرائیل کی سرحد پار کر کے آپریشنز کئے اور اسرائیلی فوجیوں کو ہلاک اور اغواء کرنے میں کامیابی حاصل کی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کسی بھی سیز فائر سے پہلے ہی اسرائیلی عسکری قیادت نے غزہ سے اپنے زمینی فوجی دستوں کو نکال لیا، جو اسرائیلی افواج میں حماس کے حوالے سے پائے جانے والے خوف وہراس کو ظاہر کرتا ہے۔

اسرائیلی انٹیلی جنس کے سابق معاون نے انٹیلی جنس ذرائع کے حوالے سے انکشاف کیا ہے کہ وزیراعظم بن یامین نیتن یاہو نے اعلیٰ سطحی میٹنگ میں اعتراف کیا ہے کہ اسرائیلی طاقت اور وسائل رکھنے کے باوجود غزہ پر قبضہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی حماس کو غیر مسلح کیا جاسکتا ہے۔

ادھر جرمن تجزیہ نگار ہرمن شیوا باخ کا کہنا ہے کہ اسرائیل نے صرف غزہ کے شہریوں کی ہلاکتوں کے اعداد وشمار کو اپنی فتح سمجھا ہے، حالانکہ زمینی حقیقت یہ ہے کہ نہ تو حماس کو غیر مسلح کیا جاسکا اور نہ ان کے جنگجوؤں کو اسرائیل کے خلاف جوابی کارروائیوں سے روکا جاسکا۔ دوسری جانب حماس نے بھی اسرائیل کے ساتھ 2006ء، 2009ء اور 2012ء کی جنگوں سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ اور ساری دنیا نے اس تازہ جنگ میں اسرائیلی شکست کو محسوس کیا کہ 26 روز میں حماس کا ایک بھی عسکری کمانڈر نہ تو پکڑا جاسکا اور نہ ہی اس کو ہلاک کیا جاسکا۔

رونین برگ مین نے لکھا ہے کہ حماس نے 2012ء کی جنگ میں تین اہم نکات پر فوکس کیا اور اپنی آپریشنل و جنگی صلاحیتوں کو عروج پر پہنچا دیا۔

1۔ پہلا فوکس یہ کہ حماس نے اسرائیلی الیکٹرونک جاسوسی سسٹم کا توڑ کیا اور اپنے کمانڈر کو موبائل نیٹ ورک سے الگ کر دیا۔ جبکہ جاسوس طیاروں کی مدد سے اسرائیلی فضاؤں میں اپنا جاسوسی نظام قائم کیا اور جوابی اقدامات میں اسرائیلی جاسوسوں کے نیٹ ورک کو بے نقاب کیا اور اس جنگ میں 140 جاسوسوں کو پکڑ کر ہلاک کیا گیا، جس کے بعد اسرائیلی افواج نے غزہ میں انسانی جاسوسی نیٹ ورک کی تباہی کے بعد صرف الیکٹرونک جاسوس نیٹ ورکنگ سسٹم پر انحصار کیا جو کسی بھی لحاظ سے موثر ثابت نہیں ہوسکا۔

2۔ اسرائیلی تجزیہ نگار کے مطابق حماس کا دوسرا فوکس اپنے راکٹ لانچر سسٹم کو جدید اور مزید موثر بنانا تھا، جس میں وہ 100 فیصد کامیاب رہی۔ اسرائیلی انٹیلی جنس کے مطابق حماس جنگجوؤں کے پاس 40 ہزار راکٹ اور میزائل موجود ہیں، جنہیں مینوئل طریقہ پر ''فائر'' کرنے کے بجائے کسی بھی مخصوص مقام یا سرنگ کے دہانے پر لاکر ''ریموٹ کنٹرول سسٹم'' کی مدد سے فائر کیا جارہا ہے۔

3۔ حماس کا تیسرا فوکس اپنی سرنگوں کے نیٹ ورک کی مدد سے اسرائیلی سرزمین میں گھس کر ''کاؤنٹر اسپیشل فورس آپریشن'' کرنے کی صلاحیت حاصل کرنا تھا، جس کا ایک جزوی حصہ حماس کے اینٹی ٹینک راکٹس اور فدائی دستے تھے۔ فدائیوں کے گروپس نے اسرائیلی ٹینکوں کو غزہ کی زمین پر گھسنے نہیں دیا اور دنیا نے دیکھا کہ حماس کے اینٹی ٹینک راکٹس کے خوف سے اسرائیلی انفیٹری اور ٹینک دستے غزہ کی سرحد پر ہی کھڑے گولہ باری کرتے دکھائی دیئے۔

راکٹس اور فدائی دستے تھے۔ فدائیوں کے گروپس نے اسرائیلی ٹینکوں کو غزہ کی زمین پر گھسنے نہیں دیا اور دنیا نے دیکھا کہ حماس کے اینٹی ٹینک راکٹس کے خوف سے اسرائیلی انفیٹری اور ٹینک دستے غزہ کی سرحد پر ہی کھڑے گولہ باری کرتے دکھائی دیئے۔

حالیہ جنگ میں حماس نے اپنی قابلیت کا سکہ منوالیا

اسرائیلی تجزیہ نگار، برگ مین نے حماس کی جنگی صلاحیتوں کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حماس کا ایک اور اہم کارنامہ ''بحری غوطہ خور جنگجو یونٹ''(Frogmen.unit) کا قیام تھا، جس کی مدد سے حماس نے اسرائیلی نیول فورسز کا ایک حملہ اپنے ''کاؤنٹر اٹیک'' میں ناکام بنایا اور ایک حملے میں حماس کے بحری غوطہ خور یونٹس نے کئی نائیکل میل (سمندری فاصلہ کی اکائی) کی زیر سمندر پیرا کی کے بعد اسرائیلی ساحلوں پر بھی حملہ کیا۔ اس حملے نے اسرائیلی افواج کو یہ بھی سوچنے پر مجبور کر دیا کہ حماس اب پہلے والی حماس نہیں، بلکہ عالمی سطح پر جانی مانی ایک مسلح ملیشیا ہے، جو اسرائیلی افواج کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑی ہے اور اس سے نمٹنا کوئی آسان کام نہیں۔

واضح رہے کہ اسرائیلی سابق انٹیلی جنس معاون اور حالیہ صحافی و تجزیہ نگار رونین برگ مین، عالمی اخبارات و جرائد کے لئے لکھتے ہیں۔ وہ اسرائیلی انٹیلی جنس کے ساتھ خصوصی قربت رکھتے ہیں۔ ماضی میں وہ کئی انٹیلی جنس اور عسکری کلاسیفائیڈ دستاویزات منظر عام پر لا چکے ہیں۔ برگ مین آج کل اسرائیلی جریدے،'' یعوووت اہرونوت'' سے منسلک ہیں، لیکن ان کے آرٹیکلز نیویارک ٹائمنز، وال اسٹریٹ جرنل، فارن افیئرز، نیوز ویک، گارجین اور کئی عالمی اخبارات میں شائع ہو رہے ہیں۔ (تحریر: احمد نجیب زادے)

حماس کی طاقت محفوظ۔ اسرائیلی افواج کو نا کام لوٹنا پڑا

اسرائیلی افواج غزہ پر بارود کی بارش کر کے بھی حماس کی عسکری قوت کو ختم کرنے میں ناکام رہیں اور انہیں پسپائی اختیار کرنی پڑی۔ دوسری جانب غزہ میں 2 ہزار سے زائد عام شہریوں کی ہلاکت کے سبب سے اسرائیل دنیا بھر میں اخلاقی حمایت سے بھی محروم ہو گیا ہے۔ آن لائن عرب جریدے مڈل ایسٹ مانیٹر نے ایک تازہ رپورٹ میں اسرائیلی عسکری حکام کے حوالے سے دعویٰ کیا ہے کہ اسرائیلی افواج غزہ پر حملوں کے بنیادی مقاصد حاصل کرنے میں ناکامی کے بعد غزہ سے باہر نکل گئی ہیں اور اب اس امر کے امکانات معدوم ہیں کہ اسرائیلی افواج کبھی واپس غزہ میں داخل ہو سکتی ہیں۔ دوسری جانب اسرائیلی افواج کے غزہ سے نکل جانے کے بعد فلسطینی تحریک مزاحمت حماس کے عز القاسم اور الاقصیٰ بریگیڈ کے جنگجوؤں نے دوبارہ ان تمام مقامات اور سرنگوں پر قبضہ مستحکم کر لیا ہے جو وہ اسرائیلی افواج کی آمد کے بعد جنگی حکمت عملی کے تحت چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ حماس جنگجوؤں نے ان سرنگوں میں ڈائنا مائیٹ لگا کر انہیں اسرائیلیوں کے لئے ''بوبی ٹریپ'' میں تبدیل کر دیا تھا، جس سے درجنوں اسرائیلی فوجیوں کے زخمی ہونے کی اطلاعات ملی ہیں۔

رپورٹ میں غزہ آپریشن کو ناکام قرار دے دیا ہے اور کہا ہے کہ 1800 فلسطینی سویلین باشندوں کو ہلاک کرنے کے بعد حماس کی سرنگوں کو تباہ کرنے کا دعویٰ کم از کم عسکری کامیابی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا، البتہ حماس کی جانب سے 60 اسرائیلی فوجیوں کو ہلاک اور 100 سے زیادہ کو زخمی کئے جانے کو حماس کی عسکری حکمت عملی کی کامیابی کہا جا سکتا ہے۔ اسرائیلی جریدے ٹائمز آف اسرائیل نے بھی ایک تجزیاتی رپورٹ میں کہا ہے کہ اسرائیلی افواج کو اپنے 60 فوجیوں کی ہلاکت کا تجزیہ کرنا ہوگا کہ آخر اسرائیلی انٹیلی جنس، حماس جنگجوؤں کے الاقصیٰ اور عزالقاسم بریگیڈ کی عسکری مہارت اور جنگی حکمت عملی کا درست اندازہ کرنے میں کیوں کرنا کام رہی؟

جریدے کے عسکری نامہ نگار ایوی شاؤل کا کہنا ہے کہ اسرائیلی افواج اور انٹیلی جنس جنگی حکمت عملی بنانے میں ناکام رہیں اور ان کا مرکزی ہدف عوامی مارکیٹس، گھر، مساجد اور تعلیم گاہیں تھیں، جہاں حماس کے جنگجوؤں کے بجائے عام فلسطینی نشانہ بنے۔ اسرائیلی انٹیلی جنس کے حوالے سے فوجی کمانڈر نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ اہم جنگجوؤں اور کمانڈرز نے دوران جنگ موبائل فون کو ہاتھ تک نہیں لگایا اور کمیونکیشن کے لئے جنگی کوڈ ورڈز میں بات چیت کی، جس کی وجہ سے انٹیلی جنس اور اسپیشل آپریشن فورس کے اہلکار حماس کے خلاف موثر کارروائیوں میں ناکام رہے۔ اسرائیلی جریدے یروشلم پوسٹ کے مطابق حماس کے اعلیٰ کمانڈرز اور رہنماؤں کو قتل کرنے کے لئے بنائی جانے والی ٹاسک فورس ایک بھی حماس رکن یا کمانڈر کو گرفتار یا ہلاک

باب نمبر: 27

غزہ کے خون نے اسرائیل کو کیسے رسوا کیا؟

فلسطین پر وحشت ناک اسرائیلی جارحیت کے نتیجے میں غزہ ایک بار پھر ملبے کا ڈھیر بنا، اب تک اس کے 2 ہزار سے زائد شہری شہید اور 9 ہزار زخمی ہوئے۔

اسرائیلی فوج کے ترجمان نے ایک ٹویٹ میں دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے اہداف حاصل کر لئے۔ حماس کے ترجمان سمیع ابوزہری کہتے ہیں کہ اسرائیل غزہ میں 100 فیصد ناکام رہا ہے۔ کس کا دعویٰ درست ہے؟ یہ اہم ترین سوال ہے۔ اسرائیلی وزراء کے بیانات دیکھیں تو اسرائیلی فوجی ترجمان کا دعویٰ غلط ثابت ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسرائیلی وزراء حقیقت سے آنکھ چرا نہیں سکتے، جبکہ فوج کا مسئلہ نوکری بچانا ہے۔

اسرائیلی وزیر انصاف زیپی لیونی نے دوران جارحیت اعتراف کیا کہ اسرائیل کو سنگین حالات اور بڑے پیمانے پر جانی اور مالی نقصان کا سامنا ہے۔ 3 روزہ جنگ بندی کے بعد اسرائیلی وزیر سیاحت عوزی لانڈو نے بیان دیا کہ اسرائیلی فوج اپنے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہی ہے۔ ان کے بقول: ''ہم غزہ کی پٹی میں ایک اسٹریٹیجک معرکہ میں ہار چکے ہیں''۔

اسرائیلی فوج کی مدمقابل کو ڈرانے کی صلاحیت ڈرامائی طور پر تبدیل (کم) ہوئی ہے، اسرائیل نے غزہ پر زمینی، فضائی اور بحری حملے کئے، لیکن وہ حماس کا زور توڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اسرائیلی وزیر سیاحت کے بقول اب فوج حماس کے ساتھ فیصلہ کن لڑائی میں پس و پیش کر رہی ہے۔ اخبار لکھتا ہے کہ لانڈو بڑی تعداد میں اسرائیلی فوجیوں کی ہلاکت پر سخت غم زدہ تھے۔

حالیہ جارحیت کے بعد سامنے آنے والے ابتدائی اسرائیلی اعداد و شمار کے مطابق غزہ کی جنگ کے اخراجات 9 کھرب اسرائیلی شیکل سے بڑھ چکے ہیں۔ ایک طرف یہ بھاری بھرکم جنگی اخراجات، دوسری طرف معاشی نقصان۔ سب سے زیادہ نقصان سیاحت کے شعبے کو پہنچا۔ ''نیوز ون'' نامی پورٹیل نے دعویٰ کیا ہے کہ سیاحت کے شعبے میں فضائی کمپنیوں کی پروازوں اور اس سے قبل ہوٹلوں میں کنفرم بکنگ کی منسوخی کے باعث اسرائیلی معیشت کو 2.2 کھرب کا نقصان پہنچا۔ غزہ پر اسرائیلی حملے کے باعث صنعتی سرگرمیاں ماند پڑنے سے 445 ملین شیکل کا نقصان پہنچا۔

جنوبی اسرائیل میں واقع فیکٹریوں میں کام بند رہا، ملازمین راکٹ حملوں کے باعث کام پر نہیں آ سکے۔ ایسی صورتحال غزہ سے 40 کلومیٹر دور اسرائیلی علاقے کے اندر قائم صنعتی زون میں بھی دیکھنے کو آئی، وہاں قائم انڈسٹری کو 180 ملین شیکل جبکہ اسرائیل کے وسطی علاقے سے حیفا تک موجود صنعتی اداروں کو بھی غزہ جنگ کی وجہ سے 220 ملین شیکل خسارے کا سامنا کرنا پڑا۔ راکٹ باری سے کل 350 کاروباری اور رہائشی عمارتیں متاثر ہوئیں، ان کی مرمت پر 50 ملین شیکل لاگت آئے گی۔ جنوبی ریجن میں غزہ جنگ کے باعث عمومی معیشت کو پہنچنے والے نقصان کا اندازہ 500 ملین شیکل لگایا گیا۔

اسرائیلی فوج کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے اعتراف کیا ہے کہ اگر ان کی پیادہ اور آرمڈ انفنٹری کو اسرائیلی فضائیہ کے F-16، F-15 طیاروں سمیت ہیل فائر میزائلوں سے لیس جاسوسی طیاروں کا کور حاصل نہ ہوتا تو وہ غزہ میں ایک ملی میٹر تک بھی اندر آنے کی جرأت نہ کرتے۔

مقبوضہ فلسطین میں سدیروت شہر کے اسرائیلی میئر مسٹر ڈیوڈ نے صہیونی وزیر دفاع موشے یعلون پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ غزہ کی پٹی کے بالمقابل یہودی کالونیوں اور دیگر اسرائیلی شہروں کو فلسطینی راکٹ حملوں سے بچانے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ اسرائیلی میئر آلون ڈیفڈی نے سوشل میڈیا کی ویب سائٹ پر پوسٹ میں موجودہ حکومت اور فوج کی کارکردگی پر بھی عدم اطمینان ظاہر کیا ہے۔

(تحریر عبید اللہ عابد، ایکسپریس اگست 2014)

باب نمبر: 28
غزہ اور فلسطین کے مسلمانوں کی اسرائیلی فوج کے ہاتھوں گرفتاریاں

غزہ اور فلسطین کے نوجوان اسرائیلی فوجیوں پر پتھروں سے حملہ کرتے ہوئے
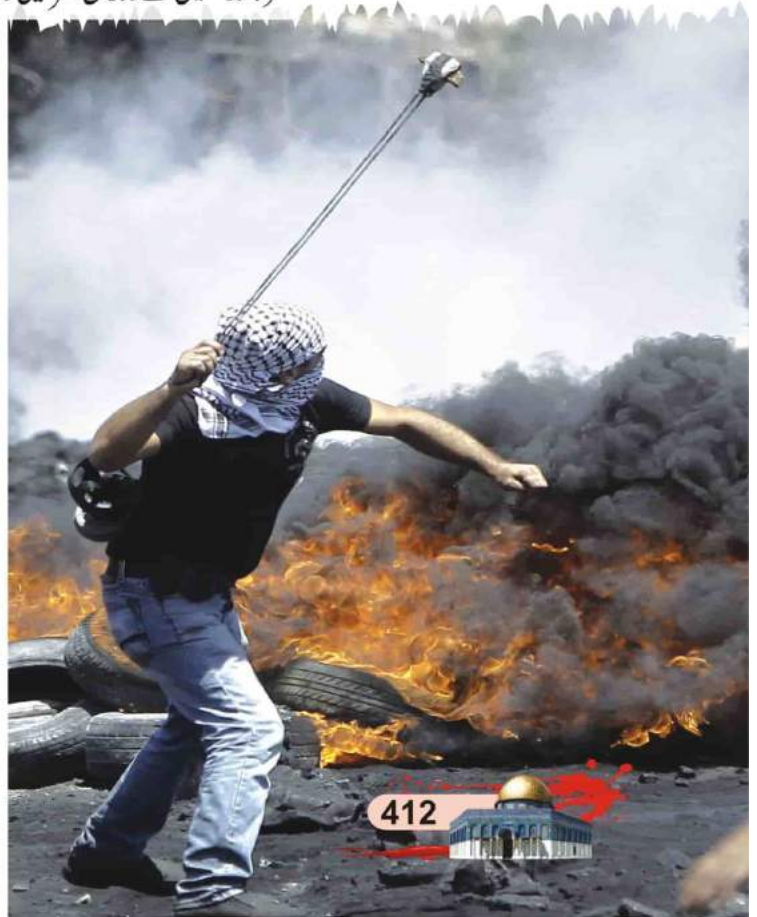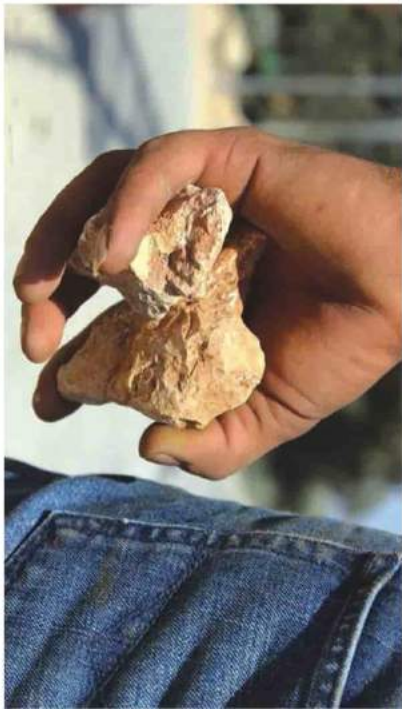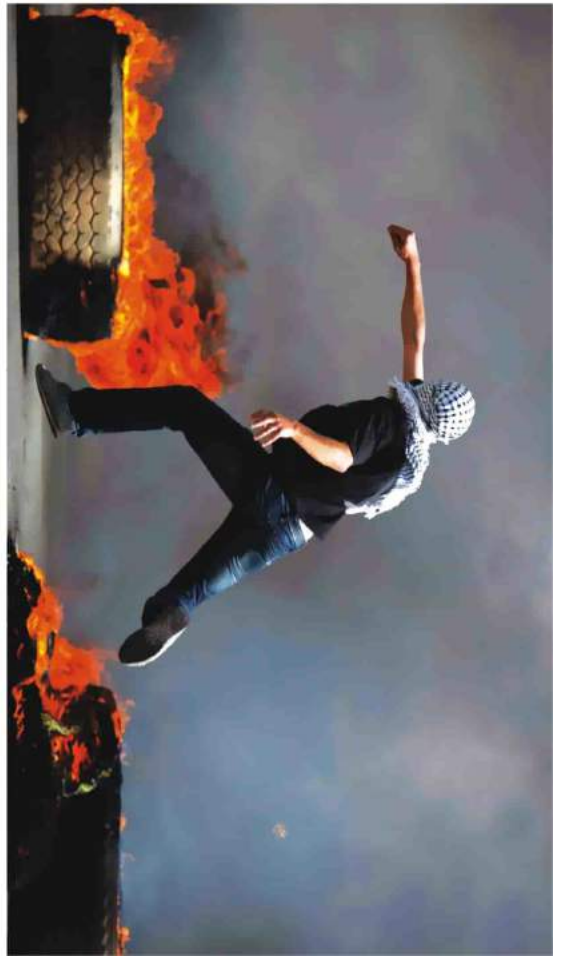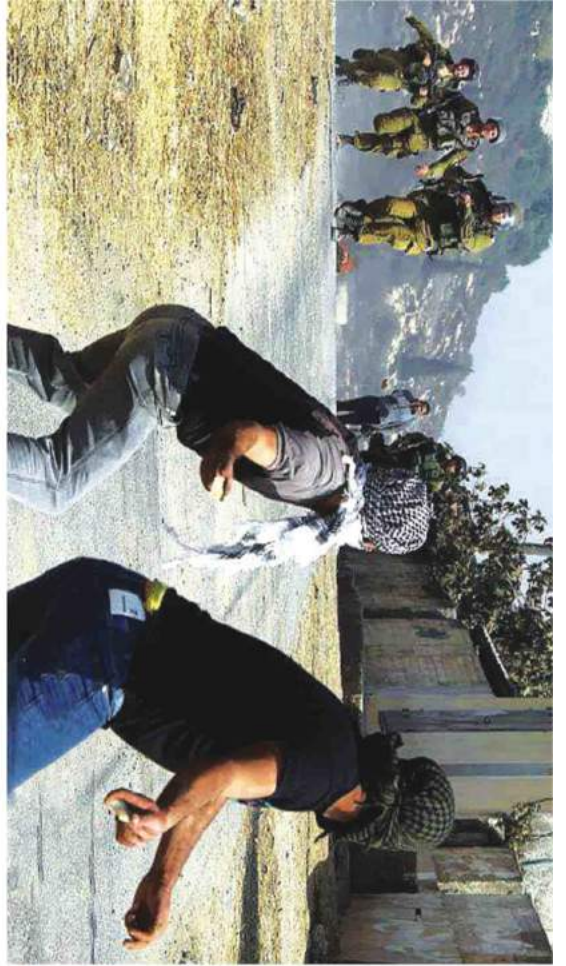
گولیوں اور پتھروں کی انوکھی جنگ

غزہ کی سیاسی تنظیم حماس کے بہادر نوجوان حماس کے کارکنوں کو عوام کی مکمل حمایت حاصل ہے
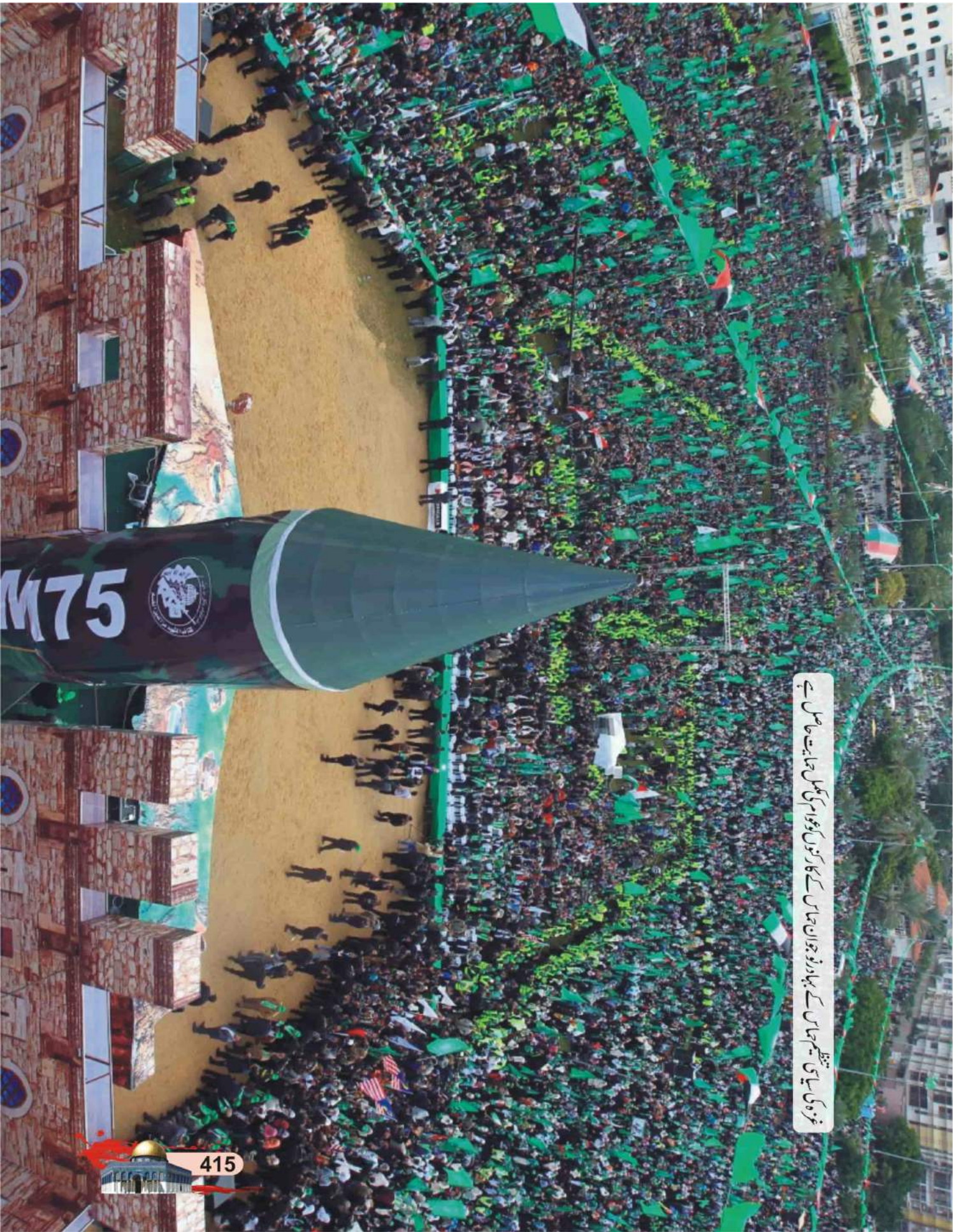
حماس کے بہادر نوجوانوں کی نماز پڑھتے ہوئے لی گئی تصاویر
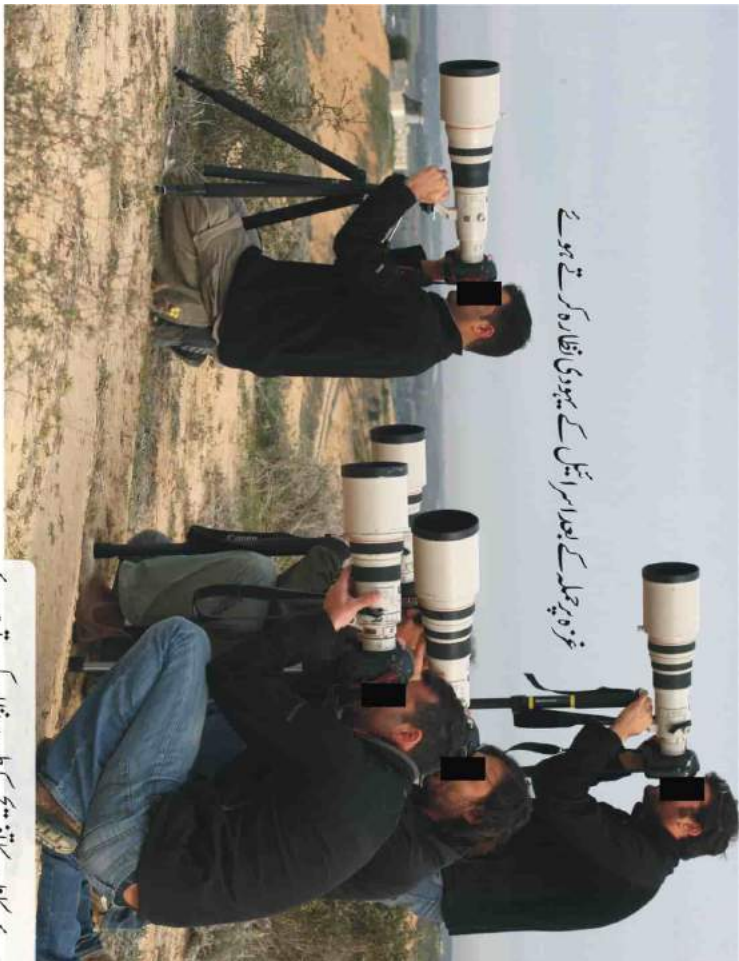
غزہ پر حملہ کے بعد اسرائیل کے یہودی نظارہ کرتے ہوئے

غزہ پر اسرائیلی حملہ کے بعد یہودی مسلمانوں کے جلتے ہوئے مکانات کا تفریح کے طور پر نظارہ کرتے ہوئے

باب نمبر: 29

اسرائیلی حملوں کے بعد غزہ کے لوگوں کی نقل مکانی
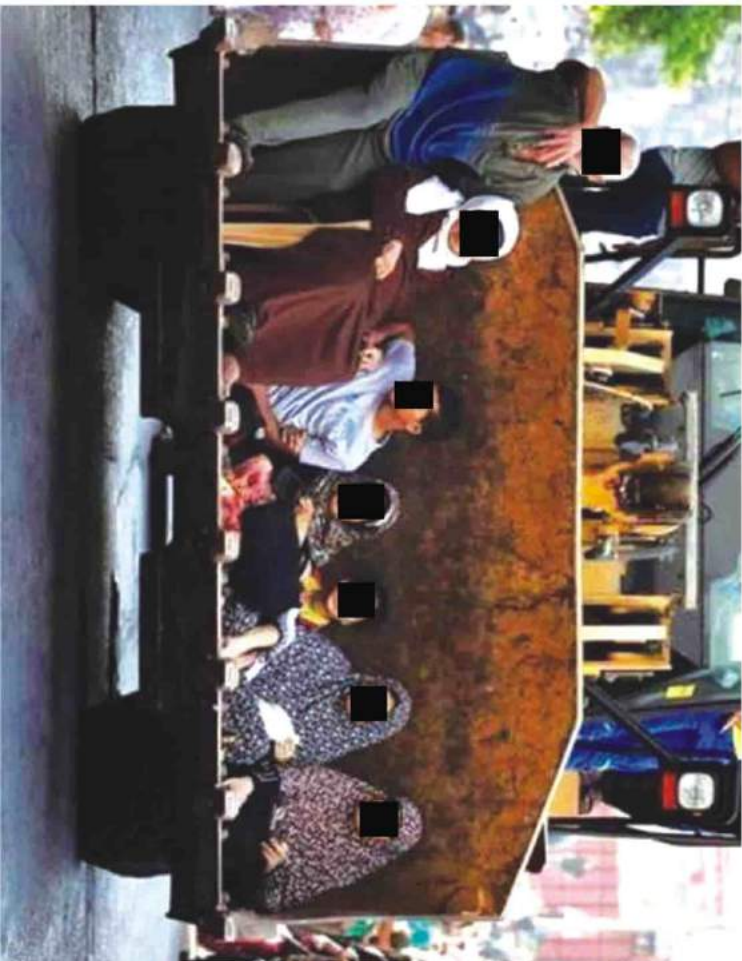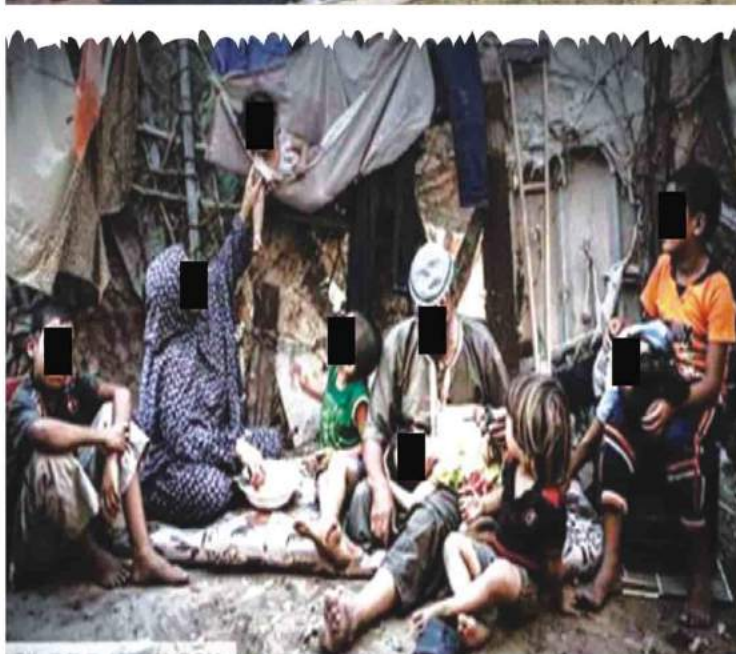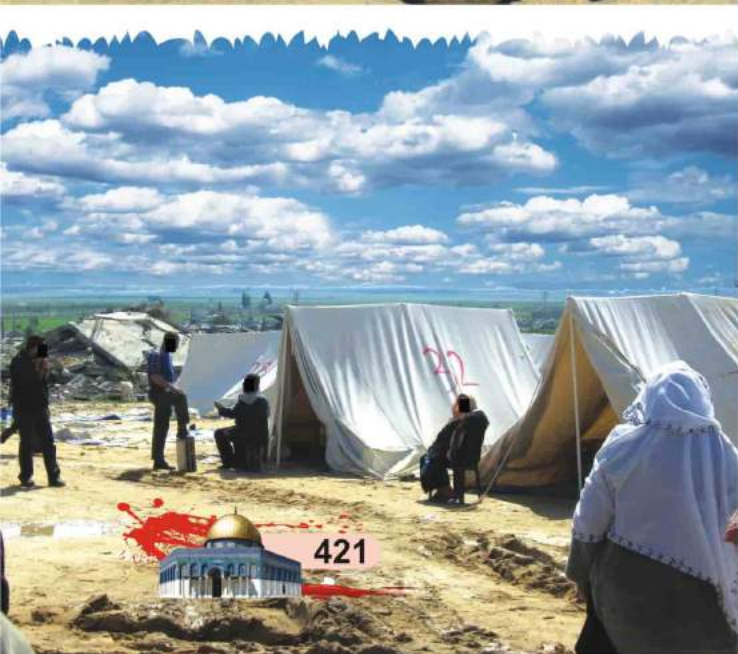
اُجاڑ کے رکھ دیا ہے میرا گھر قومِ یہود کے درندوں نے
دُشمن اسلام سے لڑنے والے وہ خالد وضرار کہاں ہیں
شکیل انصاری
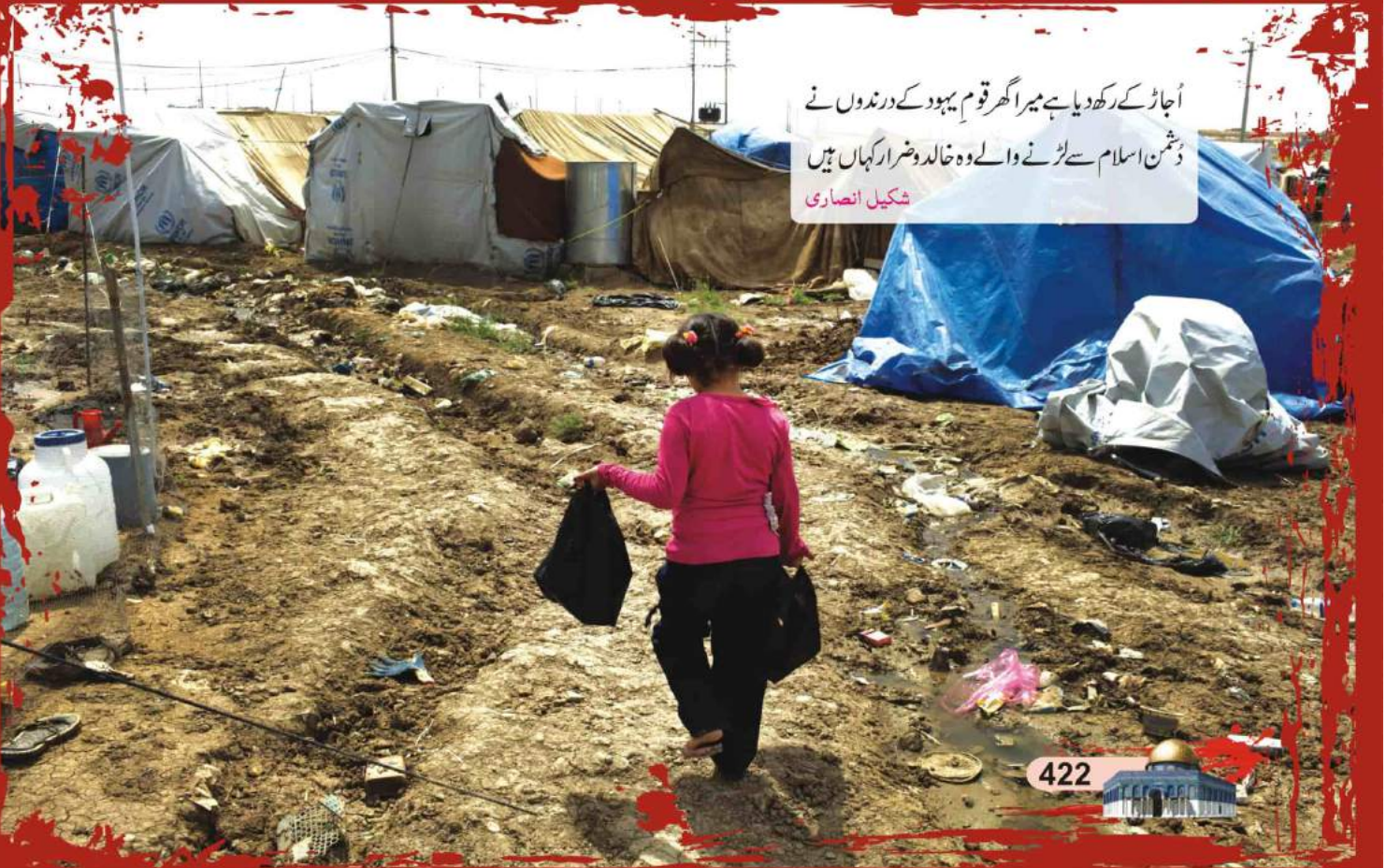
باب نمبر:30
غزہ پر اسرائیلی حملہ اور غم زدہ لوگ
آہ! آج کوئی محمد بن قاسم اور صلاح الدین ایوبی نہیں، جو اپنی ماؤں
بہنوں کی مدد کو پہنچے اور اس جرم کا بدلہ لے۔ یا اللہ! اہل غزہ کی مدد
فرما اور ہماری بہنوں کی عزتوں کی حفاظت کا سامان کر۔ آمین
سوچ رہا ہوں!!!
اپنوں کا ہے...... کتنا ٹھنڈا خون؟؟؟
شریعت یا شہادت
423
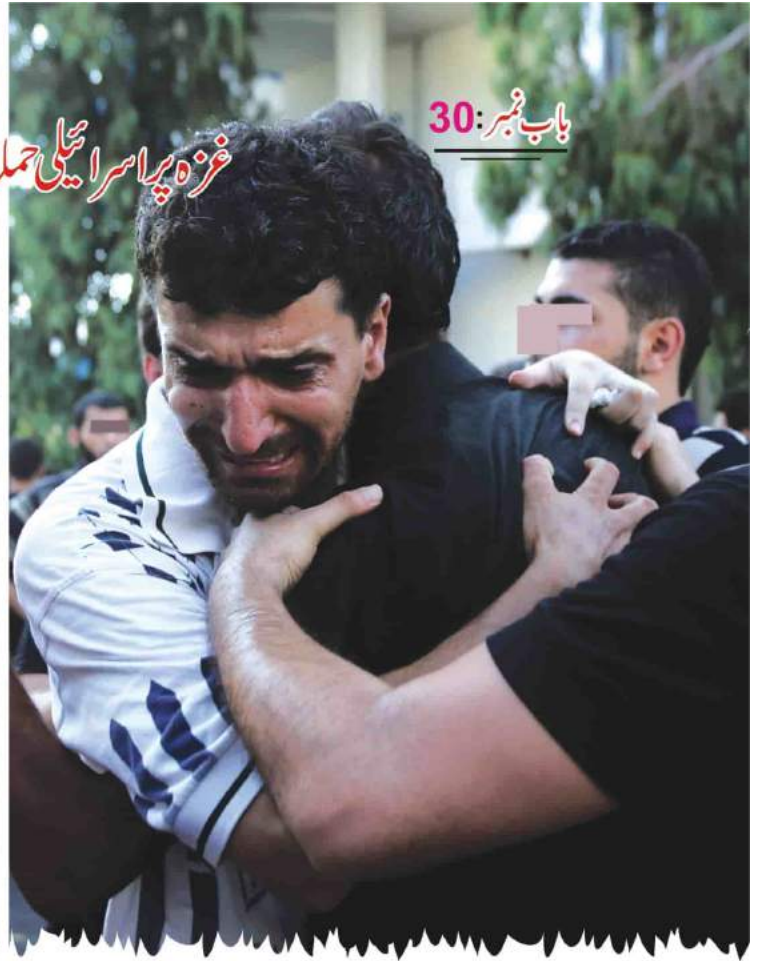
فلسطین کی یہ مائیں، بہنیں اور بیٹیاں پھر کسی حضرت محمد بن قاسم و صلاح الدین کی منتظر ہیں، اور جوان کی مدد کے لئے بڑھتا ہے اسے کفار اور مسلمانوں کا دجالی میڈیا مختلف مما لک کا ایجنٹ بنا کر شکوک وشبہات پیدا کرتا ہے، تا کہ مسلمان ان کی مدد سے باز آجائیں۔

غزہ کے ایک محلے میں اسرائیلی بمباری سے زخمی ہونے والے افراد کے لواحقین امداد کے منتظر ہیں۔
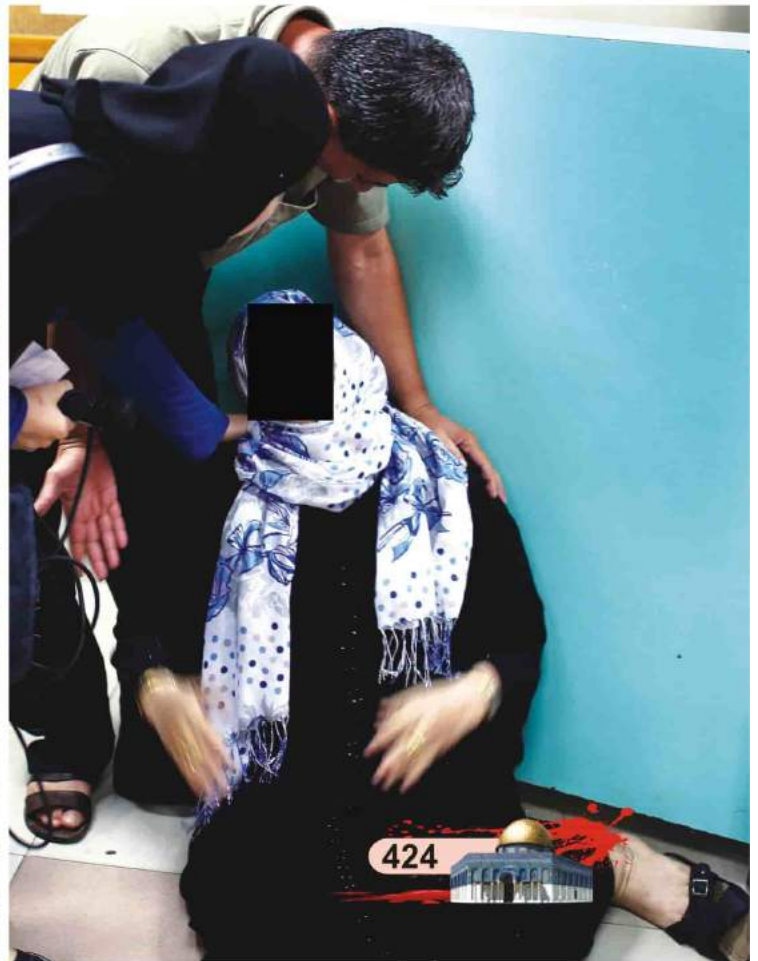
غزہ بتا......!میں کیا کروں......؟

غزہ بتا میں کیا کروں کہ لب ہیں یہ سلے ہوئے
محافظوں کے دل ترے ہیں خوف سے ہلے ہوئے
غزہ بتا میں کیا کروں شباب بے لگام ہے
وہاں پہ قتلِ عام تو یہاں پہ رقص و جام ہے
غزہ بتا میں کیا کروں کہ باز ہیں ڈرے ہوئے
خودی جو محو خواب تو ہیں حوصلے مرے ہوئے
غزہ بتا میں کیا کروں کہ بازوؤں میں جاں نہیں
دعا مری جو پَر کٹی تو آنسوؤں میں جاں نہیں
میں ایک جنسِ بے ضرر میں اک صدائے بے اثر
بلال تُو اذان تُو قدس کا پاسبان تُو

عباسی سکہنوی

اسرائیلی حملوں کے بعد شہید ہونے والوں کے عزیز و اقارب اپنے معصوموں کی چپل تلاش کر رہے ہیں۔

غزہ کی مائیں بہنیں اسرائیلی بمباری سے ہونے والی تباہی پر نوحہ کناں اور مدد کی فریادی ہیں۔ کاش کہ کوئی مسلم حکمران ان کی مدد کو پہنچتا۔ اے کاش......!

جو امن عالم کا گیت گائیں، وہ میری بستی پہ بم گرائیں
تو ایسے عالم میں تم بتاؤ، غزہ کے بچے کیسے بلائیں؟
تڑپتے لاشوں کے پاس بیٹھی، سسکتی بہنیں پکارتی ہیں
ہوں خواب غفلت میں بھائی بیٹھے، تو کیسے اپنی ردا بچائیں

بلال ساجد
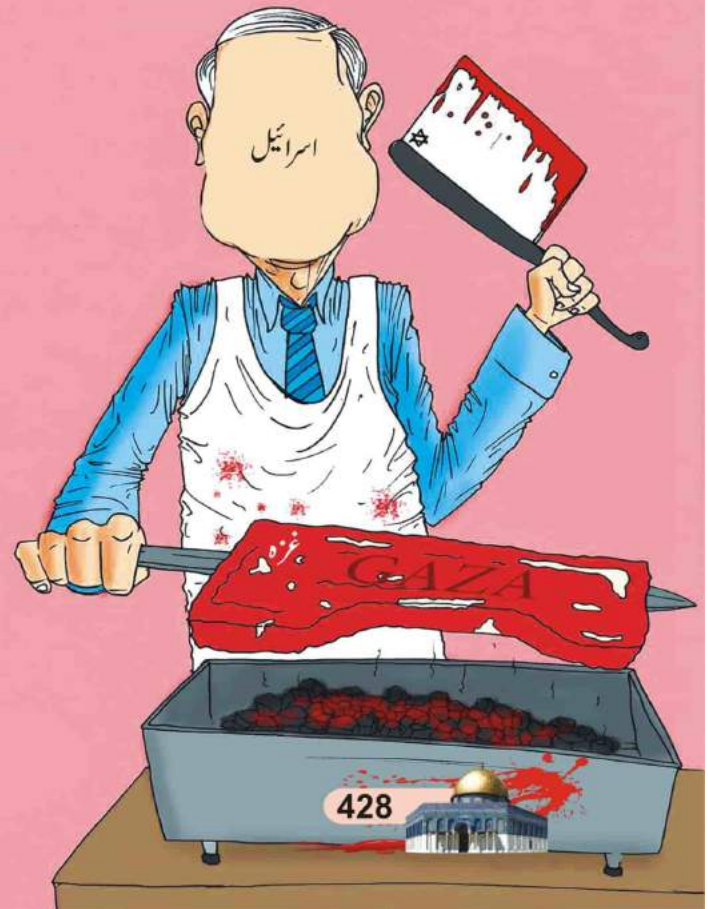
غزہ کے چڑیا گھر پر بمباری

غزہ کے واحد تفریحی مقام البسام ٹورازم پارک کے جانور بھی اسرائیلی افواج کی درندگی سے محفوظ نہ رہ سکے۔26 دن کی جنگ میں 50 سے زیادہ بے زبان جانور گولہ باری کا شکار بنے۔اسرائیلی مظالم کا نشانہ بننے والے درجنوں جانوروں کی لاشیں پنجروں میں کئی دن سے پڑی ہیں۔انہیں اٹھانے کا کام اب تک شروع نہیں کیا جا سکا ہے۔ فلسطینی ذرائع ابلاغ کا کہنا ہے کہ اسرائیلی آرٹلری کی جانب سے چڑیا گھر کو 20 سے زائد بار گولہ باری کا نشانہ بنایا گیا۔ چڑیا گھر کے نگراں کا کہنا ہے کہ اسرائیلیوں نے انسانوں کے ساتھ جانوروں پر بھی مظالم کی انتہا کردی ہے۔جس کے نتیجے میں 50 سے زائد جانور ہلاک جب کہ سینکڑوں جانور''شاک'' کی کیفیت میں ہیں۔نگراں کے مطابق اسرائیلی بمباری سے ہلاک ہوجانے والے جانوروں کی تعداد 53 ہوچکی ہے۔ جس میں مگرمچھ، شیر، بطخیں، بندر، شترمرغ اور بیون (افریقی لنگور) شامل ہیں۔

اسرائیلی جریدے یروشلم پوسٹ کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اسرائیلی فوج کا ایک انکوائری کمیشن غزہ کے چڑیا گھر پر بمباری کے حوالے سے جائزہ لے رہا ہے اور اس ضمن میں جلد آفیشل بیان جاری کیا جائے گا کہ غزہ کے چڑیا گھر کو کیوں اور کس نے نشانہ بنایا ہے؟ البسام ٹورازم پارک کے ڈائریکٹر نے بتایا ہے کہ اس منظرنامے کا ایک افسوس ناک پہلو یہ بھی ہے کہ غزہ کی معاشی ناکہ بندی کے نتیجے میں فلسطینی اتھارٹی کے پاس چڑیا گھر کے جانوروں کی دیکھ بھال اور خوراک کا بجٹ بھی ختم ہو چکا ہے،جس کے باعث ان جانوروں کو غذا کی فراہمی کا معاملہ بھی سنگین ہو چکا ہے۔ اور جانوروں کو محدود بجٹ میں اتنی ہی خوراک فراہم کی جارہی ہے کہ جس سے ان کا جسم وجاں کا رشتہ قائم رہے۔

برطانوی جریدے ڈیلی میل کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ غزہ کے چڑیا گھر میں ویکسی نیشن اور صفائی ستھرائی نہ ہونے سے درجنوں جانور بیمار ہوچکے ہیں۔ پارک کے ڈائریکٹر شادی حماد نے بتایا ہے کہ اسرائیلی بمباری کے نتیجہ میں چڑیا گھر برباد ہوچکا ہے۔ برطانوی جریدے کی رپورٹ کے مطابق اسرائیلی بمباری کا نشانہ بننے سے بچ جانے والے خوش قسمت جانور پنجروں میں افسردگی اور خوف میں مبتلا بیٹھے ہیں۔غزہ کے خاندانوں کو محفوظ کرنے والے جانور اب خود حسرت کی تصویر بن چکے ہیں۔پرندوں کے کئی پنجرے اسرائیلی بمباری سے مسمار ہوچکے ہیں اور ان میں موجود پرندے یا تو مرچکے ہیں یا زخمی حالت میں اڑ چکے ہیں۔

غزہ کے چڑیا گھر کے نگران فرید البسی کا کہنا ہے کہ غزہ کے باسیوں کی طرح یہاں کے بے زبان بھی اسرائیل کی نگاہ میں دشمن ہیں۔شاید اسی لئے اسرائیلی فوج نے غزہ کے مکینوں کی طرح یہاں کے جانوروں کو بھی نہیں بخشا،فرید کا کہنا ہے کہ اسرائیلی بمباری سے چڑیا گھر کا بڑا حصہ تباہ ہو چکا ہے اور درجنوں قیمتی جانور ہلاک ہوچکے ہیں،انہی میں افریقی بیون کا جوڑا بھی تھا۔26 جولائی کو اسرائیلی گولہ باری کی زد میں آکر مادہ بیون ہلاک ہوگئی تھی جس کی چھٹی لاش کے پاس اس کا نر کئی دنوں تک خاموش اور اداس بیٹھا رہا۔اسرائیلی بمباری سے برباد غزہ کے چڑیا گھر کے نگراں فرید کا کہنا ہے کہ وہ شیروں کے لیے بڑی مقدار میں گوشت کی فراہمی سے قاصر ہیں شیر کو یومیہ صرف دو مرغیاں کھانے کو دی جاتی ہیں۔ حالاں کہ ایک صحت مند شیر روزانہ با آسانی 10 کلوگرام تک گوشت کھاتا ہے،لیکن غزہ کے مخدوش حالات کے سبب اس کو محض دو مرغیاں ہی دی جارہی ہیں۔

واضح رہے کہ البسام نیشنل ٹورازم پارک 2008ء میں حماس کی حکومت نے قائم کیا تھا جس میں 250اقسام کے جانوروں اور پرندوں کو رکھا گیا تھا جب کہ خاندانوں کی تفریح کے لیے پارک میں مزید سہولیات بھی فراہم کی گئی تھیں۔الیکٹرونک جریدے انتفاضہ کا کہنا ہے کہ حماس قیادت نے یہ پارک قائم کرکے غزہ کی سخت زندگی گزارنے والے خاندانوں کو ایک بہت بڑا ذہنی ریلیف دیا تھا۔لیکن اب غزہ کے خاندانوں کی واحد تفریح ختم ہوچکی ہے۔ایک محتاط اندازہ کے مطابق اگر نیشنل پارک کو دوبارہ بحال کیا جائے تو اس پر کم از کم پانچ لاکھ ڈالر کا خرچ آئے گا۔حماس کے ایک مقامی رہنما نے بتایا کہ حماس نے بڑی مشکلوں سے زیر زمین سرنگوں سے شیر، چیتے، لنگور، بندر، مگرمچھ، شترمرغ اور دیگر اقسام کے پرندے اور جانور غزہ پہنچائے تھے اور انہیں ایک شاندار ماحول دیا تھا۔لیکن اسرائیلیوں کی درندگی نے بے زبانوں سے بھی جینے کا حق چھین لیا۔

(تحریر: میر بابر مشتاق)

باب نمبر: 31

غزہ پر حملہ اور ترک صدر رجب طیب اردوان کا احتجاج

29 جنوری 2009ء کو ڈیوس میں ورلڈ اکنامک فورم کے زیر اہتمام اسرائیل کے غزہ پر حملے پر ایک مباحثہ ہوا۔ 1994ء میں امن کا نوبل انعام جیتنے والے اسرائیلی صدر شمعون پیریز، رجب اردوان اور اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل بان کی مون اس کے بنیادی مقرر تھے۔ تقریب کی نظامت امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ کے کالم نگار ڈیوڈ اگناتیوس کے سپرد تھی۔ حاضرین میں بارک اوباما کی قریبی مشیر دلیری جیریٹ اور کئی ممالک کے سربراہ اور وزرائے اعظم شامل تھے۔ رجب طیب اردوان نے آغاز تقریب میں کہا کہ اسرائیلی حکومت غزہ میں نہتے فلسطینیوں کو قتل کر رہی ہے۔ انہوں نے غزہ کو کھلا قید خانہ قرار دیا اور کہا کہ اب صدر اوباما کو دہشت گردی کی نئی تشریح کرنی چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ مشرق وسطٰی میں حقیقی دہشت گرد کون ہے؟ پھر وہ اس نئی تشریح کے مطابق اپنی نئی پالیسی بنائیں۔

اردوان کی ان باتوں نے اسرائیلی صدر شمعون پیریز کو آپے سے باہر کر دیا، وہ شدت جذبات کے عالم میں مسلسل 25 منٹ تک بولتے رہے۔ شمعون پیریز کا کہنا تھا کہ اگر ترکی پر راکٹ برسائے جاتے تو ترک حکومت بھی وہی کرتی جو ہم نے کیا۔ پھر موصوف نے الفتح کے سیکریٹری جنرل کا خط پڑھ کر سنایا اور بتایا کہ غزہ میں حماس نے دہشت پھیلا رکھی ہے۔ بقول ان کے حماس کے کارکنوں نے الفتح کے 100 کارکنان کو چھتوں سے نیچے پھینک دیا، درجنوں کی ٹانگوں پر گولیاں ماری گئیں، غزہ کا المیہ اسرائیل کا نہیں حماس کا پیدا کردہ ہے۔ انہوں نے وہاں آمریت ...... نہایت خطرناک آمریت قائم کر رکھی ہے۔

صدر شمعون پیریز نے رجب طیب اردوان سے پوچھا کہ آپ ہماری جگہ ہوتے تو کیا کرتے؟ ہمیں آزاد ہوئے 60 سال بیت چکے ہیں۔ وہ کوئی اور قوم ہے جس نے 7 جنگیں لڑی ہوں؟

اسرائیل نے بربریت میں ہٹلر کو بھی پیچھے چھوڑ دیا، ترک وزیر اعظم کا جرأت مندانہ بیان

ترکی کے صدر رجب طیب اردوان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں جنہوں نے اسرائیل کو بمباری بند نہ کرنے پر زمینی فوجی کاروائی کی دھمکی دی۔

اسرائیلی صدر نے جو کہنا تھا کہہ دیا۔ اس کے بعد رجب طیب اردوان نے کہا کہ مجھے یاد ہے کہ اسرائیل کے دو وزرائے اعظم نے یہ کہہ رکھا ہے کہ ان کی زندگی کا خوش قسمت ترین دن وہ ہوگا جب وہ ٹینکوں میں بیٹھ کر فلسطین میں داخل ہوں گے۔ مجھے بہت دکھ ہے کہ آپ نے جو کہا لوگوں نے تالیاں بجا کر اسے خراج تحسین پیش کیا، یہ کوئی خوشی کا مقام نہیں بلکہ انتہائی رنج و غم کی بات ہے۔ ترک وزیر اعظم نے اسرائیلی صدر کو مخاطب کر کے کہا: مجھے لگتا ہے کہ آپ شاید اپنا احساس جرم مٹانے کے لئے بلند آواز میں گفتگو کر رہے ہیں۔

ابھی ترک وزیر اعظم گفتگو کر رہے تھے کہ ڈیوڈ اگنا تیوس دخل اندازی کر کے بولا جناب! ہمارے پاس وقت تھوڑا ہے اب بحث ختم کریں۔

اردوان بولے: محترم! مجھے بات ختم کرنے دیں لیکن اخلاقیات اور آداب سے عاری امریکی کہنے لگا: جناب! ہمیں لوگوں کو کھانا کھلانا ہے۔ وزیر اعظم رجب طیب اردوان کی برداشت کی حد ہوگئی تو وہ اٹھتے ہوئے اسرائیلی صدر کو منہ پر قاتل کہہ کر واک آؤٹ کر گئے اور کہا: میں شاید کبھی ڈیووس نہ آؤں۔

ڈیووس کانفرنس میں رجب اردوان نے جن جذبات کا اظہار کیا وہ بلاشبہ عالم اسلام کے جذبات کی ترجمانی تھی۔ ترک وزیر اعظم کی مجاہدانہ تقریر کو عالم اسلام اور بالخصوص عرب دنیا میں سراہا گیا۔

جب رجب طیب اردوان ترکی پہنچے تو صبح کے چار بجے تھے، شدید سردی تھی، مگر اس کے باوجود ہزاروں فرزندانِ اسلام اور دخترانِ اسلام اپنے جرأت مند اور دلیر وزیر اعظم کے استقبال کے لئے ہوائی اڈے پر موجود تھے۔ انہوں نے وزیر اعظم کو دیکھ کر نعرے لگائے کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ استقبالی ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے رجب طیب اردوان نے کہا کہ شمعون پیریز کا انداز گفتگو اور زبان غیر معیاری تھی، لہٰذا میں نے ترکی اور ترک قوم کی عزت کا خیال رکھا اور وہی کیا جو مجھے کرنا چاہیے تھا۔ میں وہاں کسی قبیلے کے سربراہ کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ترکی کے منتخب وزیر اعظم کی حیثیت سے گیا تھا، میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر پیریز باآواز بلند اس لیے بولے تا کہ اپنا گناہ چھپا سکیں۔

(اسرائیل آغاز سے انجام کی طرف **233**)

2014ء میں غزہ پر ہونے والا حملہ اور طیب اردوان کا کردار

ترکی کے وزیر اعظم رجب طیب اردوان 2014ء میں غزہ پر اسرائیلی حملہ پر فلسطینیوں سے اظہار یکجہتی کرتے ہوئے ترکی کی پارلیمنٹ کے اجلاس کے موقع پر فلسطینیوں کا خصوصی رومال پہنے ہوئے تشریف لائے، جس پر ترک پارلیمنٹ نے خوشی اور فرحت کا اظہار کیا۔ پھر ترک وزیر اعظم رجب طیب اردوان نے امریکی یہودی تنظیم کی جانب سے ملنے والے امن ایوارڈ کی واپسی کا اعلان کیا۔

رجب طیب اردوان کو 2004ء میں امریکن جیوش کانگریس نے مشرق وسطی میں امن کے لیے خدمات پر یہ ایوارڈ دیا تھا۔

امریکا میں ترکی کے سفیر نے امریکن جیوش کانگریس کے صدر جیک روزن کو تحریری طور پر آگاہ کر دیا ہے کہ ترک وزیر اعظم ایوارڈ واپس کرنا چاہتے ہیں۔ ترک سفیر کی جانب سے جیک روزن کو لکھے گئے خط میں کہا گیا تھا کہ رجب طیب اردوان کو ایوارڈ واپس کر کے خوشی ہوگی۔

غزہ پر حملہ کی شہادتوں کی نشاندہی کے لئے تابوت کے ذریعہ احتجاج

باب نمبر:32

عالمی سوشل میڈیا پر" بائیکاٹ اسرائیل"مہم زور پکڑ گئی

جس وقت غزہ پر حملہ ہوا پوری دنیا میں فیفا ورلڈ کپ کا بخار تھا۔ چنانچہ اسرائیل نے جو کچھ بھی کیا، اس کا کسی نے نوٹس نہیں لیا۔ ہاں! پھر جب سوشل میڈیا پر کچھ خبریں آئیں تو چینلز کو بھی شرم آئی ہے۔ ورنہ ہر طرف فیفا ورلڈ کپ کا نام تھا۔ اس صورت حال میں امت مسلمہ کے ہر فرد کو دیکھنا ہے کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔

1۔اسرائیل کے اس فعل کی شدید مذمت کرنی چاہیے اور اس مذمت کو پھیلانا چاہیے۔

2۔کم از کم ان چیزوں کا بائیکاٹ کیا جائے جو امریکا یا اسرائیل کو کسی طور پر منفعت پہنچا سکتی ہوں۔یعنی ہم ان کی مصنوعات کا استعمال ترک کردیں۔

3۔ ہر مسلمان اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے دعا کرے اور اپنے حکمرانوں سے مطالبہ کرے کہ وہ جیسے بھی ہو اپنے فلسطینی بھائیوں کی مدد کریں۔

4۔اس حوالے سے کوئی ریلی نکلتی ہے یا کوئی اور کام ہوتا ہے تو وہ اس میں شامل ہو۔

عالمی سوشل میڈیا پر اسرائیلی کمپنیوں کی مصنوعات کے بائیکاٹ کی مہم زور پکڑ گئی ہے۔ لاکھوں صارفین نے ان مصنوعات کے استعمال کو رد کرتے ہوئے دنیا بھر کے باضمیر شہریوں سے اپیل کی ہے کہ وہ بھی صہیونی جنگی مشینری کو مالی معاونت فراہم کرنے والی کمپنیوں کا بائیکاٹ کریں۔جس کے نتیجے میں آج "بائیکاٹ اسرائیل" کی عالمی مہم میں شریک افراد کی تعداد 12 لاکھ سے زیادہ ہو چکی ہے۔جبکہ یہ سلسلہ خصوصاً مغربی ممالک میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔اس حوالے سے یورپی سافٹ ویئر انجینئرز نے "بائیکاٹ اسرائیل ایپلی کیشن" کو دنیا بھر میں پھیلا دیا ہے، جس کی مدد سے اسرائیلی کمپنیوں کی شناخت کر کے ان کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

فلسطینی جرائد "فلسطین کرونیکل" اور "الیکٹرونک انتفاضہ" نے اپنی رپورٹس میں انکشاف کیا ہے کہ غزہ اور ملحق علاقوں میں فلسطینی نوجوانوں نے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر شدید اسرائیلی بمباری کا شکار بنائے جانے والے مختلف علاقوں جبالیہ، شجاعیہ، رفح اور غزہ میں جا کر اپنے اینڈرائیڈ موبائل فونز کی مدد سے ہزاروں فلسطینیوں کی شہادتوں، زخمی ہونے والوں اور گھروں اور مساجد کی تباہی کی تصاویر اور ویڈیو بنا کر انہیں سوشل میڈیا پر اپ لوڈ کیا اور پوری دنیا کے سامنے اسرائیلی مظالم کو بے نقاب کیا۔

"بائیکاٹ اسرائیل مہم" کے حوالے سے امریکی جریدے، سان فرانسسکو کرونیکل نے لکھا ہے کہ دنیا بھر میں اسرائیلی مظالم کو دیکھنے کے بعد رائے عامہ میں اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ اور اسرائیل کا سفر نہ کرنے کی تحریک زور پکڑ رہی ہے، جس میں معروف امریکی مصنف اور دانشور نوم چومسکی اور برطانوی سائنس دان اسٹیفن ہاکنگ بھی شامل ہیں۔

برطانیہ کی سب سے منظم ٹریڈ یونین UNITE نے ایک بیان میں ''بائیکاٹ اسرائیل'' مہم کو مزید منظم کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے اور کہا ہے کہ اسرائیلی مظالم پر آنکھیں بند کرنے کے بجائے اس ملک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے اور یورپی یونین کو مجبور کیا جائے کہ جب تک اسرائیل، غزہ کا محاصرہ ختم نہیں کر دیتا اس وقت تک اس کے ساتھ سیاسی، سفارتی اور معاشی رابطے کم ترین سطح پر رکھے جائیں۔ برطانوی طلباء کی سب سے بڑی نمائندہ تنظیم، نیشنل یونین آف اسٹوڈنٹس (NUS) نے بھی اسرائیلی مصنوعات کے بائیکاٹ کی ملک گیر مہم کا آغاز کیا ہے۔ جرمن جریدے، ڈائی بلڈ نے لکھا ہے کہ ایک نوعمر برطانوی نوجوان نے ''فلسطین زندہ باد۔ بائیکاٹ اسرائیل'' مہم کو موثر بنانے کے لئے ایک سافٹ ویئر بنا کر ایسی 49 بڑی اسرائیلی کمپنیوں اور ان کی مصنوعات کی آن لائن تفصیل جاری کی ہیں جو دنیا بھر کے کئی ممالک کی کمپنیوں کے ساتھ مشترکہ تجارت کر رہی ہیں اور اربوں ڈالر سالانہ کا منافع کما رہی ہیں۔

مظلوم فلسطینیوں کے ساتھ اظہار یکجہتی اور ظالم اسرائیل کا بائیکاٹ

ادھر مراکشی جریدے ''الشروق'' نے لکھا ہے کہ علمائے کرام نے فلسطینی حکام سے ملاقاتوں کے بعد اسرائیلی مصنوعات کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا ہے اور عوام الناس سے کہا ہے کہ وہ غزہ کے نہتے مسلمانوں پر اسرائیلی بمباری کا جواب معاشی بائیکاٹ سے دیں۔ اخبار نے لکھا ہے کہ مراکش افریقی خطے میں واحد اسلامی ملک ہے جس کی مارکیٹوں میں فروخت ہونے والی 85 فیصد اشیائے صرف و خوراک اسرائیل سے آتی ہیں۔ ادھر لندن سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق برطانوی رکن پارلیمنٹ اور سیاست داں جارج گیلوے نے بھی اسرائیل کے بائیکاٹ کو عالمی مہم کا خیر مقدم کیا ہے۔ انہوں نے ایک بیان میں کہا ہے کہ اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ، اس کو ظلم سے باز رکھنے کا بہترین حربہ ہے، جس پر عالمی بنیاد پر عمل کیا جانا چاہئے۔ ادھر بیلجیم کے جریدے ''ایکس پیک ٹیکا'' نے لکھا ہے کہ بیلجیم حکومت نے اگرچہ اسرائیلی اشیاء کے بائیکاٹ سے گریز کیا ہے، لیکن ملک بھر کے تمام خوردہ فروشوں کو ایک سرکلر کے ذریعے پابند کر دیا ہے کہ وہ ان تمام اسرائیلی اشیاء کو فروخت کرنے سے گریز کریں جو فلسطینیوں کی مقبوضہ سرزمین پر قائم فیکٹریز میں بنا کر عالمی مارکیٹوں میں بیچی جا رہی ہیں۔

ادھر آئرش دارالحکومت ڈبلن کے عالمی شہرت یافتہ ریستوران Exchequer نے ایک اعلامیے میں اسرائیلی اشیاء کے بائیکاٹ کی تصدیق کر دی ہے اور کہا ہے کہ ہمارے ریستوران میں کوئی اسرائیلی چیز نہیں فروخت کی جائے گی اور جب تک اسرائیل، فلسطینیوں پر بمباری بند کر کے محاصرہ ختم نہیں کرے گا، اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ جاری رہے گا۔

آئرش جریدے ''ہیرالڈ'' نے لکھا ہے کہ آئرلینڈ کے 12 سپر اسٹورز نے اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیا ہے۔ ادھر ایک پریس کانفرنس میں وینزویلا کے صدر نکولس مادورو نے کہا ہے کہ وینزویلا حکومت، سابق صدر ہیوگو شاویز کے نام پر جلد ایک بڑا امدادی مرکز قائم کرے گی، جہاں ہزاروں فلسطینی بچوں کی کفالت کی جائے گی۔ واضح رہے کہ اتوار کو وینزویلا کے صدر مقام میں موریلوس اسکوائر پر ایک لاکھ افراد نے فلسطینی بچوں سے اظہار یکجہتی کیا اور اسرائیل مخالف نعرے لگائے۔

آسٹریلوی آن لائن جریدے (Greenleft.org) نے انکشاف کیا ہے کہ کئی آسٹریلوی پاپ اسٹارز اور سنگر نے اسرائیل کے بائیکاٹ کی مہم میں اپنے تعاون کا یقین دلایا ہے اور کہا ہے کہ عالمی دنیا کو بے حسی ختم کر کے اسرائیل کی سفاکی کو بائیکاٹ کے ہتھیار سے ختم کرانا چاہئے۔

عالمی جریدے آئرش انڈی پینڈنٹ نے ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ غزہ کے مظلوم اور نہتے فلسطینیوں پر اسرائیلی بمباری اور سینکڑوں ہلاکتوں پر آئرلینڈ کے ایک قصبے ''کینوارا'' کے باشندوں، کمپنیوں، دکانداروں، ریستورانز اور کاروباری مراکز نے اجتماعی طور پر اسرائیلی بائیکاٹ کا اعلان کیا ہے۔

اور رضا کارانہ طور پر اسرائیلی ادویات، مشروبات، غذائی سامان اور دیگر اشیاء کا بائیکاٹ کرتے ہوئے انہیں اپنی دکانوں اور گھروں سے نکال باہر کیا ہے اور تمام ڈسٹری بیوٹرز کو پابند کر دیا ہے کہ وہ اسرائیلی ساختہ چیزیں نہ بھیجیں۔

ہم اور ہمارا احتجاج

جناب اشتیاق احمد صاحب اپنے کالم "ہم اور ہمارا احتجاج" میں لکھتے ہیں کہ ایک اخبار نے احتجاج کرنے کے اس طریقہ پر خوب زور دیا کہ غیر مسلم ممالک کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے، یہ اپنی موت آپ مرجائیں گے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب گستاخانہ خاکے بنانے کی دیوانگی شروع ہوئی تھی۔ خیر! لوگوں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا، لیکن آپ کو بہت زیادہ حیرت کی بات بتا دیتا ہوں۔ اس اخبار کے دفتر میں میرا جانا ہوگیا۔ میں نے وہاں دیکھا کہ تمام مصنوعات وہی استعمال کی جارہی تھیں جن کے بائیکاٹ کا اعلان خود انہوں نے کیا تھا۔ یہ دیکھ کر میں دھک رہ گیا۔

اب ماڈرن قوم کو کیسے سمجھائیں......؟ جنہوں نے ہوش سنبھالتے ہی گھر میں سیف گارڈ استعمال ہوتے دیکھا...... اس کے پلے بات کیسے باندھی جائے، وہ ان نزاکتوں کو کب گھاس ڈالیں گے، ایسا ہی ایک گھرانا ہمارے ہاں کچھ دنوں کے لیے مہمان ہوا...... ہمارے گھر کے غسل خانوں میں انہیں تبت سوپ اور انگلش ٹوتھ پیسٹ رکھا نظر آیا...... خوب ناک اور بھویں چڑھائی...... اور صاف کہہ دیا: "ہم تو اپنے گھر میں سیف گارڈ سے نہاتے ہیں...... لہٰذا ہمارے لیے تو یہی لایا جائے"۔

معاملہ مہمان نوازی کا ہو تو آدمی چکرا جاتا ہے۔ فوری طور پر تو ان کے لیے سیف گارڈ منگوایا...... اس کے بعد ایک دن موقع پا کر میں نے ان سب کی موجودگی میں کہنا شروع کیا...... "میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں...... ایک شخص کا ایک کارخانہ ہے...... اس کے کارخانے میں تمام چیزیں بہت بہترین تیار ہوتی ہیں...... آپ کے والد بھی اسی کارخانے سے چیزیں خریدتے ہیں، لیکن ایک دن اس کارخانے کے مالک نے آپ کے والد کو خوب گالیاں دیں...... برا بھلا کہا...... خوب ہی ان کی توہین کی...... آپ لوگ بتائیں اتنا کچھ ہوجانے کے بعد کیا آپ سب اس کارخانے کی چیزیں استعمال کریں گے"۔

ان سب نے ایک زبان ہوکر کہا: "نہیں ہرگز نہیں...... اس صورت میں ہم کیسے اس کارخانے کی چیزیں استعمال کر سکتے ہیں"۔

اب میں مسکرایا، پھر کہنے لگا: "تو پھر سیف گارڈ، لکس اور نیسلے وغیرہ مصنوعات، یہ پیپسی کولا وغیرہ سب انہی لوگوں کی مصنوعات ہیں جو ہمارے نبی کریم ﷺ کو گالیاں دیتے ہیں، آپ کی توہین کرتے ہیں...... آپ کے کارٹون اخبارات میں چھاپتے ہیں...... کارٹون تو سمجھتے ہیں نا آپ...... اب بتائیں...... کیا ان لوگوں کی مصنوعات ہمیں استعمال کرنی چاہئیں؟" ان سب کو ایسی چپ لگی کہ میں اندر سے کھل اٹھا...... میں نے اپنی بات نہایت سادہ انداز میں ان کے دلوں میں اتار دی تھی...... آج ضرورت ہے بات کو سادہ انداز میں دلوں میں اتارنے کی۔ (تحریر : اشتیاق احمد)

امریکی سائنسدان اور بائیکاٹ اسرائیل

14 جولائی 2014 غزہ (نوائے وقت رپورٹ) اسرائیل کی وحشیانہ کارروائیوں پر مغربی دانشوروں نے مذمت کی ہے۔ یورپ اور امریکہ کے اہم دانشوروں نے اسرائیل کے بائیکاٹ کی اپیل کی ہے۔ معروف سائنسدان اسٹیفن ہاکنگ نے بطور احتجاج اگلے ماہ مقبوضہ بیت المقدس میں ہونے والی کانفرنس میں شرکت سے انکار کر دیا ہے۔ امریکی مفکر نوم چومسکی نے کہا ہے کہ اسرائیل کی حکومت جنوبی افریقہ کی سفید فام سرکار سے زیادہ نسل پرست ہے۔ اسرائیل کے بائیکاٹ کی حمایت کرتا ہوں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ اسرائیل میں سرمایہ لگانے والے صنعتی اداروں کا بھی بائیکاٹ کیا جائے۔ دوسری جانب اسرائیلی فوجی بھی فلسطینیوں پر ہونے والے مظالم پر بول اٹھے ہیں۔ ایک اہلکار نے کہا کہ اسرائیلی فوجی قبضے کی مخالفت کرتا ہوں۔ سائنس نے 10 برس کی محنت کے بعد فلسطینی علاقوں میں تعینات رہنے والے اسرائیلی بین الاقوامی کھلاڑیوں نے بھی درد محسوس کیا۔

اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ

"ہم امریکی مصنوعات کا بائیکاٹ کرتے ہیں۔ فلسطینی صدر محمود عباس سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ فلسطین میں اسرائیلی مصنوعات پر پابندی عائد کرے"۔ یہ الفاظ فلسطین میں منظور کی گئی ایک قرارداد کے ہیں۔ یہ قرارداد چند دن قبل منظور کی گئی تھی۔ یہ تحریک چلتی رہی یہاں تک کہ قانون بنالیا گیا۔ 27 اپریل 2010ء کو فلسطینی صدر محمود عباس نے اس قانون پر دستخط کر دیئے۔

فلسطینی صدر کے خصوصی معاون ''حسن العوری'' کا کہنا ہے: ''فلسطینی علاقوں میں یہودی آبادکاری کے کیسز کو روکنے کے لئے یہ قانون لایا گیا ہے''۔

1967ء کے معاہدوں میں طے پایا تھا کہ یہودی مزید بستیاں نہیں بنائیں گے، لیکن صہیونی نہ صرف بستیوں پر بستیاں تعمیر کررہے ہیں، بلکہ فلسطینیوں کا جینا حرام کررکھا ہے۔ گزشتہ ایک سال کے دوران 4080 فلسطینیوں کو بے دردی سے شہید کیا جاچکا ہے۔ اسرائیل کے صہیونی درندے فلسطینی علاقوں میں انسانیت سوز سلوک کرتے ہیں۔ زمینیں چھین رہے ہیں۔ فلسطینی عوام کا وقار مجروح کررہے ہیں۔ ایسے میں بائیکاٹ واقعتاً ایک کارگر اور موثر ہتھیار ہے، کیونکہ جو کام افہام وتفہیم، پیار ومحبت اور زبان سے نہ نکلتا ہو وہ موثر احتجاج، مظاہرے اور بائیکاٹ سے پورا ہوجاتا ہے۔ تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

تیل کی سپلائی بند کرنے پر امریکہ ویورپ میں کھلبلی مچ گئی

6 اکتوبر 1973ء کو اسرائیل اور عربوں کے مابین جنگ شروع ہوئی۔ ایک طرف 6 عرب ممالک تھے تو دوسری طرف اسرائیل اور اس کی پشت پر امریکا، جاپان، برطانیہ اور کئی یورپی ممالک تھے۔ اس جنگ کے دوران امریکا، برطانیہ اور جاپان نے کھل کر اسرائیل کی مدد کی۔ اس کھلی مداخلت اور امداد کی وجہ سے عربوں نے ان ممالک کو تیل فروخت کرنا بند کردیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا یورپ، جاپان اور امریکا کی معیشت بیٹھ گئی۔ اسٹاک ایکسچینجز کریش کرگئیں۔ فیکٹریاں بند ہونے لگیں۔ بجلی کا نظام معطل ہوگیا۔ ٹرینیں، بسیں اور گاڑیاں رک گئیں۔ پورے یورپ، امریکا اور جاپان کا پہیہ جام ہوگیا۔ بحران سے نکلنے کے لیے ان ممالک نے کئی قسم کی کوششیں کیں۔ اس بحران کے بعد یورپ، امریکا، جاپان اور دیگر ممالک میں 2 دن چھٹی ہونے لگی۔

امریکا و یورپ کے 16 ممالک کے صدور، وزرائے اعظم، وزراء ارکان اسمبلی اور بیوروکریٹس، سفیروں اور سیاست دانوں نے سرکاری گاڑیوں کا استعمال بند کردیا۔ تمام بزنس مینوں اور صنعت کاروں نے بھی اپنی اپنی گاڑیاں گیراجوں میں بند کیں اور چھوٹی موٹروں اور سائیکلوں پر آگئے۔ یہ 3 سال جاری رہا۔ اس بحران کے دوران امریکیوں اور یورپی باشندوں کا یہ عالم تھا کہ ان کے فیول ٹینکس خالی ہوتے تھے۔ وہ تیل کی تلاش کے لیے مارے مارے پھرتے تھے، مگر ان کو کسی پیٹرول اسٹیشن سے تیل کا قطرہ نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ مجبور ہوکر ان ممالک نے گھٹنے ٹیک دیے۔

یہودیوں کی مکاریاں اور مسلمانوں کا بھولا پن

عالمی طاقتوں نے بڑی عیاری و مکاری سے عرب ممالک سے تعلقات استوار کرلیے۔ بعض کو خوفناک نتائج کی برہنہ دھمکیاں دیں۔ کسی کو طمع ولالچ کے ذریعے اور کسی کو مستقبل کے سبز باغ دکھا کر اپنا ہم نوا بنالیا۔ 1973ء تک ڈالر کے پیچھے سونا ہوا کرتا تھا، لیکن عرب اسرائیل جنگ کے دوران جب عربوں نے امریکا کو تیل بیچنا بند کیا تو امریکا شدید بحران کی لپیٹ میں آگیا اور اس نے بحران سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ''ڈالر'' کو ہی معیار قرار دے دیا۔ اس کے بعد سے دنیا بھر کی کرنسی کے پیچھے سونا نہیں، بلکہ ڈالر ہوتا ہے۔ امریکا وقتاً فوقتاً مصنوعی بحران پیدا کرکے ڈالر کو مستحکم کرتا رہتا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا جون 2008ء میں عالمی منڈی میں تیل کی قیمتیں آسمانوں کو چھونے لگی تھیں۔ دوسری طرف انہی دنوں ڈالر کی قیمت تیزی سے گررہی تھی تو چونکہ عالمی منڈی میں تیل کی خرید وفروخت ڈالر سے ہوتی ہے اس لیے امریکا نے مصنوعی بحران پیدا کیا تاکہ ڈالر کی قدر میں اضافہ ہو۔

ستم ظریفی دیکھئے! دنیا میں تیل پیدا کرنے والے 7 بڑے ممالک مسلمان ہیں، لیکن ان کے تیل کی ترسیل اور فروخت کرنے والی 7 بڑی کمپنیاں غیر مسلم ہیں، جو براہ راست یہودی سرمایہ داروں کے کنٹرول میں ہیں۔ دنیا کے وسائل پر قبضہ جمانے کی بات یہودی ''پروٹوکولز'' کی دستاویز نمبر 26 میں بھی مذکور ہے۔ تیل کی دولت کا ذکر کرتے ہوئے یہودی تھنک ٹینک لکھتے ہیں: ''اس دور کی سب سے بڑی قوت تیل اور سونا ہے۔ یہ دونوں چیزیں مسلمان ملکوں کے پاس 70 فیصد سے زائد ہیں۔ لہٰذا وہ دن دور نہیں جب ہم ان بے پناہ ذخائر کے مالک ہوں گے اور اس کے بعد پوری دنیا پر ہمارا راج ہوگا۔ اسرائیل انتہائی مستحکم اور ناقابل تسخیر ملک ہوگا''۔

اس دستاویز کو سامنے رکھ کر پوری دنیا کے عموماً اور عالم اسلام کے

خصوصاً حالات کا بغور جائزہ لیا جاسکتا ہے کہ مسلمان کس طرح لٹ رہے ہیں؟ پہلے برطانوی سامراج نے برصغیر جسے ''سونے کی چڑیا'' کہا جاتا تھا، بے دردی سے لوٹا۔ ہمیں کنگال کر کے اس نے اپنے خزانے بھر لیے۔ اس کے بعد سے امریکی سامراج نے ہمیں کہیں کا نہ چھوڑا۔ سب جانتے ہیں کہ پوری دنیا میں مسلمان سب سے زیادہ ہیں اور یہودی سب سے کم۔ ہر چوتھا شخص مسلمان ہے، جبکہ یہودی کل آبادی کا ایک فیصد بھی نہیں ہے۔ 192 ممالک میں سے 57 ممالک مسلمان ہیں۔ 6 ارب کے قریب انسانوں میں سے ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمان ہیں۔ دنیا کے معدنی ذخائر میں 75 فیصد کے مالک ہیں۔ دنیا کی بہترین بندرگاہیں، گزرگاہیں، آبی، زمینی اور فضائی راستے مسلمانوں کے پاس ہیں۔ سب سے اچھا محل وقوع مسلم ممالک کا ہے۔ تیل کے لبالب بھرے کنویں اور سونے کی کانیں ہیں۔ زرخیز زمینیں، دریا اور نہریں ہیں۔ محنتی کسان ہیں۔ پسینے بہانے والے مزدور ہیں۔ جان کی بازی لگانے والے فوجی ہیں۔ وطن اور مذہب کی خاطر کٹ مرنے والے ہیں۔ اعلیٰ دماغ ہیں۔ باصلاحیت نوجوان ہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب اور ادیان میں سے بہترین مذہب ہے۔ اس کی زرّیں تعلیمات ہیں۔ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اگر نہیں ہے تو دور اندیش، نڈر اور بہادر قیادت نہیں ہے۔ کوئی ایسا کپتان نہیں ہے جو عالم اسلام کی ڈولتی اور ڈوبتی کشتی کنارے لگادے۔ نہ ہی مستقبل قریب میں ایسی قیادت نظر آتی ہے۔ اس کی وجوہات میں ایک سبب عالمی طاقتوں کی سامراجی ذہنیت، چالبازیاں اور پوری دنیا پر حکمرانی کا منصوبہ ہے۔

دوسرا سبب، عالم اسلام اور مسلمانوں میں اتفاق واتحاد کا فقدان اور اختلافات کا ناسور ہے۔ سامراج اور اس کے پالیسی ساز ادارے عالم اسلام کو کسی صورت متحد نہیں دیکھنا چاہتے۔ وہ ایک ایجنٹ کے تحت عالم اسلام کو تقسیم در تقسیم کرتے چلے آرہے ہیں۔ وہ اقلیتوں کو حقوق کا جھانسہ دے کر اور سبز باغ دکھا کر بغاوت پر اکساتے ہیں۔ وہ کسی بھی باصلاحیت رہنما اور مسلمانوں کے ہیرو کو اپنے ایجنٹوں اور فری میسنری کے ذریعے عبرت کا نشان بنادیتے ہیں۔ مسلمانوں کے قومی ہیروز کو زیرو بنادیتے ہیں۔ شاہ فیصل، ذوالفقار علی بھٹو، ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ استعمار کی ایک کال پر ڈھیر ہوجانے والے، ان کی ہاں میں ہاں ملانے والے اور ان کے مفادات کا تحفظ کرنے والے مسلمان ممالک کے حکمران، سیاسی رہنما اور دیگر اہم افراد ان کے محبوب اور قابل قبول ہیں۔

فلسطین میں اسرائیلی مصنوعات کے بائیکاٹ پر یورپی ممالک کی 27 ملٹی نیشنل کمپنیاں خوف زدہ

فلسطینیوں کی جدوجہد سے فلسطین میں اسرائیلی مصنوعات پر پابندی والا قانون پاس ہو چکا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی خبر ہے۔ فلسطینی طلبہ و طالبات نے دستخطی مہم شروع کردی ہے۔ فلسطینی حکومت نے اعلان کیا ہے جو شخص اس قانون کی خلاف ورزی کرے گا، اس پر جرمانے عائد ہونے کے ساتھ ساتھ جیل بھی جانا پڑے گا۔ فلسطینی اتھارٹی کی طرف سے اسرائیلی مصنوعات کے بائیکاٹ کے قانون پر دستخط ہونے کے بعد امریکا و یورپ کی 27 ملٹی نیشنل کمپنیاں خوف زدہ ہوچکی ہیں۔ کیونکہ ان ممالک کی کئی کمپنیاں اسرائیلی سرزمین پر قائم ہیں، ان کے ہیڈ کوارٹرز یہیں پر ہیں۔ یہ کمپنیاں اس قانون کی زد میں آسکتی ہیں۔

عرب اخبارات کے مطابق 28000 اسرائیلی مصنوعات فلسطین کی مارکیٹوں میں فروخت ہوتی ہیں۔ گزشتہ سال 500 ملین ڈالر کی اسرائیلی مصنوعات فلسطینی مارکیٹوں میں فروخت ہوئی تھیں۔ اس قانون پر عملدرآمد ہونے کی صورت میں 27 یورپی امریکی اور درجنوں اسرائیلی کمپنیوں کا بھٹہ بیٹھ جائے گا۔ اسرائیل کی ہمدرد و عالمی طاقتیں سرتوڑ کوششیں کررہی ہیں کہ یہ قانون جلد از جلد ختم کروایا جائے یا کم از کم غیر موثر کروایا جائے۔ چنانچہ برطانوی وزیر خارجہ ملی بینڈ نے پینترا بدل کر بیت المقدس کو فلسطین کا دارالحکومت بنانے کی بھرپور حمایت کردی ہے، جبکہ امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن نے عرب ممالک سے درخواست کی ہے کہ وہ ''فلسطین اسرائیل'' تنازع کے حل کے لیے سنجیدہ اور قومی کوششیں کریں۔

قارئین! صرف فلسطین نے اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا ہے تو اتنا واویلا ہورہا ہے، اگر دنیا کے 75 فیصد معدنی وسائل کے مالک 58 اسلامی ممالک نے بائیکاٹ کردیا تو پھر کیا ہوگا؟ یہ ایک لاکھ کا سوال ہے۔

(تحریر: انور یوسف صاحب)

پیپسی، کوکا کولا کا بائیکاٹ

خود سوچیں اور فیصلہ کرلیں کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں صیہونی مصنوعات کا یوں بے دریغ استعمال کرنا چاہیے؟

19 فروری 1985ء میں ایک امریکی یہودی کمپنی ''پیپسی'' اور ''کوکا کولا'' نے پہلا مشروب تیار کیا، یہ کمپنیاں سالانہ 3000 ارب سے زیادہ منافع مسلمان ملکوں بالخصوص عرب ملکوں سے کماتی ہیں اور یہودی ان پیسوں سے ''ڈیزی کیٹر'' تیار کر کے مسلمان ملکوں پر برساتے ہیں۔

ایک تحقیق کے مطابق خنزیر کے معدے میں ایک جھلی ہوتی ہے، جسے (پیپسین) کہتے ہیں، جس کو ہاضمے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور ان مشروبات میں یہی فارمولا استعمال کر کے نام پیپسی رکھا جاتا ہے، یہی مسلمان پیتے ہیں۔

ذرا سوچیں! یاد رکھیں اگر آپ پیپسی، کوک یا سیون اپ نہیں پئیں گے تو مر نہیں جائیں گے، البتہ آپ کے کوک، پیپسی، سیون اپ کے پیسوں کی گولی سے ایک فلسطینی ضرور شہید ہو جائے گا۔ لہٰذا محشر کے دن غزہ تباہ کرنے والوں میں نہیں بلکہ غزہ بچانے والوں میں شامل ہوں، اسرائیلی و امریکی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں۔

یہودی کمپنیاں اوران کی مصنوعات کا بائیکاٹ

یہودی ملٹی نیشنل کمپنی لیور براورز کی مصنوعات:

سرف، سن لائٹ واشنگ پاؤڈر، وم بار، میجک بار، لائف بوائے، لکس، رکسونا، لرل، لائف بوائے گولڈ، سن لائٹ سوپ، کلوز اپ ٹوتھ پیسٹ، پیپسوڈنٹ، فیئر اینڈ لولی، سن سلک شیمپو، لائف بوائے شیمپو، ڈالڈا بناسپتی، ڈالڈا کوکنگ آئل، پلاٹما کوکنگ آئل، ڈالڈا سن فلاور آئل، بلوبینڈ مارجرین، لپٹن یلو لیبل، بروک بانڈ سپریم، لپٹن پرل ڈسٹ، بروک بانڈ کینیا مکسچر، ٹاپ اسٹار وغیرہ پونڈز کریم، والز آئس کریم، پولکا آئسکریم وغیرہ۔

پراکٹر اینڈ گمبل مصنوعات:

کیمے صابن، سیف گارڈ صابن، ایریل ڈٹرجنٹ پاؤڈر، ہیڈ اینڈ شولڈر شیمپو، پرٹ پلس شیمپو، ریجائس آئل اف اول، پیمپرز، آلویز نیپکن، پینٹین شیمپو۔

کالگیٹ اینڈ پامولیو کمپنی کی مصنوعات:

پامولیو ٹائلٹ صابن، ڈوونج ٹائلٹ صابن، برولکس برائٹ واشنگ صابن، میکس پاؤڈر، ڈٹرجنٹ بار، ٹیٹنگ ایکسپریس اور بونس واشنگ پاؤڈر، کالگیٹ ٹوتھ پیسٹ، برش میکلینس ٹوتھ پیسٹ، فارمنس ٹوتھ پیسٹ۔

نیسلے ملک کی مصنوعات:

نیڈو، ایوری ڈے، سرے لیک، ملک پیک، لیکویڈ ملک، پولو، اولٹین، بارکس، پیک فریز بسکٹ، رفحان کارن آئل، رفحان گلوکوز ڈی، رفحان جیلی، کسٹرڈ، بیسٹ فوڈ جام جیلی وغیرہ۔

فلپس کا بجلی کا سامان:

فلپس کمپنی کی تمام برقی مصنوعات، جلیٹ بلیڈ، ریزر، سیون، اوکلاک اینڈ بلیڈ، جانسن اینڈ جانسن بے بی پاؤڈر، شیمپو اور لوشن، چیری بلاسم بوٹ پالش، رابن نیل، مورٹمین کوائیل، باٹا شوز، سنگر سلائی مشین، مینشن فلور پالش، آئی سی آئی ڈیوکس پینٹس، شیل اور کیلٹکس پٹیرول و دیگر مصنوعات۔

ان سب چیزوں کا استعمال ترک کر دیجئے اور ان کا نعم البدل تلاش کیجئے۔

اسرائیلی پروڈکٹ کا بائیکاٹ کر کے غزہ والوں کا ساتھ دیں
الضفة الغربية
Aldafa
القدس
AlQuds
غزة
Gaza
عربية إسلامية
Coca-Cola
BOYCOTT ISRAEL

TNUVA
osem
NOKIA
Connecting People
Nestlé
pepsi
NESCAFÉ
Coca-Cola
arwa
Juba
McDonald's
Coca-Cola
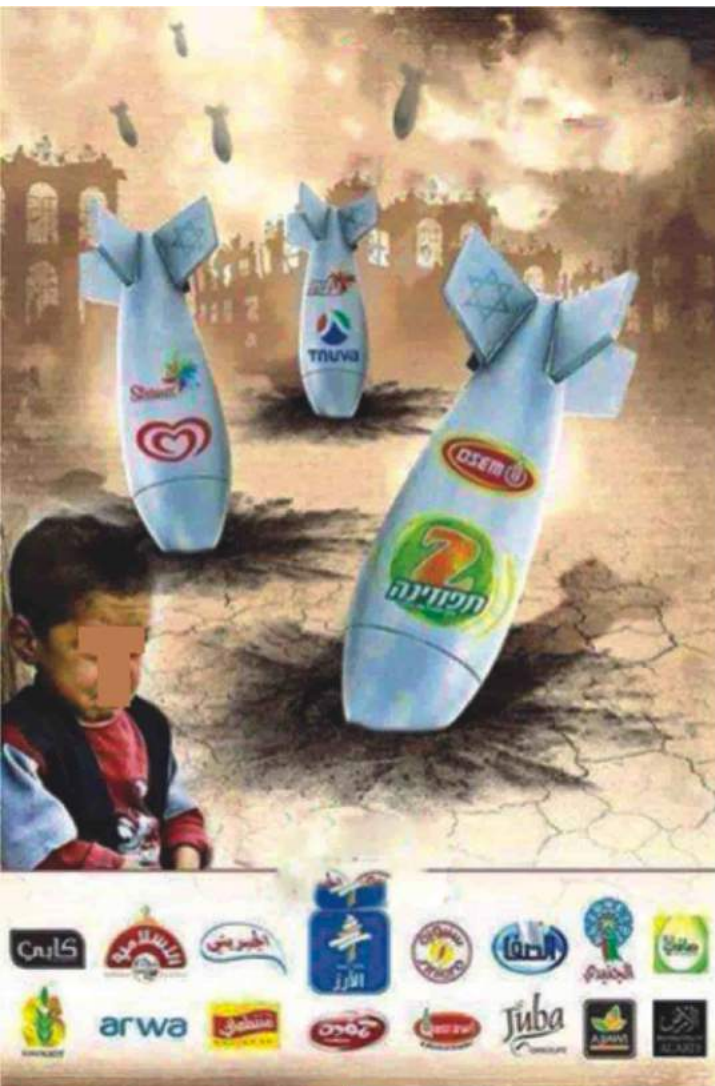
باب نمبر:33

غزہ والوں کے لئے عالمی امداد

فلسطین اور اسرائیل میں مستقل جنگ بندی کے معاہدے پر اتفاق کے بعد اقوام متحدہ کا ایک امدادی قافلہ محصور فلسطینیوں کے لیے امدادی اشیاء لے کر غزہ پہنچ گیا، یہ امداد سعودی عرب، عمان اور ترکی نے فراہم کی ہے، رافح کے علاقے کے سرحدی محافظین کے ایک ترجمان کے مطابق دیگر امدادی اشیاء کے علاوہ 150 ٹن ادویہ اور طبی ساز وسامان سے لدا قافلہ سعودی عرب کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ ادھر اسرائیلی اخبار ہارٹیز میں شائع ہونے والے ایک تازہ ترین عوامی جائزے کے نتائج نے وزیر اعظم نیتن یاہو کے اس دعوے پر سوالیہ نشان لگا دیا ہے جس میں انہوں نے حماس کے خلاف اپنی سیاسی اور عسکری جیت کا دعویٰ کیا تھا، نیتن یاہو نے کہا تھا کہ اسرائیل نے غزہ پٹی میں ہونے والی جھڑپوں کے تازہ ترین مرحلے میں حماس پر مکمل سیاسی اور فوجی سبقت حاصل کرتے ہوئے فتح حاصل کر لی ہے۔

اخبار کے مطابق اس عوامی جائزے میں شامل افراد میں سے 54 فیصد کا کہنا ہے کہ 50 روز تک جاری رہنے والی اس جنگ کا کوئی واضح فاتح نہیں ہے، دریں اثناء اسرائیل جنگ بندی معاہدے کے تحت غزہ کے 2 مقامات پر لوگوں اور اشیاء کی آمد ورفت میں آسانی کے لیے پابندی میں نرمی کرے گا، یہ مقامات ایریز اور کیریم شیلم ہیں، تاہم یہ واضح نہیں کہ یہ نرمی کس حد تک کی جائے گی۔ واضح رہے کہ غزہ پر اسرائیل کی وحشیانہ بمباری کے نتیجے میں 800 بچوں سمیت 2 ہزار سے زائد فلسطینی شہید اور ہزاروں زخمی اور معذور ہو چکے ہیں۔ فلسطینیوں کے مکانات اور عمارتیں تباہ کر دی گئی ہیں۔

غزہ اور اقوام متحدہ کی امداد

اسرائیلی بربریت کا نشانہ بننے والے نہتے فلسطینیوں کی امداد اور تعمیر نو کے لئے عرب اقوام متحدہ نے 4 کروڑ 10 لاکھ ڈالر امداد کا اعلان کیا، اسی طرح اقوام متحدہ نے غزہ میں 7 لاکھ 30 ہزار افراد میں خوراک کو تقسیم کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے، جو شہر میں جنگی صورتحال کے باعث خوراک سے محروم ہیں۔ منگل کو اقوام متحدہ کے ادارہ ورلڈ فوڈ پروگرام (ڈبلیو ایف پی) کے مطابق خوراک کے خصوصی پیکج میں 10 کلو چاول اور 30 کلو گندم بھی شامل ہے۔

ترکی کے صدر طیب اردوان کو عالم اسلام کا سلام

ترکی کے صدارتی انتخابات میں کامیابی کے بعد طیب اردوان نے غزہ کی امداد اور شدید زخمیوں کے علاج کے لیے بھرپور مہم چلانے اور ترکی میں 3 روزہ سوگ کا اعلان کیا ہے۔

جزیرۂ عرب میں موجود طاقتور اور مالدار ترین عرب ریاستوں نے اپنی سرحدیں اہل غزہ کے لیے بند کی ہوئی ہیں، جبکہ ترکی نے جدید فضائی ایمبولینس کے ذریعے غزہ کے زخمیوں کو بہتر علاج ومعالجہ کے لیے ترکی منتقل کرنا شروع کر دیا ہے، اسی طرح ترکی کے ادارے کی جانب سے غزہ کو بجلی کی فراہمی کے لئے جنریٹرز کا تحفہ دیا گیا۔

بین الاقوامی کھلاڑیوں نے بھی درد محسوس کیا

عالمی شہرت یافتہ فٹ بالر بھی غزہ پر اسرائیلی جارحیت سے لاتعلق نہ رہے۔ گولڈن بوٹ حاصل کرنے والے کرسٹینا رونالڈو نے فلسطینی بچوں کو 15 لاکھ یورو عطیہ دیا۔ یہ گولڈن بوٹ انہیں 2011ء میں ملا تھا۔ انہوں نے عطیہ رئیل میڈرڈ فاؤنڈیشن کی وساطت سے غزہ کے اسکولوں کو دیا ہے۔ یاد رہے کہ رئیل میڈرڈ فاؤنڈیشن دنیا بھر کے 66 ممالک کے 167 اسکولوں کی امداد کر رہی ہے۔ رونالڈو نے گزشتہ برس بھی غزہ کے لئے امداد دی، انہوں نے اپنے متعدد سپورٹس شوز نیلام کئے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی غزہ بھجوائی تھی۔ اس طرح رونالڈو تاریخ میں پہلے عالمی فٹ بالر ہیں جو اہل غزہ کی امداد کر رہے ہیں۔

یہ وہی رونالڈو ہیں جنہوں نے حالیہ ورلڈ کپ کے کوالیفائنگ راؤنڈ میں اسرائیل کے ساتھ میچ کے بعد اسرائیلی کھلاڑی کے ساتھ اپنی شرٹ تبدیل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ انہوں نے ایسا اسرائیل کی فلسطینیوں کے ساتھ درندگی کے خلاف احتجاج کے طور پر کیا۔ یاد رہے

کہ رونالڈو متعدد بار آزاد فلسطینی ریاست کے حامیوں کے ساتھ اپنی یکجہتی ظاہر کر چکے ہیں۔

برازیل میں ہونے والے فیفا ورلڈ کپ فٹبال ٹورنامنٹ میں شرکت کرنے والی الجزائر کی ٹیم نے بھی بونس میں ملنے والی رقم فلسطینیوں کو دیدی۔ الجزائر کے کھلاڑی اسلام سلیمانی کا کہنا تھا کہ اسرائیلی فوج کے ہاتھوں غزہ کے محصور فلسطینی ہم سے زیادہ اس رقم کے حق دار ہیں۔ یاد رہے کہ الجزائر واحد عرب ملک ہے جس کی ٹیم نے برازیل میں ہونے والے فٹ بال عالمی کپ کے لیے کوالیفائی کیا تھا۔

الجزائری بچے نے غزہ کے لئے بجلی کا انتظام کر دیا

جولائی میں غزہ پر اسرائیلی جارحیت سے شہر کا اکلوتا بجلی گھر بھی تباہ ہوگیا تھا، جس کے بعد غزہ اندھیروں میں ڈوب گیا۔ اس مشکل موقع پر ترکی نے مظلوم فلسطینیوں کے لئے ایک بحری جہاز غزہ بھیجا، جس میں لگے ہیوی جنریٹروں نے شہر میں بڑی حد تک بجلی کی ضروریات کو پورا کیا۔ تاہم اب بھی غزہ کے بہت سے علاقے بجلی سے محروم ہیں۔ اہل غزہ کی ان پریشانیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک 14 سالہ الجزائری بچے نے بجلی پیدا کرنے والا ایک آلہ ایجاد کرلیا ہے۔ رضوان عباد ایک بین الاقوامی ایوارڈ یافتہ سائنسدان ہے۔ کم عمری کے باوجود اس کی کئی ایجادات اپنا لوہا منوا چکی ہیں۔ معروف خبر رساں ادارے الجزیرہ کی رپورٹ کے مطابق عرب دنیا اور براعظم افریقہ کے سب سے نوعمر سائنسدان کا اعزاز حاصل کرنے والے ہونہار الجزائری طالب علم نے اہل غزہ کو ایک تحفہ دیا ہے۔ اس سے قبل الجزائر کی فٹ بال ٹیم نے ورلڈ کپ سے حاصل ہونے والی آمدنی اہل غزہ کو ہدیہ کی تھی۔ 14 سالہ رضوان عباد سیکنڈ ایئر کا طالب علم ہے۔ وہ اس وقت سے اہل غزہ کو کوئی ایسی منفرد چیز تحفے میں دینے کا سوچ رہا تھا، جب اسرائیل نے غزہ پر بمباری شروع کی تھی۔

29 جولائی کو اسرائیل نے غزہ کا واحد بجلی گھر بھی بمباری سے تباہ کر دیا اور شہر تاریکی میں ڈوب گیا تو اس نے فیصلہ کیا کہ وہ بجلی پیدا کرنے والا کوئی ایسا آلہ ایجاد کرے گا جو سستا ہونے کے ساتھ دیرپا بھی ہوگا۔ اس کے بعد رضوان عباد اس کام پر جت گیا اور تقریباً 4 ماہ کی محنت کے بعد بالآخر اسے اپنے مقصد میں کامیابی مل گئی۔ رضوان عباد نے یو پی ایس (U.P.S) کی قسم کا ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے، جو شمسی توانائی اور ہوا کی طاقت کے علاوہ کئی اور طریقوں سے بھی بجلی پیدا کرسکتا ہے۔ یہ آلہ ایک اوسط گھرانے کی بجلی کی ضروریات کو با آسانی پورا کرسکتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ اس آلے کو ہاتھ سے بھی چلایا جاسکتا ہے۔ الجزیرہ چینل کے ایک پروگرام میں رضوان عباد کا کہنا تھا کہ اس آلے کو (جس کا فی الحال اس نے کوئی نام نہیں رکھا ہے) آدھا گھنٹہ چارج کیا جائے تو یہ 12 گھنٹے تک بجلی فراہم کرسکتا ہے۔ ساحلی علاقوں میں قیام پذیر افراد کے لئے اس آلے کو کسی ہوائی چکی (ونڈمل) سے جوڑنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ خودکار سسٹم کے ذریعے سے سمندری مدوجزر کی طاقت سے بجلی پیدا کرے گا۔ علاوہ ازیں یہ آلہ یو پی ایس کی طرح بجلی کو اسٹور بھی کرسکتا ہے۔ تاہم مارکیٹ میں دستیاب یو پی ایس سے یہ کئی اعتبار سے بہتر ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کے ساتھ کوئی اضافی بیٹری لگانے کی ضرورت نہیں، اس کے اندر ہی ایک بیٹری نصب ہے۔ دوسرا یہ کہ ایک مرتبہ بجلی اسٹور کرنے کے بعد 12 گھنٹے تک چل سکتا ہے۔

الجزائری حکومت کی جانب سے رضوان عباد کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے ایک پروقار تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں الجزائر میں تعینات فلسطین کے سفیر عیسیٰ لوی نے بھی شرکت کی اور الجزائری حکام نے اپنے ہونہار سپوت کا ایجاد کردہ الیکٹرک آلہ فلسطینی سفیر کے حوالے کیا۔ رپورٹ کے مطابق رضوان عباد کا ایجاد کردہ یہ آلہ انتہائی سستا ہونے کے باعث ہر فلسطینی گھرانے کی دسترس میں ہوگا۔ جبکہ الجزائر ہی میں اسے بڑے پیمانے پر تیار کرکے اہل غزہ کے لیے بھیجا جائے گا۔

واضح رہے کہ غزہ میں بجلی پیدا کرنے والے پلانٹ پر اسرائیلی بمباری سے آگ لگ گئی تھی۔ شہری دفاع کا عملہ اور آگ بجھانے والی گاڑیاں بھی متاثرہ علاقے تک نہیں پہنچ سکیں، جس سے سب کچھ جل کر خاک ہوگیا تھا۔ جبکہ اسرائیل سے آنے والی بجلی سپلائی کی لائنیں بھی گولہ باری سے تباہ ہوگئی تھیں۔ غزہ کے اس اکلوتے بجلی گھر سے 18 لاکھ اہالیان غزہ کو 65 میگاواٹ بجلی ملتی تھی۔ علاقے کو 120 میگاواٹ بجلی اسرائیلی علاقوں سے ملتی ہے، جبکہ 22 میگاواٹ

پاور مصر دیتا ہے۔ پاور اتھارٹی کی ویب سائٹ کے مطابق غزہ کی پٹی کے علاقے کی بجلی کی ضروریات 280 سے 320 میگاواٹ کے درمیان ہے جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اہل غزہ کو بجلی کی کتنی قلت کا سامنا ہے۔ غزہ کے پاور پلانٹ کی تباہی کے بعد وقتی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ترکی کی بجلی تیار کرنے والی ایک بڑی کمپنی ''کارڈ اینیز ہولڈنگ'' نے پاور پلانٹ پر مشتمل ایک بحری جہاز غزہ روانہ کیا تھا، جو یومیہ 20 میگاواٹ بجلی پیدا کرتا ہے۔ ترکی کی جانب سے مزید پاور پلانٹ بھی غزہ بھیجنے کا اعلان کیا گیا ہے، جن سے یومیہ 1200 میگاواٹ بجلی کی تیاری کا ہدف پورا کیا جائے گا۔

رپورٹ کے مطابق رضوان عباد کے تیار کردہ آلے سے غزہ میں بجلی کی ضروریات کو پورا کرنے میں کافی مدد ملے گی۔ رضوان عباد کے والد جمال بھی تخلیقی ذہن کے مالک اور ایک ماہر الیکٹریکل انجینئر ہیں۔ وہ الجزائر کے Organization of the creators and Scientific Research نامی ادارے کے صدر ہیں۔ انہوں نے الجزیرہ سے بات چیت کرتے ہوئے بتایا کہ رضوان بچپن سے ہی تحقیق وجستجو کا شوقین تھا۔ وہ کھلونوں کو توڑ پھوڑ کر دیکھا کرتا تھا کہ اندر کیا ہے۔ اب تک اس کی کئی ایجادات ملک اور بیرون ملک میں اپنالوہا منوا چکی ہیں۔

رضوان عباد کمپیوٹر کا بھی ماہر ہے۔ وہ اس وقت بھی اپنے علاقے کے لوگوں کے کمپیوٹرز کے ہر قسم کے فالٹ ٹھیک کیا کرتا تھا، جب اس کی عمر صرف 6 برس تھی۔ خداداد صلاحیتوں سے مالا مال رضوان عباد کو بین الاقوامی شہرت رواں برس مارچ میں ملی، جب تیونس میں افریقی ممالک کے ایجاد کنندگان کے حوالے سے ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں رضوان کی ایجادات کو سراہتے ہوئے اسے براعظم افریقہ اور عرب دنیا کے سب سے کم عمر موجد (Youngest Inventor of Arab and Africa) کے اعزاز سے نوازا گیا۔ رضوان عباد کو خصوصی طور پر الیکٹرک کے شعبے سے زیادہ لگاؤ ہے۔ اس نے موبائل چارجر اور دیر تک کام کرنے والی چارج ایبل ٹارچ سمیت دس مختلف چیزیں ایجاد کی ہیں۔ تاہم حال ہی میں غزہ کے لیے اس کا تیار کردہ بجلی کا آلہ بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی تخلیقی صلاحیتوں سے متاثر ہو کر پولش حکومت نے جمال کو پیشکش کی تھی کہ وہ ان کے بیٹے کو اپنی شہریت دینا چاہتے ہیں، تاہم انہوں نے معذرت کر لی تھی۔

ترکی نے غزہ میں پینے کے پانی کا مسئلہ حل کر دیا

ترک حکومت نے تباہ حال غزہ کے 8 لاکھ سے زیادہ فلسطینیوں کو اسرائیل کی جانب سے پیاسا مارنے کی سازش ناکام بنادی۔ ترک جریدے ''ڈیلی حریت'' کی رپورٹ کے مطابق غزہ پر حالیہ حملوں کے دوران اسرائیل نے بمباری کر کے پینے کے پانی کی سپلائی لائنوں کو تباہ کر دیا تھا۔ ترک صدر طیب اردوان کے خصوصی احکامات پر ترک این جی او نے غزہ کے تین مختلف مقامات پر پانی کی فراہمی کے لئے بڑے کنوؤں کی کھدائی کے لئے سروے کیا تھا۔ بعد ازاں ترک انجینئرز اور ماہرین نے ترک حکومت کی جانب سے فراہم کئے جانے والے 10 لاکھ ڈالرز میں سے ہر ایک کنویں کی کھدائی اور اس کی تعمیر پر تین، تین لاکھ ڈالر خرچ کئے اور ان کی فلٹریشن کا بھی مناسب بندوبست کیا۔ رپورٹ کے مطابق کنویں میں فلٹریشن سمیت دیگر امور کے لئے جدید ترین مشینیں نصب کی گئی ہیں۔ گزشتہ روز ترک این جی او اور یروشلم اور غزہ میں ترک نمائندے کی موجودگی میں ان کنوؤں کا افتتاح کیا گیا۔ اس موقع پر غزہ اتھارٹی اور فلسطینی تحریک مزاحمت حماس نے اپنے ترک بھائیوں، بالخصوص ترک صدر طیب اردوان اور وزیراعظم احمد داؤد داؤغلو کا شکریہ ادا کیا اور غزہ کے فلسطینیوں کی امداد پر ان کی خدمات کو سراہا۔

واضح رہے کہ انٹرنیشنل کمیٹی برائے ہلال احمر نے ایک بیان میں عالمی دنیا کے ضمیر کو جگانے کے لئے کہا تھا کہ اسرائیلی جنگی کارروائیوں نے جہاں ہزاروں بے گناہ فلسطینیوں کا خون بہایا ہے، وہیں اسرائیلی جنگ کے نتیجے میں لاکھوں فلسطینی عوام پینے کے پانی سے بھی محروم ہو چکے ہیں۔ اسرائیلی مسلح افواج اور فضائیہ کی جانب سے غزہ کے انفراسٹرکچر کو جان بوجھ کر نشانہ بنایا اور تباہ کیا گیا تھا۔ اپنی کارروائیوں میں اسرائیلی غزہ کی پانی کی سپلائی لائنوں کو بجلی اور گیس کے سسٹم کی طرح تباہ کر دیا تھا۔ غزہ اتھارٹی کا کہنا ہے کہ اسرائیل کے 8 جولائی کے حملوں میں غزہ کے 90 فیصد کنوؤں کو تباہ کر دیا گیا تھا اور ان کا پانی ناقابل استعمال ہو چکا تھا۔ اگرچہ اقوام متحدہ نے اہل غزہ کے لئے پانی

کا مسئلہ حل نہیں کیا، لیکن ترک صدر اور وزیر اعظم نے فوری طور پر محکمہ خزانہ کو این جی او کے لئے دس لاکھ ڈالرز کی ادائیگی کے احکامات دیئے، تاکہ وقت ضائع کئے بغیر غزہ میں پانی کے تین بڑے کنویں کھودے جاسکیں۔ واضح رہے کہ دیگر کنویں رفحا اور ملحق علاقوں میں کھودے گئے ہیں۔

فلسطینی جریدے ''فلسطین کرونیکل'' کا اپنی رپورٹ میں کہنا ہے کہ ترک این جی او ''ترک تعاون وترقی ایجنسی'' (ٹیکا) کے سربراہ ''سردار چام'' نے ان کنوؤں کا افتتاح کیا۔ اخباری نمائندوں سے خصوصی گفتگو میں ترک این جی او کے سربراہ مسٹر چام نے اس عزم کا اظہار کیا کہ ترک عوام اپنے فلسطینی بھائیوں کا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑیں گے اور جب سے ترک صدر طیب اردوان کو اس بات کا علم ہوا تھا کہ غزہ کے فلسطینی بھائیوں اور بہنوں کو پینے کے پانی کی شدید قلت کا اور مشکلات کا سامنا ہے، تب سے ترک صدر طیب اردوان اور وزیر اعظم احمد داؤد اوغلو بے چین تھے۔ انہوں نے ترک کمپنیوں اور انجینئرز کو ہدایات دی تھیں کہ چاہے کنویں کھودنے میں کتنے ہی لاکھ ڈالرز خرچ ہوجائیں، فلسطینی بھائیوں کے لئے پینے کے پانی کی مشکلات کا خاتمہ بہت ضروری ہے۔ اس کام کا بیڑا ترک این جی او ''ترک تعاون ترقی ایجنسی'' نے اٹھایا اور محض 10 لاکھ ڈالر کے خرچ سے تین بڑے اور جدید کنویں فلٹریشن پلانٹ کے ساتھ کھود کر 8 لاکھ سے زیادہ فلسطینی باشندوں (اہل غزہ) کی مشکلات کا خاتمہ کردیا۔

غزہ میں کارگزار فلسطین کرونیکل کے نمائندے نے بتایا ہے کہ تین کنوؤں میں سب سے پہلے کنویں کا باضابطہ افتتاح جنگ سے متاثرہ علاقے ''الشجاعیۃ'' میں کیا گیا ہے، جہاں کے باشندوں میں ترک عوام اور حکومت کے لئے انتہائی جذبہ اظہار تشکر دیکھنے میں آیا ہے۔ ایک مقامی فلسطینی احمد رشاد کا کہنا تھا کہ میں اور اہل علاقہ بہت خوش ہیں، کیونکہ ہمارے پینے کے پانی کا مسئلہ ختم ہو چکا ہے۔ ہمیں شیریں اور صاف فلٹر شدہ پانی مل رہا ہے اور وہ بھی مفت۔ یہ سب ترک بھائیوں اور ترک حکومت کا کارنامہ ہے۔ اس سے ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ایک دشمن اسرائیل کے مقابلے میں ہمیں دنیا بھر کے مسلمانوں اور انسان دوستوں کی حمایت حاصل ہے۔

غزہ کے امدادی فنڈز روکنے پر ملائیشیا میں برطانوی بینک کا بائیکاٹ

برطانیہ کے ایک مقامی بینک کی جانب سے جنگ سے تباہ حال فلسطینی علاقے غزہ کی پٹی سے متاثرین کے لیے جمع کردہ امدادی رقوم منجمد کرنے پر بطور احتجاج ملائیشیا میں برطانوی بینک کا بائیکاٹ شروع کردیا گیا ہے۔

غزہ پر اسرائیلی جارحیت، سعودی شاہ عبداللہ کا فلسطینیوں کیلئے 50 ملین ڈالر کا اعلان

سعودی فرمانروا شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے غزہ پر اسرائیلی جارحیت سے پیدا ہونے والی صورتحال سے نمٹنے کے لیے 50 ملین ڈالر کی امداد کا اعلان کیا ہے۔ سعودی عرب کے سرکاری ٹی وی کے مطابق سعودی شاہ نے اعلان کردہ امداد کی فراہمی کے لیے سعودی وزیر خزانہ ڈاکٹر ابراہیم بن عبدالعزیز کو ہدایات بھی جاری کردی ہیں۔ رقم سے زخمیوں اور بے گھر ہونے والے افراد کے علاج معالجے، خوراک اور رہائش کی فوری ضروریات پوری کی جائیں گی۔ سعودی وزیر خزانہ نے بھی حکومتی احکامات پر 200 ملین سعودی ریال فلسطینی ہلال احمر کو ادا کرنے سے متعلق خبروں کی تصدیق کی ہے۔

(14 جولائی 2014)

باب نمبر: 34

غزہ کے لئے امداد لے جانے والے ترکی جہاز پر اسرائیلی حملہ

تاریخ انسانی میں بنی اسرائیل سب سے ضدی قوم مشہور ہے۔ یہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو طرح طرح کی ایذاء اور تکالیف پہنچاتی تھی۔ بنی اسرائیل کی ساری تاریخ ایسی ہی نافرمانیوں سے اٹی پڑی ہے، یہ بلا کے ضدی اور ہٹ دھرم تھے، یہ فتنہ پرست، شیطان صفت اور مکار بھی تھے اور یہی قوم آگے چل کر آج یہودیوں کی شکل میں موجود ہے۔ آپ اگر ان کی فطرت کا جائزہ لیں تو ان میں مکاری، ضد اور ہٹ دھرمی آج بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ یہ آج بھی نفرتوں، تعصب اور انتہا پسندی کی آبیاری کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے 1948ء میں فلسطین کی سرزمین پر ایک ناجائز ملک کی بنیاد رکھی، انہوں نے بنی اسرائیل کی نسبت سے اس ملک کا نام اسرائیل رکھا، انہوں نے فلسطینی علاقوں پر جارحیت اور ظلم سے قبضہ کیا، دنیا بھر سے یہودی لاکر یہاں آباد کیے اور یہ آج تک فلسطین پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں، یہ نہتے معصوم اور بے گناہ فلسطینیوں پر بربریت قائم رکھے ہوئے ہیں۔ آپ ان یہودیوں اور اس اسرائیل کی ہٹ دھرمی، ضد اور جارحیت کا اندازہ اس امر سے لگا لیجئے۔

30 مئی کو ترکی ہیومنٹیز ین ریلیف فاؤنڈیشن کا بحری قافلہ غزہ کے بھوکے اور بیمار محصورین کی امداد کے لیے قبرص سے روانہ ہوا۔ اس قافلے میں 8 کشتیاں تھیں اور ان پر 10 ہزار ٹن امدادی سامان لدا ہوا تھا، جس میں غذائی اجناس، دوائیں، سیمنٹ، تعمیراتی سامان اور معذوروں کے وہیل چیئرز تھیں۔ اسرائیل نے سیمنٹ وغیرہ پر پابندی عائد کر رکھی ہے، کیونکہ اسے خدشہ ہے کہ سیمنٹ سے ایسی غاریں تعمیر کی جائیں گی جہاں اسلحہ سازی ہوگی۔ تاہم فلوٹیلا کے منتظمین کا کہنا تھا کہ **2008-09**ء کی اسرائیلی جارحیت کے دوران تباہ ہونے والے غزہ میں تعمیر نو کے لئے سیمنٹ وغیرہ کی اشد ضرورت ہے۔ یہ نواں موقع ہے کہ جب فری غزہ موومنٹ کی طرف سے غزہ میں امدادی سامان بھیجنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس قافلے میں دنیا کے **12** ممالک کے **700** افراد سوار تھے۔ ان میں امریکی سفارتکار، ترکی، جرمن سویڈن، آئرلینڈ، ملائیشیا اور فلسطین کے اراکین پارلیمنٹ اور پاکستان سمیت کئی ممالک کے میڈیا کے نمائندے بھی شامل تھے۔ ان سب کو معلوم تھا وہ موت کے سفر پر جارہے ہیں۔ جانے سے پہلے سب نے باقاعدہ یہ بات کہی کہ ان کے ساتھ جو بھی ہوگا، اس کے ذمہ دار وہ خود ہوں گے۔ سب ہی یہ جانتے ہیں کہ غزہ کے محصور مسلمانوں تک نہ تو یہ غذائی امدادی اجناس پہنچنے دی جائیں گی نہ ہی قافلے میں شریک دنیا بھر کے صحافیوں کو غزہ کی اصل صورت حال جاننے کے لیے وہاں تک پہنچنے دیا جائے گا، لیکن...... کیا خارزار دیکھ کر سفر موقوف کر دیا جاتا ہے؟ نہیں، بلکہ یہ قافلہ بین الاقوامی سمندر سے غزہ کے لیے روانہ ہوا، لیکن **31** مئی کی صبح جب یہ قافلہ غزہ سے ڈیڑھ سو کلومیٹر دور پہنچا تو اسرائیلی کمانڈوز نے اس پر حملہ کر دیا، تا کہ آئندہ کوئی ملک غزہ کی امداد کی ہمت نہ کر سکے۔ اسرائیلی کمانڈوز کشتیوں میں سوار ہو کر آئے۔ انہوں نے قافلے کو گھیر لیا، جبکہ اسرائیل نے جنگی ہیلی کاپٹروں سے اپنے کمانڈوز اس قافلے کے جہاز رماوی رماوا پر اتار دیے۔ کمانڈوز نے جہاز میں سوار ہونے کے بعد مسافروں کو زدوکوب کرنا شروع کر دیا اور فائرنگ کر کے 20 افراد کو شہید یا ہلاک کر دیا۔

کمانڈوز نے رماوی رماوا پر حملے کے بعد دیگر جہازوں کو بھی گھیرے میں لے لیا اور ان میں سوار تمام افراد کو گرفتار کر کے اشدود کی بندرگاہ منتقل کر دیا۔

فلوٹیلا پر اسرائیلی حملے میں شہید ہونے والے شہداء

فلوٹیلا پر اسرائیلی حملے کے دوران شہید ہونے والوں میں 9 ترک شہری ہیں۔ ابراہیم بلکن، علی حیدر بنگی، سیبودت کل کار، ستین توپاوغلو، نیدت یلدرم، فہری یلدز، سنگز سونگور، سنگز اکیوز اور ترکی نژاد امریکن فرقان دوغان شامل ہیں۔ ان میں سب سے کم عمر شہید فرقان دوغان تھا جو دوہری ترک اور امریکی شہریت کا حامل تھا۔

اسرائیل کی رسوائی اور تنہائی

فریڈم فلوٹیلا پر حملے کے نتیجے میں اسرائیل کو تاریخ میں پہلی بار بدترین عالمی تنہائی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ بین الاقوامی شخصیات، اداروں اور غیر سرکاری تنظیموں نے کھلے طور پر اسرائیلی حملے کو غیر انسانی، غیر قانونی اور ناقابل قبول قرار دیا۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے مذمتی قرارداد منظور کی۔ 31 مئی کو اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو نے امریکی صدر اوباما کو فون کر کے سلامتی کونسل کے اجلاس میں مذمتی قرارداد کو ویٹو کرنے کی درخواست کی تھی، تاہم صدر اوباما نے انکار کر دیا۔

اسرائیل کا کہنا ہے کہ وہ ہر ہفتے غزہ کی طرف 15 ہزار ٹن امداد لے جانے کی اجازت دیتا ہے، جبکہ اقوام متحدہ کا کہنا ہے کہ یہ وہاں کی ضرورت کا چوتھا حصہ بھی نہیں ہے۔ اس واقعے کے بعد اسرائیلی پروپیگنڈہ کرتے رہے کہ مسافروں کے پاس پستول اور اسی طرح کے دوسرے ہتھیار تھے۔ تاہم وہ دنیا کو دکھانے کے لئے ایک بھی پستول برآمد نہ کر سکے۔ (اسرائیل آغاز سے انجام کی طرف 212)

فریڈم فلوٹیلا قافلے میں پرعزم ترک خاتون نیلوفر کے جذبات

اس امدادی قافلے میں آدھی تعداد خواتین امدادی کارکنوں کی شریک تھی۔ ان ہی خواتین میں ایک پرعزم ترک خاتون نیلوفر اپنے ایک سالہ بچے کے ساتھ فریڈم فلوٹیلا کا حصہ تھی۔ ان کے شوہر جو آئی ایچ ایچ IHH (امدادی قافلے کا منتظم ادارہ) کے ذمہ دار تھے۔ اس جرأت مند خاتون نے اسرائیل کی جارحیت کی جو تصویر کھینچی وہ ان ہی کی زبانی سنیں۔ فریڈم فلوٹیلا کا یہ قافلہ 22 مئی کو اناطولیہ ترکی سے روانہ ہوا تھا اور اس کو 31 مئی کو غزہ کے ساحل پر لنگر انداز ہونا تھا۔

31 مئی کو سب مسافروں کی طرح نیلوفر بھی بڑی پرجوش تھی۔ یہ اس کا پہلا بحری سفر تھا۔ وہ خیالوں میں ہی غزہ کے بچوں کے درمیان اپنے آپ کو محسوس کر رہی تھی اور ان بچوں کو اپنے ساتھ لائے ہوئے کھلونے، کھانے کی چیزیں دے رہی تھی اور فلسطینی بچوں کے چہروں پر وہ خوشی دوڑ رہی تھی جس کو دیکھنے کے لیے اس نے ترکی سے غزہ کا 10 دن کا سفر طے کیا تھا۔ وہ فلسطینی بچوں کو یہ باور کروانا چاہتی تھی کہ ان کے مشکلات کے دن ختم ہوگئے ہیں کہ اب وہ دوبارہ آزادی کے ساتھ اپنی زندگی شروع کریں گے۔ یہ سب خیال خواب بن کر اس کی آنکھوں میں آ رہے تھے کہ اچانک جہاز پر گولیوں کی آواز سنائی دی۔ نیلوفر نے اپنے ایک سالہ بیٹے کی طرف دیکھا جو اس کے قریب سویا ہوا تھا۔ اس نے فوراً اپنا گیس ماسک اور لائف جیکٹ اپنے بیٹے کو پہنا دی۔

رات 10 بجے سے اسرائیلی بحریہ کی طرف سے جہاز کے کپتان کو وارننگ دی جا رہی تھی کہ وہ غزہ کی جانب بڑھنے کے بجائے اپنا رخ واپس موڑ لیں، تاہم کپتان نے ان کو بتایا کہ 1 وہ اسرائیلی پانیوں میں نہیں ہیں، بلکہ اسرائیلی بحری حدود سے 60 کلومیٹر دور ہیں۔ 2 یہ بحری قافلہ غیر مسلح لوگوں پر مشتمل ہے۔ اس قافلے میں صرف اور صرف امدادی سامان اور امدادی کارکن ہیں۔ اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اسرائیلی فوجی جب جہاز پر ہیلی کاپٹر کے ذریعے اتر آئے تو انہوں نے آتے ہی نہتے کارکنوں پر گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ نیلوفر نے اپنے بچے کو اٹھایا اور واش روم میں گھس گئی، تاہم بعد میں اسرائیلی فوجیوں کے کہنے پر اس کو باہر نکلنا پڑا۔ اسرائیلی فوجیوں نے اس کے بچے کو بھی گن پوائنٹ پر لے لیا۔

نیلوفر نے جہاز پر دیکھا کہ ہر طرف خون ہی خون نظر آ رہا ہے۔ زخمیوں کی آہ و بکا تھی۔ اسرائیلی فوجی بار بار یہ سوال پوچھ رہے تھے کہ کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ غزہ جانا ممنوع ہے۔ جب تم کو معلوم تھا کہ غزہ جانا ممنوع ہے تو تم اپنے بچے کے ساتھ کیوں آئی؟ تمہارے اس سفر کا کیا مقصد تھا؟ پھر بہت ساری خواتین کے ساتھ ان کو جیل میں ڈال دیا گیا۔

الجزیرہ ٹیلی ویژن چینل کے کیمرہ مین آندرے خلیل کہتے ہیں: اسرائیلی فوجیوں نے جہاز میں مسافروں پر پہلے ربڑ کی گولیاں چلائیں، جب مسافر اپنی جگہ سے نہ ہلے تو انہوں نے آنسو گیس کے بموں اور اصلی گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ جہاز کے عرشے پر کھڑے افراد کے ہاتھوں اپنے بچاؤ کے لیے کچھ نہ تھا۔ گولیوں کی بوچھاڑ نے درجنوں نہتے لوگوں کو خون میں نہلا دیا۔

الجزیرہ کے رپورٹر محمد وائل کہتے ہیں جس طرح ہمیں گولیوں اور بموں کا نشانہ بنایا جا رہا تھا ایسے میں کوئی بھی زندہ رہنے کی امید نہیں کر سکتا تھا۔ ایک یونانی امدادی کارکن نے کہا کہ اسرائیلی فوجیوں نے

مسافروں کونشانہ بنانے کے لیے لیزر گائیڈڈ ہتھیار بھی استعمال کیے۔

مصری پارلیمنٹ کے رکن حضام فاروق کہتے ہیں کہ پورے جہاز میں خوف غالب تھا۔ ایسا جہاز جو انسانوں سے بھرا ہوا تھا، جس میں آدھی خواتین تھیں۔ دوسری طرف اسرائیلی فوجی فائرنگ کررہے تھے، جیسے کہ وہ کم سے کم وقت میں زیادہ افراد کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ میرے سامنے چار افراد نے دم توڑا۔ جب ہم زخمیوں کی طرف بڑھے تو اسرائیلی فوجیوں نے ہمیں بڑھنے سے روک دیا۔

ماریہ فاطمہ امدادی کارکن کہتی ہیں کہ جب ہمارے سامنے زخمی تڑپ رہے تھے تو اسرائیلی فوجیوں نے کہا کہ خواتین ان کو اٹھا کر کمرے میں لے جائیں۔ بہت سی ناتواں خواتین زخمیوں کو نہ اٹھا سکیں اور روتے ہوئے بے بسی سے ادھر ادھر دیکھنے لگیں۔ کچھ خواتین اٹھانے میں کامیاب ہوئیں، پھر سیڑھیوں سے پھسل کر زخمیوں سمیت گریں اور خود بھی زخمی ہوئیں۔ اسرائیلی فوجی اس صورتحال کو دیکھ کر قہقہے لگانے لگے۔

(اسرائیل آغاز سے انجام کی طرف 207)

فریڈم فلوٹیلا نے اسرائیلی جارحیت کے حقائق دنیا بھر میں ثابت کردیئے

2007ء سے 15 لاکھ انسان غزہ میں محصور ہیں۔ وہ غزہ جہاں کے 23 میں سے 15 ہسپتال تباہ ہو چکے ہیں۔ 110 میں سے 42 ڈسپنسریاں برباد ہو چکی ہیں۔ ادویات کی عدم دستیابی کے باعث ہر جانب موت کا رقص ہے۔ خصوصاً بچوں میں بیماریاں عام ہوگئی ہیں۔ 61 فیصد لوگ خوراک کو ترستے ہیں۔ 65 فیصد بچے بھوک کا شکار ہیں۔ 5 برس سے کم عمر کے بچے وزن اور قد کی کمی کا شکار ہوتے چلے جارہے ہیں۔ 86 فیصد قابل کاشت زمین صرف حسرتیں اگاتی ہے، یا پھر اس میں قبریں کاشت ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ غزہ 15 لاکھ زندہ انسانوں کی مقتل گاہ کا دوسرا نام ہے۔ فریڈم فلوٹیلا نے دنیا بھر کو یہ پیغام دے کر اپنا ہدف حاصل کرلیا ہے۔

بڑے بہادر تھے جو اس قافلے میں تھے

آفرین ترک وزیراعظم طیب اردگان کو، جنھوں نے کہا کہ ہمیں اتنا کمزور مت سمجھو۔ اب خبر آئی ہے کہ ترکی نے کہا آئندہ امدادی قافلے کی حفاظت کے لیے ترکی کے تباہ کن جنگی جہاز بھی قافلے کے ہمراہ ہوں گے۔ کاش! صحافیوں کی مانند بڑی قد آور سیاسی شخصیات بھی اس قافلے کا حصہ بنتیں۔ پاکستان سمیت دنیا بھر کے مظاہرے اور دنیا بھر کے ممالک کی جانب سے اس حملے کی شدید مذمت بتاتی ہے کہ فریڈم فلوٹیلا کامیاب رہا ہے۔ یہ تبدیلی کی لہر ہے۔ یہ انسانیت اور روشن ضمیر کی لہر ہے۔ بڑے بہادر لوگ ہیں وہ جو اس قافلے میں شامل تھے۔

دنیا بھر میں احتجاج کے باوجود اسرائیل کی ہٹ دھرمی

اس قافلے کی کوریج پوری دنیا میں ہو رہی تھی، چنانچہ یہ خبر آگ کی طرح پوری دنیا میں پھیل گئی، جس کے ردعمل میں ترکی، فلسطین، ملائیشیا، ایران، پاکستان، برطانیہ، امریکا اور یورپ بھر میں احتجاجی مظاہرے شروع ہوگئے۔ واقعہ کے فوری بعد ترکیوں نے اسرائیلی قونصل خانے پر دھاوا بول دیا۔ اقوام متحدہ نے سلامتی کونسل کا اجلاس طلب کرلیا۔ فلسطین نے تین روزہ سوگ کا اعلان کردیا۔ کویت نے کابینہ کا ہنگامی اجلاس بلالیا۔ ترکی، یورپ، یونان اور سویڈن نے اسرائیلی سفیروں کو طلب کرلیا، یونان نے اسرائیل سے مشترکہ فوجی مشقیں ختم کرنے کا اعلان کردیا۔

یورپی یونین کی خارجہ پالیسی کی سربراہ کیتھرائن آسٹن نے اس اسرائیلی جارحیت پر دکھ کا اظہار کیا۔ عرب لیگ کے سیکریٹری جنرل عمرو موسیٰ نے اسے انسانی مشن کے خلاف جرم قرار دیا۔ ایرانی صدر احمد نژاد نے اسے غیر انسانی فعل، فرانسیسی صدر نکولس سوزی نے اسے طاقت کا غیر مناسب استعمال اور اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل بان کی مون نے صدمے کا اظہار کرتے ہوئے اسرائیل سے حملے کی وضاحت طلب کرلی۔ فرانسیسی وزیر خارجہ برناڈ کوشنر نے فوری تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ جرمنی اور اٹلی نے افسوس، روس نے مذمت اور افریقی ممالک نے اسے اسرائیل کی جارحیت قرار دیا، جبکہ ایمنسٹی انٹرنیشنل، اقوام متحدہ اور امریکی صدر نے حقائق سامنے لانے پر زور دیا۔ اس دوران دنیا بھر سے اسرائیلی ویب سائٹس پر ہیکرز نے حملے شروع کردیئے، جس سے 13 ہزار اسرائیلی ویب سائٹس جن میں

ایک اسرائیلی ڈیفنس کی ویب سائٹ بھی سامل تھی تباہ کردی گئیں۔

یہ احتجاج تھا، مطالبے تھے، مظاہرے تھے اور عالمی دباؤ تھا، اسرائیل نے گرفتار غیر ملکیوں کو 2 دن بعد چھوڑ دیا، لیکن تیسرے ہی دن اسرائیل کی طرف سے 50 افراد کو زخمی کر دیا گیا۔ گزشتہ 2 ماہ میں دنیا بھر میں 500 افراد مارے گئے، لیکن عالمی برادری خاموش رہی۔ اسرائیل کے 20 آدمیوں کے قتل پر دنیا سراپا احتجاج کیوں ہے؟ اس کے ساتھ ساتھ اسرائیل کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہم تمام تر دباؤ کے باوجود غزہ کی امداد کے لیے آنے والے ہر جہاز کو روکیں گے۔ ہم کسی امدادی قافلے کو غزہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔

اسرائیل کے اس دوٹوک، واضح اور اٹل جواب کے بعد یہ ظاہر ہوگیا کہ امریکا سے لے کر یورپ تک اور ترکی سے لے کر ایران اور ملائیشیا تک تمام بڑی طاقتوں، تمام بڑے ممالک کا دباؤ اور پریشر اسرائیل اور اس کی عوام کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اسرائیل محض ایک غیر قانونی ریاست کا نام ہی نہیں، بلکہ ان کا غیر قانونی دباؤ ایسا ہے کہ یہ اس وقت پوری دنیا کو انگلیوں کے اشارے پر نچا سکتے ہیں۔

(از یاسر محمد خان و عبدالرحمن مدنی)

باب نمبر: 35

غزہ میں موجود حماس کی سرنگوں کا جال

غزہ کے ایک طرف سمندر ہے تو دوسری طرف اسرائیل اور تیسری طرف مصر ہے۔ اسرائیل نے غزہ کے تینوں اطراف میں 25 فٹ لمبی دیوار کھڑی کی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے غزہ کے 18 لاکھ مسلمان قید کی زندگی بسر کر رہے ہیں، اس کے لئے غزہ میں موجود حماس نامی تنظیم نے اسرائیلی فوجیوں پر حملہ کے لئے غزہ میں نیچے ہی نیچے سرنگوں کا جال بچھایا ہوا ہے، ان سرنگوں کے ذریعے غزہ کے مجاہدین اسرائیل کے اندر جا کر ان پر حملہ کر کے لوٹ آتے ہیں، اسی طرح غزہ میں چونکہ کھانا اور دیگر چیزیں اسرائیل کی مرضی اور اجازت سے آتی ہیں جس کا غزہ کی عوام بھاری ٹیکس دیتی ہے، اس لئے غزہ کے لوگوں نے غزہ سے مصر جانے کے لئے بھی سرنگیں کھود رکھی ہیں۔ ان سرنگوں کے ذریعہ مصر سے سامان تجارت لایا جاتا ہے۔

مصر کے سابق صدر کا تعلق چونکہ اخوان المسلمین سے تھا، اس وجہ سے انہوں نے غزہ جا کر وہاں کا دورہ کیا اور وہاں کے لوگوں کی آمدورفت کے لئے مصر کا راستہ بھی کھول دیا، مگر یہ بات اسرائیل اور امریکہ کے لئے ناقابل برداشت ہوگئی کہ فلسطین کی جہادی تنظیم حماس اور مصر کی سیاسی جماعت اخوان ایک ہوگئے ہیں، تو امریکہ نے جنرل سیسی کے ذریعہ مصر کے صدر کو معزول کر کے جیل میں ڈال دیا۔ حماس کی حمایت کے جرم میں وہ نیک دل صدر اب تک جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہے۔

جنرل سیسی نے صدر بنتے ہی مصر کے راستہ کو سیل کر دیا اور سرنگوں کو تباہ کر دیا، چنانچہ یہ خبر جاری ہوئی کہ اسرائیل نے 2014ء کے اواخر میں غزہ پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ بعد ازاں محاصرہ کو مزید سخت سے سخت کر دیا گیا۔ اس محاصرے میں ایک طرف اسرائیل تو دوسری طرف مصر تھا، جس نے غزہ کی طرف رفح باڈر بند کر دیا۔ غزہ اور مصر کے درمیان غذائی سامان، ادویات لے جانے کے لیے کھودی جانے والی 90 فٹ گہری زیر زمین سرنگ میں مصری حکومت نے اسرائیل کی ہدایت پر زہریلی گیس داخل کی جس سے اب تک 245 افراد شہید ہو چکے ہیں۔ اب ساری کی ساری غذائیں اور ضروریات زندگی کا سامان براستہ اسرائیل جاتا ہے۔

غزہ کی جیل: غزہ کے اطراف میں موجود اسرائیل اور مصر کی بنائی ہوئی دیوار

غزہ کے نوجوانوں کا سرنگوں کے ذریعے اسرائیلیوں پر حملہ

اسرائیل میں گرما گرم خبروں کی اشاعت کے لئے مشہور متعدد ویب پورٹلز نے اسرائیلی فوجی افسر کا یہ بیان جلی سرخیوں میں شائع کیا ہے کہ پیدل اسرائیلی فوج کے غزہ میں داخلے سے پہلے اسرائیلی F-16 اور F-15 طیاروں نے ایک سے ڈیڑھ ٹن وزنی بم گرا کر غزہ کی عمارتیں تباہ کیں، یہ عمارتیں اسرائیل۔غزہ سرحد پر واقع تھیں، اس کے بعد صہیونی فضائیہ نے مختلف طرز کے لڑاکا طیاروں کی مدد سے علاقے میں 250 کلوگرام وزنی بم گرائے۔

اسی فوجی اہلکار کے مطابق اتنے بڑے پیمانے پر بمباری کے بعد بھی یہودی پیدل فوج کے سورماؤں نے اس خوف سے غزہ کے علاقے میں پیش قدمی نہیں کی کہ کہیں زیر زمین سرنگ سے کوئی قسامی مجاہد نکل کر انہیں جہنم واصل نہ کردے۔10 دن کی فضائی بمباری کے بعد اسرائیلی فوجیوں کو غزہ کی جانب پیش قدمی کا حوصلہ ہوا۔

اسی سرائیلی فوجی کے مطابق زمینی کارروائی کی سست روی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ٹینک تین میٹر کا فاصلہ 3،3 گھنٹوں میں طے کرتے، کیونکہ انہیں مسلح فلسطینی مزاحمت کاروں کی جانب سے بچھائی جانے والی سرنگوں کی موجودگی کا خوف دامن گیر تھا۔

فوجی عہدیدار کے بقول!''ہمیں فضائی مدد حاصل نہ ہوتی تو غزہ سے ہمارا ایک بھی فوجی زندہ سلامت واپس نہ آتا''۔

انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے

مغربی ذرائع ابلاغ کی رپورٹس کے مطابق اس وقت مصر سے غزہ تک ساز وسامان کی منتقلی کے لیے درجنوں غیر قانونی سرنگیں کام کررہی ہیں۔دستی اوزاروں سے کھدی سرنگوں میں سے بعض تو انتہائی خستہ حال ہیں، جن کی چھت سے ریت گر رہی ہوتی ہے۔مصری حکام کی جانب سے پکڑے جانے اور سرنگ گرنے کا خطرہ ہر وقت ان کے ساتھ رہتا ہے۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ ابھی چھت گری اور انسان منوں مٹی تلے دب کے اپنی جان گنوا بیٹھا اور ہاں اگر مصری حکام کو علم ہوگیا تو آنسو گیس سے نشانہ بنائے جانے کا خطرہ الگ۔نکاسی ہوا کا واحد ذریعہ سرنگ کے کناروں پر نصب دھاتی ٹیوبیں ہوتی ہیں، مگر بھوک اور افلاس سے پریشان حال فلسطینی ہر خطرے سے نمٹنے کے لیے تیار رہتے ہیں، اس لیے کہ اسی میں ان کی بقا ہے۔

غزہ کی پٹی میں قائم بہت سی سرنگیں بغیر ستونوں کے کھڑی ہیں، جو کسی بھی وقت گر سکتی ہیں۔مگر جوں جوں اس کاروبار میں وسعت آتی جارہی ہے، سرنگوں کی حالت زار میں بھی بہتری آرہی ہے۔اب سرنگوں کو لکڑی کے پلرز کے ذریعے سہارا دیا جاتا ہے اور ان میں باقاعدہ لائٹ، انٹرکام، اسٹوریج اور خودکار پلی سسٹم لگا ہوتا ہے، مگر ان کے باوجود اس کے گرنے کا خطرہ موجود رہتا ہے۔سرنگ کے دونوں کناروں میں رابطوں کے لیے وائرلیس سیٹ استعمال ہورہے ہیں۔بہت ساری سرنگوں میں تو ایئر کنڈیشن کا استعمال بھی ہورہا ہے۔غیر ضروری ریت کو صاف کرنے کے لیے ویکیوم کلینر کی مدد لی جاتی رہی ہے۔غرض غزہ مصر سرحدی علاقے میں زیر زمین جدید بازار معرض وجود میں آچکے ہیں۔

اسمگلنگ کا کاروبار

اس وقت غزہ میں اسمگلروں کے متعدد گروہ سرگرم ہیں، جو سوئی سے لے کر کلاشن کوف تک ضروریات زندگی کی تمام اشیاء بھاری معاوضے کے عوض مصر سے غزہ منتقل کررہے ہیں۔ سب سے زیادہ پٹرول اسمگل کیا جاتا ہے۔ ایک ٹرپ کے **1,200** ڈالر تک بطور معاوضہ وصول کیے جاتے ہیں۔ سرنگ چلوانے والے اسمگلروں کے سربراہ کو مقامی افراد سانپوں کا سردار کہتے ہیں۔ ایک سرنگ کی تعمیر میں اندازاً **75,000** ڈالر کا خرچہ آتا ہے اور کم از کم 3 ماہ کی مدت لگتی ہے۔ عام طور پر ایک سرنگ **800** میٹر طویل ہوتی ہے۔ سرنگ کی کھدائی کے لئے ترجیحاً اس گھر کا انتخاب کیا جاتا ہے، جو مصر کی سرحد سے زیادہ سے زیادہ 9 کلومیٹر کے فاصلے پر ہو، سرنگ تعمیر کرنے والا ایک انجینئر احتیاط کی وجہ سے دن میں 15 میٹر سرنگ کھود پاتا ہے، کھدائی کے دوران سمت کے تعین کے لیے قطب نما سے مدد لی جاتی ہے۔

مصری حکام نے اسمگلنگ اور فلسطینی پناہ گزینوں کی روک تھام کے لیے 11 کلومیٹر طویل سرحد کو 18 فٹ کی دھاتی دیوار سے بند کررکھا ہے۔ اس کے علاوہ اسرائیل سے ایک معاہدہ کے تحت مصر نے سرحد پر 750 اہل کار تعینات کرر کھے ہیں، تاہم ان سب احتیاطوں کے باوجود سرنگوں کے ذریعے اسمگلنگ کا کاروبار وسعت اختیار کرتا جارہا ہے۔ اسرائیلی میڈیا اس ضمن میں حماس کو مورد الزام ٹھہراتا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ حماس کی حمایت کے بغیر اس کاروبار کا پھلنا پھولنا ممکن نہیں ہے۔ دوسری جانب اسرائیلی حکام حماس پر یہ بھی الزام عائد کرتے ہیں کہ وہ سرنگوں کے ذریعے خطرناک ہتھیار اور گولہ بارود اسمگل کررہی ہے اور بعض انٹیلی جنس رپورٹس کے مطابق اسرائیلی فورسز اس نظام کو ختم کرنے کے لیے زیر زمین تباہی پھیلانے والے خطرناک بموں کے استعمال پر سنجیدگی سے غور کررہی ہے۔

مصری حکومت کی دعوت پر ہونے والے اسرائیل اور حماس کے درمیان خفیہ مذاکرات میں اسرائیل نے مطالبہ کیا کہ حماس اسمگلنگ کا خاتمہ یقینی بنائے۔ دوسری جانب اسرائیلی وزارت دفاع کے ترجمان، سالومور درد کا کہنا ہے کہ ایک چیز جو اسرائیل کے حق میں بہتر ہوگی وہ یہ کہ ان سرنگوں کے ذریعے اسلحہ اسمگل نہ ہو، باقی جو کچھ اسمگل ہوتا ہے ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے۔ حماس کے وزیر معیشت اور رہنما زید الزازا نے مغربی ذرائع ابلاغ اور اسرائیل کے مذاکرات کو بے بنیاد قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حماس نے کبھی اسمگلنگ کی حمایت نہیں کی ہے، مگر جہاں ضرورت زندگی کی قلت ہوتو وہ وہاں بلیک مارکیٹ خود بخود معرض وجود میں آجاتی ہے، مگر ہم اس مارکیٹ کا جلد خاتمہ کردیں گے۔ انہوں نے اس الزام کو بھی رد کیا کہ حماس کو اس اسمگلنگ سے کوئی فائدہ ہو رہا ہے۔ 2005ء میں غزہ سے فوجی انخلا سے قبل اسرائیل متواتر ان سرنگوں کے خلاف کارروائی کرتا تھا، مگر مقامی افراد کا کہنا ہے کہ آج وہاں درجنوں سرنگیں موجود ہیں۔ مقامی افراد کا کہنا ہے کہ غزہ سے مصر کا سرنگوں کے ذریعے رابطہ 90 کی دہائی سے جاری ہے، مگر اس میں شدت اسرائیل کی جانب سے پابندیاں عائد کرنے کے بعد آئی ہے۔

رفح کے علاقے میں بھی سرنگوں کے ذریعے اسمگلنگ کا کلچر بڑھ رہا ہے۔ رفح کے علاقے میں قائم ایک معروف باربرشاپ ہے، جسے شہیدوں کی دکان کہا جاتا ہے۔ اس سرنگ میں دوران اسمگلنگ ہلاک ہونے والے افراد کی تصاویر لگی ہوئی ہیں۔

اسرائیل کے بے پناہ دباؤ کے بعد مصر نے اپنی سرحد پر حفاظتی اقدامات تو سخت کردیئے ہیں، مگر اس سلسلے میں کوئی خاطر خواہ کارروائی عمل میں نہیں آئی ہے۔ اسرائیل اور فلسطین کے درمیان اپنا پولس کانفرنس کے اعلامیے کے مطابق مفاہمت ہو یا نہ ہو، حماس اور الفتح باہمی اختلافات کو ختم کریں یا نہ کریں، مظلوم فلسطینیوں نے حالات کے جبر میں جینا سیکھ لیا ہے۔

(اسرائیل آغاز سے انجام کی طرف278)

ایک اسرائیلی انسانی حقوق کی تنظیم گیشا کے سربراہ ساری بشی کا کہنا ہے کہ اگر آپ حماس اور دیگر مسلح تنظیموں کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں تو پھر غزہ کی سرحد بند کردیں اور 1.5 ملین افراد کو مشکل میں ڈال دیں اور ان سے جائز انداز میں رزق کمانے کا حق چھین لیں۔ اسرائیل اگر حماس کو کمزور کرنا چاہتا ہے تو اسے غزہ پر عائد بے جا پابندیوں کو ختم کرنا ہوگا۔ بصورت دیگر علاقے میں غیر قانونی سرگرمیاں بڑھیں گی۔ اسرائیلی حکام کا موقف ہے کہ وہ سرنگوں کے ذریعے اسمگلنگ سے واقف ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ اس کا فائدہ حماس کو ہو رہا ہے۔ اسرائیل کا خیال ہے کہ حماس کے پاس بہت سے خطرناک ہتھیار بھی ہیں، جو اس نے ایران سے بذریعہ مصر منگوائے ہیں۔ اسرائیل کی اندرونی سیکورٹی سروس سین بٹ نے اپنی ایک رپورٹ میں الزام لگایا ہے کہ حماس ان سرنگوں کے ذریعے دور تک مار کرنے والے میزائل، ہزاروں پاؤنڈ دھما کا خیز مواد اور جنگی ماہرین کو بھی لا رہا ہے جو حماس کے نوجوانوں کی تربیت کر رہے ہیں۔

اسمگلنگ کا کاروبار

اس وقت غزہ میں حماس کے نوجوان گروہ سرگرم ہیں جو سوئی سے لے کر کلاشن کوف تک ضروریات زندگی کی تمام اشیاء مصر سے غزہ منتقل کررہے ہیں۔سب سے زیادہ پیٹرول اسمگل کیا جاتا ہے۔ایک ٹرپ کے 1,200 ڈالر تک بطور معاوضہ وصول کیے جاتے ہیں۔ ایک سرنگ کی تعمیر میں اندازاً 75,000 ڈالر کا خرچہ آتا ہے اور کم از کم تین ماہ کی مدت لگتی ہے۔ عام طور پر ایک سرنگ 800 میٹر طویل ہوتی ہے۔سرنگ کی کھدائی کے لیے ترجیحاً اس گھر کا انتخاب کیا جاتا ہے جو مصر کی سرحد سے زیادہ سے زیادہ 9 کلومیٹر کے فاصلے پر ہو،سرنگ تعمیر کرنے والا ایک انجینئر احتیاط کی وجہ سے دن میں 15 میٹر سرنگ کھود پاتا ہے،کھدائی کے دوران سمت کے تعین کے لیے قطب نما سے مدد لی جاتی ہے۔

مصری حکام نے اسمگلنگ اور فلسطینی پناہ گزینوں کی روک تھام کے لیے 11 کلومیٹر طویل سرحد کو 18 فٹ کی دھاتی دیوار سے بند کررکھا ہے۔اس کے علاوہ اسرائیل سے ایک معاہدہ کے تحت مصر نے سرحد پر 750 اہل کار تعینات کررکھے ہیں۔ تاہم ان سب احتیاطوں کے باوجود سرنگوں کے ذریعے اسمگلنگ کا کاروبار وسعت اختیار کرتا جارہا ہے۔اسرائیلی میڈیا اس ضمن میں حماس کو موردالزام ٹھہراتا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ حماس کی حمایت کے بغیر اس کاروبار کا پھلنا پھولنا ممکن نہیں ہے۔ دوسری جانب اسرائیلی حکام حماس پر یہ بھی الزام عائد کرتے ہیں کہ وہ سرنگوں کے ذریعے خطرناک ہتھیار اور گولہ بارود اسمگل کررہی ہے اور بعض انٹیلی جنس رپورٹس کے مطابق اسرائیلی فورسز اس نظام کو ختم کرنے کے لیے زیر زمین تباہی پھیلانے والے خطرناک بموں کے استعمال پر سنجیدگی سے غور کررہی ہے۔

ایک اسرائیلی انسانی حقوق کی تنظیم گیشا کے سربراہ،ساری بشی کا کہنا ہے کہ اگر آپ حماس اور دیگر مسلح تنظیموں کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں تو پھر غزہ کی سرحد بند کردیں اور 1.5 ملین افراد کو مشکل میں ڈال دیں اور اس سے جائز انداز میں رزق کمانے کا حق چھین لیں۔اسرائیل اگر حماس کو کمزور کرنا چاہتا ہے تو اسے غزہ پر عائد بے جا پابندیوں کو ختم کرنا ہوگا بصورت دیگر علاقے میں غیر قانونی سرگرمیاں بڑھیں گی۔

اسرائیلی حکام کا موقف ہے کہ وہ سرنگوں کے ذریعے اسمگلنگ سے واقف ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ اس کا فائدہ حماس کو ہورہا ہے۔ اسرائیل کا خیال ہے کہ حماس کے پاس بہت سے خطرناک ہتھیار بھی ہیں، جو اس نے ایران سے بذریعہ مصر منگوائے ہیں۔ اسرائیل کی اندرونی سیکورٹی سروس سین بٹ نے اپنی ایک رپورٹ میں الزام لگایا ہے کہ حماس ان سرنگوں کے ذریعے دور تک مار کرنے والے میزائل ہزاروں پاؤنڈ دھماکا خیز مواد اور جنگ جو ماہرین کو بلارہی ہے، یہ ایرانی جنگ جو حماس کے نوجوانوں کی تربیت کررہے ہیں۔مصری حکومت کی دعوت پر ہونے والے اسرائیل اور حماس کے درمیان خفیہ مذاکرات میں اسرائیل نے مطالبہ کیا کہ حماس اسمگلنگ کا خاتمہ یقینی بنائے۔ دوسری جانب اسرائیلی وزارت دفاع کے ترجمان، سالومور درد کا کہنا ہے کہ ایک چیز جو اسرائیل کے حق میں بہتر ہوگی وہ یہ کہ ان سرنگوں کے ذریعے اسلحہ اسمگل نہ ہو، باقی جو کچھ اسمگل ہوتا ہے ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے۔ حماس کے وزیر معیشت اور رہنما زید الزازا نے مغربی ذرائع ابلاغ اور اسرائیل کے مذاکرات کو بے بنیاد قرار دیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ حماس نے کبھی اسمگلنگ کی حمایت نہیں کی ہے مگر جہاں ضروریات زندگی کی قلت ہوتو وہاں بلیک مارکیٹ خود بخود معرض وجود میں آجاتی ہے مگر ہم اس مارکیٹ کا جلد خاتمہ کردیں گے۔

(از میر بابر مشتاق)

فلسطینی سوشل میڈیا کے مطابق حالیہ دنوں میں مصر کی فوج کی جانب سے
تباہ کی گئی سرنگوں کی تعداد 1659 ہے۔۔۔
یاد رہے کہ یہ سرنگیں غزہ میں ادویات، کھانے پینے کی اشیاء اور اسلحہ پہنچانے
کا واحد ذریعہ ہیں۔
Gaza Strip
West Bank
ISRAEL
50 km
50 miles
Rafah refugee camp
EGYPT
ISRAEL
Gaza Strip
Rafah
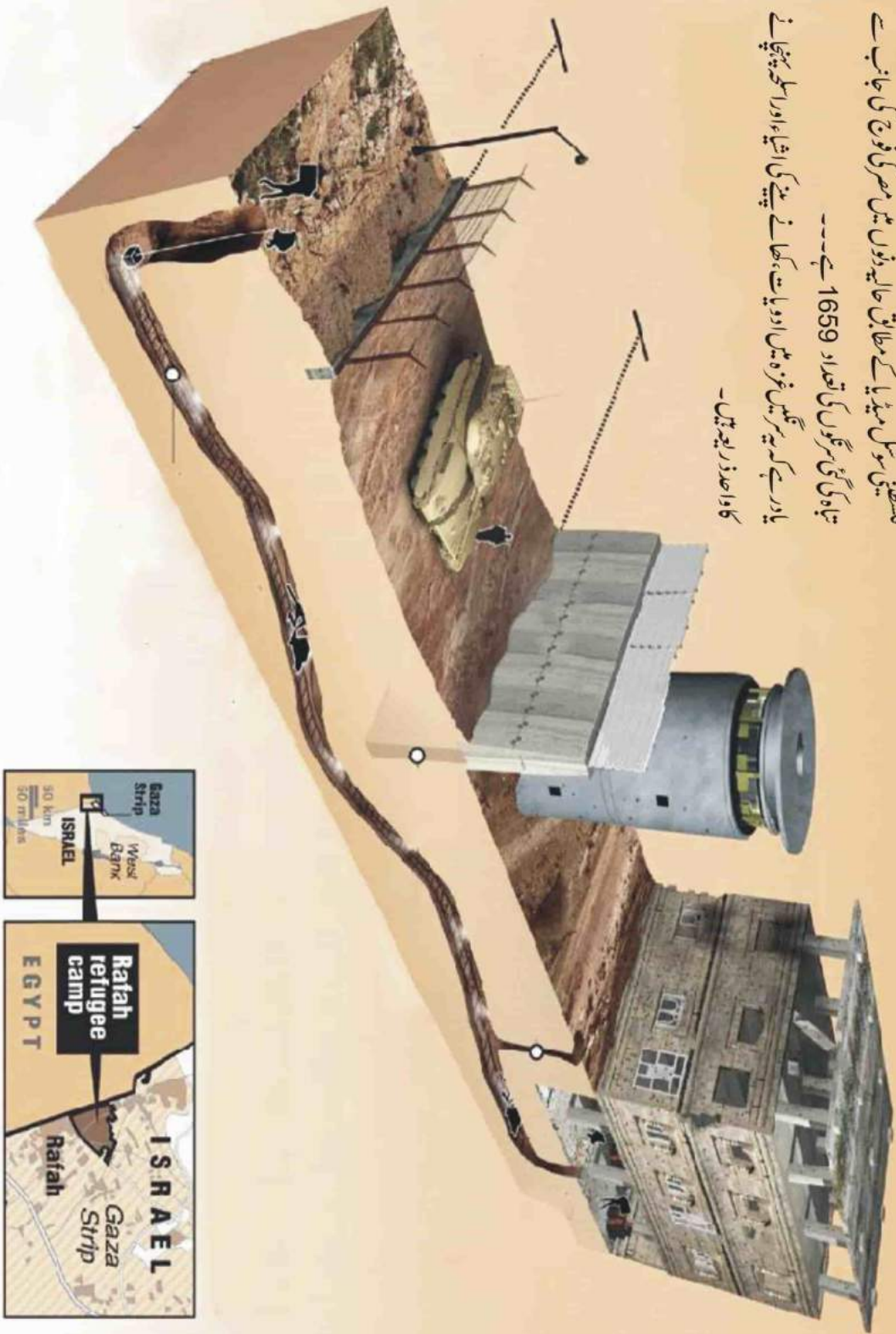
مصر کا فلسطینیوں کے خلاف ایک اور شرمناک اقدام

قاہرہ (نیوز ڈیسک) مصری فوج کا کہنا ہے کہ غزہ کو جزیرہ نما سینائی سے منسلک کرنے والی 13 سرنگوں کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ اسرائیل کا الزام ہے کہ حماس ان سرنگوں کے ذریعے غزہ میں ہتھیار، خوراک اور رقم لاتی ہے اور اسرائیل پر حملوں کیلئے بھی ان سرنگوں کو استعمال کرتی ہے۔ دوسری جانب مصر کا یہ بھی کہنا ہے کہ اپنے صحرائی علاقے سینائی اور سرحد کے دوسری جانب واقع غزہ کے درمیان موجود سرنگیں اس کے اندرونی امن کیلئے خطرہ ہیں۔ مصر ایک عرصے سے ان سرنگوں کے خلاف آپریشن جاری رکھے ہوئے ہے اور خصوصاً غزہ پر حالیہ اسرائیلی جارحیت کے بعد یہ سلسلہ تیز کر دیا گیا ہے اور اب تک مبینہ طور پر کل 1639 سرنگیں تباہ کی جا چکی ہیں۔

باب نمبر:33
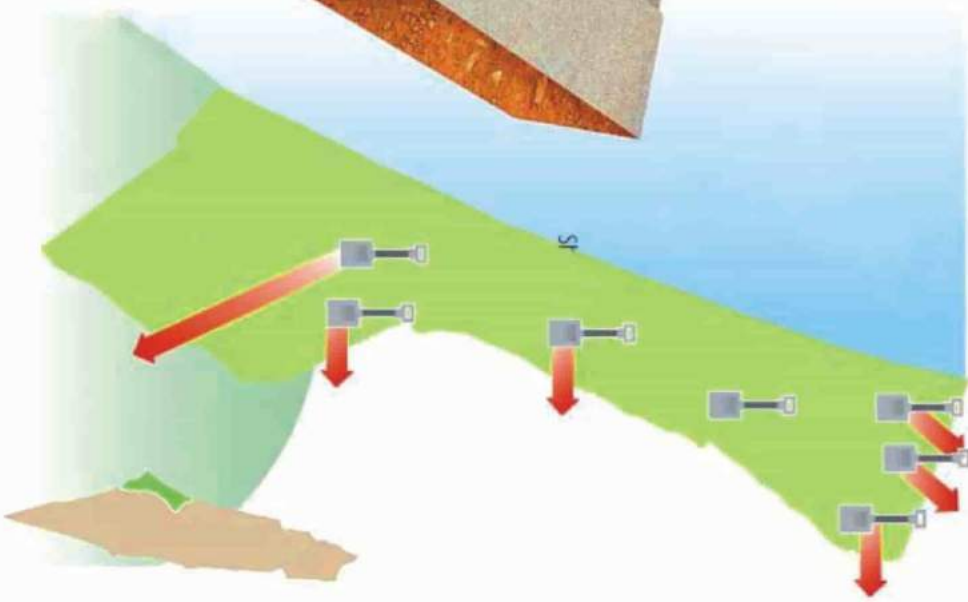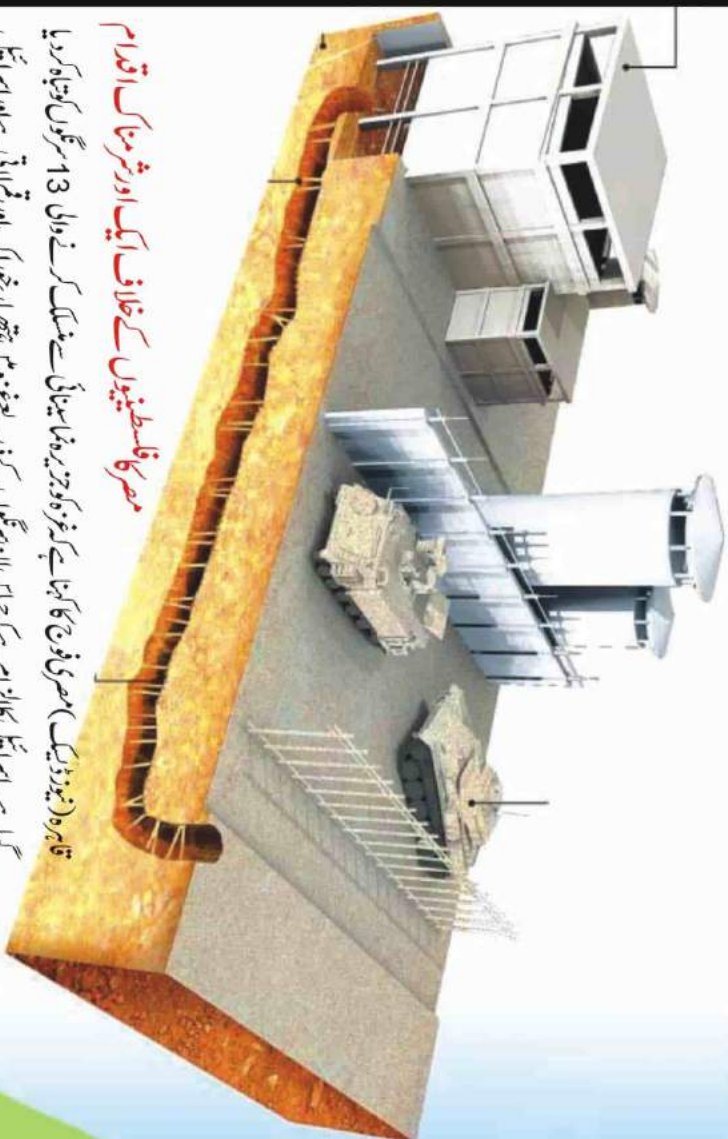
مصر کی غزہ والوں سے دشمنی اور ظلم

موضوع نمبر 1 حسنی کو فلسطینیوں کی آہیں لے ڈوبیں

مصر کے صدر حسنی کا 30 سالہ اقتدار کا سورج بالآخر غروب ہوگیا۔ پورا مشرق وسطیٰ خوشی سے جھوم رہا ہے۔ بیروت سے غزہ، تیونس سے صنعا تک عوامی سمندر سڑکوں پر نکل آیا ہے۔ مٹھایاں تقسیم ہورہی ہیں۔ اسرائیل اور امریکا پریشان ہیں۔ اقتدار جاتے ہی سوئزر لینڈ نے آنکھیں پھیر لیں۔ تمام اثاثے منجمد کردیے ہیں۔ مصری صدر حسنی مبارک کو آخر فلسطینیوں کی آہیں لے ڈوبیں۔ تاریخ نے ثابت کردیا ظلم ظلم ہے، بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔

مصر براعظم افریقہ کا واحد ملک ہے جس کا ایک حصہ براعظم ایشیا میں واقع ہے۔ مشرق میں مقبوضہ فلسطین یعنی اسرائیل اور غزہ، مغرب میں لیبیا اور جنوب میں سوڈان واقع ہے۔ مصر کا کل رقبہ 1001450 مربع کلومیٹر ہے۔ اس کی سرحدوں کی مجموعی لمبائی 2665 کلومیٹر ہے۔ غزہ کی پٹی 11 کلومیٹر، مقبوضہ فلسطین 266 کلومیٹر، لیبیا1115 کلومیٹر اور سوڈان کی 1273 کلومیٹر سرحد مصر کے ساتھ لگتی ہے۔ ساحل 2450 کلومیٹر ہے۔ اہم دریا دریائے نیل افریقہ کا سب سے بڑا دریا ہے۔ تیل کی پیداوار 70,00000 بیرل یومیہ ہے۔ تیل کی برآمد 152600 بیرل یومیہ ہے۔ تیل کے مصدقہ ذخائر **3.8** بلین بیرل ہیں۔ قدرتی گیس کی پیداوار **40.76** ملین مکعب میٹر ہے۔ گیس کی برآمدات **7.951** بلین مکعب میٹر۔ کل آبادی 9 کروڑ سے زائد ہے۔ بڑے شہروں میں قاہرہ، اسکندریہ، جیزا، سوئز ہیں۔ 96 فیصد مسلمان ہیں۔ عربی سرکاری زبان ہے۔ شرح خواندگی **71.9** فیصد ہے۔ انتظامی تقسیم کے لحاظ سے مصر کو 26 انتظامی اکائیوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ فی کس آمدن **4200** ڈالر ہے۔ شرح بے روزگاری **10.3** فیصد، خط غربت سے نیچے آبادی 20 فیصد ہے۔ مصر نے برطانیہ سے 28 فروری 1922ء میں آزادی حاصل کی۔ قومی دن جسے یوم انقلاب بھی کہا جاتا ہے، 23 جولائی 1952ء ہے۔

1981ء سے 12 فروری 2011ء تک امریکی سرپرستی میں حسنی مبارک مصر کے صدر رہے۔ اپنے 30 سالہ دور اقتدار میں جو مظالم ''اخوان المسلمون'' اور دیگر اسلام پسندوں پر ڈھائے سو ڈھائے، لیکن غزہ کے محصور مسلمانوں کو پانی کا قطرہ، روٹی کا لقمہ اور دوائی کی ٹکیہ تک نہ پہنچنے دی۔ 27 دسمبر 2008ء سے 18 جنوری 2009ء تک جب اسرائیل نے فلسطینیوں کا جینا حرام کردیا تھا۔ فلسطین میں غذائی قلت پیدا ہوگئی تھی۔ فلسطینی مسلمان بھوک و پیاس سے مرنے لگے تو مجبوراً جان بچانے کے لیے پڑوسی ممالک کی طرف ہجرت شروع کی۔ مصر نے مظلوم فلسطینیوں کے لیے اپنی سرحدیں بند کردیں، یہاں تک کہ شہداء کی لاشوں اور میتوں کو بھی مصر میں دفنانے کی اجازت نہ دی گئی۔

ہمارے ایک کرم فرما کی قیادت میں 12 ماہر ترین ڈاکٹروں کی ٹیم یہاں سے غزہ کے لیے جانے لگی۔ انتہائی کوشش اور سفارشوں کے بعد مصر کا ویزہ مل گیا۔ جب غزہ پٹی کی بات آئی تو مصر نے وہاں جانے کی اجازت نہ دی اور پاکستان واپس بھیجنے پر مجبور کردیا۔

اس وقت مصر کی حکومت اتنی مضبوط تھی کہ پاکستان میں بھی کوئی اس ظلم و ناانصافی پر احتجاج کرنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا، لیکن مظلوم کی آہ عرش کو ہلا دیتی ہے۔ چنانچہ غزہ کے مظلوم مسلمانوں کے دلوں سے جو آہ نکلی تھی، وہی حسنی مبارک کے زوال کا اصل سبب بنی۔ عالمی طاقتیں خصوصاً امریکا، برطانیہ اور اسرائیل نہیں چاہتے کہ حسنی کے بعد کوئی اچھا، بہادر اور فلسطینیوں کے لیے نرم گوشہ رکھنے والا حکمران آئے، لہٰذا ملی بھگت سے فوری طور پر ''عمر سلیمان'' کو حکمران بنانا چاہتے ہیں۔ عمر سلیمان کا حال یہ ہے وہ روزانہ اسرائیل سے ہاٹ لائن پر بات کرتے رہے ہیں۔ امریکا کی بھی شدید خواہش ہے اسرائیل سے دوستی کی بناء پر انہیں فوری طور پر حسنی کا جانشین بنا دیا جائے۔ کیونکہ یہ امریکا و اسرائیل کے بااعتماد ساتھی ہیں۔ پھر ستمبر 2011ء میں انتخابات کا ڈرامہ رچا کر ڈاکٹر البرداعی کو مصر پر مسلط کیا

جائے۔ البرادعی کا پس منظر جاننے سے یہ بات خود واضح ہو جاتی ہے کہ وہ کیا گل کھلائیں گے؟

اس عرصے میں سامراجی قوتیں حسنی کے متبادل کے طور پر البرادعی کو متعارف کرا رہے تھے۔ البرادعی کے بارے میں سب جانتے ہیں یہ امریکا کے کتنے قریب رہے ہیں؟ یہ ایٹمی ہتھیاروں کی روک تھام کی آڑ میں سامراجی قوتوں کے ہاتھ کس قدر مضبوط کرتے رہے ہیں؟ کون نہیں جانتا تھا کہ عراق پر امریکی یلغار کا راستہ ''البرادعی'' کی رپورٹ نے ہی ہموار کیا تھا۔

عراق کے بارے میں ہتھیاروں کی رپورٹ دینے والے کمیشن کے سرکردہ افراد دو تھے۔ ایک البرادعی اور دوسرے سویڈن کے ہینس بلیکس۔ ہینس نے تو واضح طور پر کہہ دیا تھا: ''عراق میں ایسے کوئی ہتھیار موجود نہیں ہیں، لہٰذا اس پر حملے کا جواز نہیں بنتا''۔ مگر اس کے برعکس البرادعی جو مسلمان ہیں، نے یہ کہا تھا: عراق میں ایسے ہتھیار ہیں، لہٰذا عراق پر حملہ کر دیا جائے''۔ ایٹمی پھیلاؤ کو روکنے کے لیے بھی کچھ نہیں کیا، اس کے باوجود انہیں ''امن'' کے نوبل پرائز سے نوازا گیا۔ صرف اس کے لیے اس نے مسلمان ملکوں کو تاراج کرنے کے لیے راستے بنائے۔

عراق کی بربادی کے بعد ایک مسلم تھنک ٹینک کی طرف سے کہا گیا تھا: ''اگر کوئی ملک عزت مندی کے ساتھ سلامت رہنا چاہتا ہے تو وہ البرادعی کے ہتھے نہ چڑھے اور البرادعی کے ایٹمی انسپکٹروں سے معائنہ نہ کرائے۔''

مسلمان ملکوں میں جتنے کرپٹ اور عیاش حکمران امریکا کے غلام ہیں، البرادعی نے حکمران نہ ہوتے ہوئے بھی ان سے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس سے اندازہ کیجئے مصر کے مستقبل کا حکمران کیسا ہوگا؟ اس کا فائدہ امریکا، اسرائیل اور یورپ کو ہوگا یا فلسطین، پاکستان اور دیگر مسلم دنیا کو؟ اس سے اسلام، مسلمانوں اور عالم اسلام میں بہتری آئے گی یا سامراجی طاقتیں اس خطے میں ان کے ذریعے اپنے ایجنڈے کی تکمیل کر سکیں گی؟ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ اپنی قوم، ملک اور ملت کی نمائندگی نہ کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے؟ آج سے ایک سال قبل کوئی کہہ سکتا تھا کہ وہ طاقتور حسنی مبارک جس نے غزہ کے معصوموں کی پرواہ کی، نہ سوا رب مسلمانوں کے دل کی صدا سنی، وہ کسی دن لرزتی ہوئی آواز کے ساتھ اپنی قوم سے یوں مخاطب ہوں گے اور مصر میں مرنے اور دفن ہونے کی بھیک مانگیں گے!

(تحریر: انور یوسف)

موضوع نمبر 2 غزہ کی حمایت پر مصر کے معزول صدر مرسی کو کیسے ہٹایا گیا؟

2012ء میں غزہ پہ کیے جانے والے اسرائیلی حملے پر سب سے پہلا بھرپور ردعمل جمہوری مصر کے صدر جناب ڈاکٹر مرسی کی طرف سے آیا۔ تاریخ میں پہلی بار (شاید) مصر نے نہ صرف اسرائیل کی مذمت کی بلکہ غزہ کی پٹی میں سسکتے بچوں اور پکارتی بہنوں اور بیٹیوں کو اعلانیہ ہر ممکن امداد دینے کا وعدہ بھی کیا۔ معاملہ یہاں ختم نہیں ہوا، بلکہ مصری صدر نے مصر کے وزیر اعظم کو اپنے وفد کے ساتھ فوری طور پر ہی غزہ کا دورہ کرنے کا حکم بھی دیا اور اس سلسلے میں انہوں نے دیگر اسلامی ملکوں کے سربراہان سے بذریعہ ٹیلی فون رابطہ کر کے اسرائیلی جارحیت کے معاملے کو سلامتی کونسل میں اٹھانے کی درخواست بھی کی۔ ایسا ہی ایک ٹیلی فون ہمارے ہر دل عزیز جناب راجہ پرویز اشرف صاحب کو بھی آیا تھا، جس میں راجہ پرویز اشرف صاحب نے غزہ کے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی امداد کرنے کی یقین دہانی کروائی تھی۔

مصر کی طرح تیونس نے بھی نہ صرف یہ کہ اسرائیل کی جارحیت کی مذمت کی بلکہ آج ہی تیونس کے وزیر خارجہ نے بھی غزہ کا دورہ کیا اور فلسطینیوں کو اپنے تعاون کی یقین دہانی کروائی۔ عرب سے تھوڑا پرے یورپ کے دروازے پر بیٹھا طیب اردوان بھی اسی طرح کے رویہ کی وجہ سے اسلامی دنیا میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ طیب اردوان کا تعلق بھی ترکی کی اسلامی تحریک سے ہی ہے۔

مصر کے صدر مرسی کا تعلق چونکہ اسلامی تحریک سے تھا اور دیندارانہ ذہن کی وجہ سے وہ عالم اسلام کے لئے نرم گوشہ رکھتے تھے، اسی طرح صدر مرسی شام کے صدر بشارالاسد جو کہ شیعہ ہے اور ایک لاکھ مسلمانوں کا قاتل ہے، اسی نے اپنی حکومت بچانے کے لئے ایران اور عراق کے شیعوں کی مدد سے اپنی حکومت کو بچایا ہوا ہے، یہ اپنے خلاف اٹھنے والے شخص کو موت کی نیند اتار دیتا ہے۔ صدر مرسی نے اس کے خلاف بھی آواز بلند کی اور غزہ کے مسلمانوں پر یہودیوں

کے ظلم کے خلاف بھی آواز اٹھائی جس کی سزا اسے یہ ملی کہ امریکہ اور اسرائیل نے مل کر مصر کے یہودی جنرل سیسی کو مصر کا تختہ پلٹنے کا حکم دیا اور صدر مرسی کے خلاف ان ملحد ذہن کے لوگوں کو کھڑا کیا جو آئے دن فسادات کرتے، اسی طرح صدر مرسی کا تختہ الٹ دیا گیا اور یہودی جنرل سیسی صدر بن گیا۔ سیسی نے صدر بنتے ہی سب سے پہلے غزہ اور مصر کے راستہ کو بند کیا، حتیٰ کہ غزہ میں جانے والی خفیہ سرنگوں کو بھی بمباری کا نشانہ بنادیا۔

صدر مرسی کا مثالی واقعہ

صدر محمد مرسی کے بیٹے اسامہ مرسی کے قلم سے:

ابا جان ایک روز وفاق سے گھر واپس آئے تو ان کے چہرے اور جسم پر تھکاوٹ کے آثار نمایاں تھے۔ امی جان نے ان کے لیے اس دن لذیذ کھانا تیار کیا تھا، لیکن اس دن انہوں نے ان سے کہا کہ: میرے لیے نمکین پنیر اور خشک روٹی کا ایک ٹکڑا لے آئیں۔ امی جان نے ان سے کہا: کیا آپ یہ اچھا کھانا نہیں کھائیں گے کہ جس سے آپ کو قوت حاصل ہو اور آپ کی کمر سیدھی ہو اور آپ تو بہت تھکے ہوئے بھی ہیں۔

ابا جان نے کہا: میں نے ایک بچے کو کچرے سے کھانا کھاتے ہوئے دیکھا ہے اور میں نے ایک شخص کو بھیجا ہے کہ وہ اسے کھانا کھلائے، میں کیسے نرم کھانا کھا سکتا ہوں، جبکہ میری قوم کو کھانا میسر نہیں ہے۔

امی جان نے کہا: لیکن جو کھانا میں نے بنایا ہے وہ آپ اس ذمہ داری سے پہلے بھی کھا لیا کرتے تھے!!!

تو ابا جان نے کہا: یہ ذمہ داری اب میری گردن پر ہے۔

سبحان اللہ...... امتِ مسلمہ کو ایسے ہی قائد کی اب ضرورت ہے۔

یا اللہ! آسانی فرمایئے اور نیک عادل حکمران نصیب فرمایئے۔ آمین

(عطاء سراجی)

صدر مرسی کا شہرہ آفاق خطاب

صدر محمد مرسی کا شہرہ آفاق خطاب کہ جس نے اسرائیل اور خلیج میں ہلچل مچادی اور یہودیوں میں شدید خوف پیدا ہوگیا اور پھر ان کی مکارانہ چالوں، شاہوں اور ان کے یہود ونصاریٰ آقاؤں کی ملی بھگت کی وجہ سے صدر محمد مرسی کا تختہ الٹا گیا اور 5000 سے زائد افراد کو شہید کیا گیا اور 20000 سے زائد لوگوں کو پابند سلاسل کیا گیا۔ خطاب عربی میں ہے۔اس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے۔

جو کچھ زیادتی اور قتل غارت گری بچوں، عورتوں اور مردوں کے ساتھ غزہ میں ہورہی ہے، اسے ہم دیکھ رہے ہیں اور یہ بہت ہی خطرناک معاملہ ہے اور یہ انتہائی سنگین زیادتی ہے اور جو ایسا کررہا ہے میں بار بار یہ کہہ چکا ہوں اور اب خبر دار کررہا ہوں کہ وہ کان کھول کر سن لیں اور وہ ہرگز اہل غزہ پر کنٹرول حاصل نہیں کرسکیں گے۔

ہم ہرگز غزہ کو تنہا نہ چھوڑیں گے

ہم ہرگز غزہ کو تنہا نہ چھوڑیں گے

میں، مصری عوام، مصر کے بہادر مرد اور عظیم مائیں، عرب اور تمام مسلمان اور ہم اپنے تمام تر وسائل کے ساتھ اور میں ان سب پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے کہتا ہوں، وہ ہرگز غزہ کو تنہا نہ چھوڑیں گے۔

موضوع نمبر 3 ظالم مصری صدر سیسی کا اہل غزہ پر ظلم

مصری صدر جنرل سیسی ایک یہودی ہے، جو کہ مصری عوام کے محبوب صدر مرسی کو زبردستی ہٹا کر اقتدار میں آیا ہے، صدر مرسی کے دور میں غزہ کے لوگوں کے لئے مصر آنے کے راستہ کھلے ہوئے تھے، اسرائیل والا راستہ بند ہونے کی وجہ سے غزہ کے لوگ مصر کے راستہ ہی تجارتی سامان اور خوراک لاتے تھے، مگر جب سے صدر مرسی کی حکومت آئی تو اسرائیل اور امریکہ کی سرپرستی میں صدر مرسی کو ہٹا کر سیسی کو صدر بنادیا گیا، جس نے غزہ کے راستہ کو بند کردیا، حتیٰ کہ غزہ سے مصر تجارت کے لئے خفیہ ٹنل اور سرنگوں کو بھی تباہ کردیا۔ مصری صدر سیسی اتنا ظالم ہے کہ اس نے اقتدار میں آنے کے لئے 10000 سے زائد مصری شہریوں کو قتل اور ہزاروں کو زخمی کردیا۔

اسی طرح اپنی ظالمانہ فطرت کی وجہ سے اس نے غزہ کے زخمیوں کو علاج کے لئے مصر آنے پر بھی پابندی لگائی ہوئی ہے اور غزہ کے جن لوگوں کے مصر میں رشتہ دار، بیٹیاں یا بیویاں ہیں، ان کو مجبوراً مصر آنے کی اجازت ہے، مگر غزہ کے جن لوگوں کو سینائی کے علاقے میں مصر نے آنے کی اجازت دی، ان سے مصری انٹیلی جنس 10 طرح پوچھ گچھ کررہی ہے، جیسے وہ کسی دشمن ملک سے آئے ہیں۔ ان سے حماس کے رہنماؤں کے متعلق پوچھا جارتا ہے اور یہ بھی کہ حماس کو میزائل کون دے رہا ہے؟ پھر ان کو واپس جا کر مصری انٹیلی جنس کے لیے کام کرنے پر اکسایا جاتا ہے۔ اس کے لیے لالچ اور دھمکی دونوں سے کام لیا جارتا ہے، تاکہ حماس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل ہوسکیں اور جو اس کام کے لیے تیار نہیں ہوتے، ان پر اس قدر ظلم کیا جاتا ہے کہ وہ جان کی بازی ہار جاتے ہیں۔ ہر روز ہمیں کسی نہ کسی فلسطینی کے مصری انٹیروگیشن سینٹر سے شہید ہونے کی اطلاع ملتی ہے کہ اس کو زخمی حالت میں ہسپتال لایا گیا، لیکن وہ جانبر نہ ہوسکا۔ شہداء کے اعزاء بتاتے ہیں کہ ان پر مصری حکام نے دباؤ ڈالا تھا کہ وہ مصری انٹیلی جنس کے لیے کام کریں، مگر انکار پر انہیں حماس کا کارکن قرار دے کر شہید کردیا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ مصری انٹیلی جنس (جھاز المخابرات العامہ) اسرائیلی انٹیلی جنس موساد کے ساتھ تعاون کررہی ہے، تاکہ حماس کی مزاحمت کو ختم کیا جاسکے۔

دوسری جانب عرب ممالک کا حال یہ ہے کہ وہ کچھ نہیں کرر ہے۔ عرب لیگ سیسی اور اسرائیل کے بوٹوں تلے روندی جا چکی ہے۔ 1967ء سے قبل غزہ مصر کے زیر انتظام تھا، مصری حکومت طوعاً وکرہاً اس کو سنبھالتی رہی۔ غزہ کے باشندوں کی بہتری اور شہر کی ترقی کے لئے کبھی کوئی اچھا اقدام نہیں کیا۔ پھر 6 دن کی عرب اسرائیل جنگ میں غزہ پر اسرائیل نے قبضہ کرلیا۔ غزہ اس وقت بھی مزاحمت کی علامت بنا رہا۔ 1982ء میں کیمپ ڈیوڈ معاہدے کے تحت اسرائیل نے غزہ کو واپس مصر کے زیر انتظام دینا چاہا، لیکن مصر نے لیت ولعل سے کام لیا۔ 2006ء سے حماس کی مزاحمت نے اسرائیل کی نیندیں اڑا دی ہیں۔ فلسطینی ذرائع کے مطابق یہ سازش اس لئے ہو رہی ہے کہ غزہ کو ایک بار پھر مصر کے کنٹرول میں دے دیا جائے اور مزاحمتی قوت حماس کو اسی طرح کچل دیا جائے جیسے سیسی نے اخوان کو کچلا ہے۔ سیفی پہلے ہی حماس کو اسرائیل سے بڑا دشمن قرار دے چکا ہے۔

غزہ پر 8 جولائی سے شروع ہونے والی آگ کی بارش میں ہر گزرتے دن کے ساتھ شدت آتی جارہی ہے۔ اسرائیل اپنے اس عزم کا اظہار کر چکا ہے کہ وہ حماس کے مکمل خاتمے سے پہلے بمباری بند نہیں کرے گا۔ دوسری طرف فلسطینی بھی آزادی یا موت سے کم کسی بات کے لئے تیار نہیں۔ غزہ کی پٹی یا Gaza strip کے ایک جانب بحر روم اور باقی تین اطراف میں اسرائیلی ریاست ہے۔ اسرائیل نے بحر روم کی مکمل ناکہ بندی کررکھی ہے، حتیٰ کہ فلسطینیوں کو ماہی گیری اور ساحل پر جانے کی اجازت بھی نہیں۔ اسی طرح شمال اور مشرق میں زمینی راستے بھی بند ہیں۔ جنوب مغرب میں 11 کلومیٹر کا علاقہ مصر سے لگتا ہے، جہاں سرنگیں بنا کر فلسطینیوں نے دنیا سے رابطہ قائم کررکھا ہے۔ یہاں واقع رفح گیٹ کے راستے اقوام متحدہ اور دوسرے خیراتی اداروں سے اشیائے خوردونوش، پیٹرول اور دوائیں غزہ کو فراہم کی جاتی ہیں۔ مکمل ناکہ بندی کی بناء پر یہ علاقہ ایک قید خانہ ہے۔ جہاں کسی قسم کی معاشی سرگرمی ممکن نہیں اور 360 مربع کلومیٹر رقبے میں پھنسے 18 لاکھ لوگوں کے لئے رفح سے آنے والی امداد کے علاوہ کوئی اور ذریعہ آمدن نہیں۔ فلسطینیوں نے سرنگیں کھود کر مصر سے رابطہ قائم کررکھا ہے، جہاں کے عوام اسلامی اخوت کی بناء پر غزہ کے مسلمانوں کی مدد کرتے ہیں۔ تاہم یہ کام بہت ہی خفیہ انداز میں ہوتا ہے۔

مصر کے سابق صدر حسنی مبارک نے اسرائیل کی درخواست پر اکثر سرنگوں کو تباہ کردیا تھا اور بقیہ سرنگوں کی تلاش کے لئے اسرائیلی ماہرین مصر غزہ سرحد پر تعینات تھے، جو جدید ترین ایم آر آئی مشینوں کے ذریعے سرنگیں ڈھونڈ کر مصری فوج کو مطلع کیا کرتے تھے۔ صدر محمد مرسی نے اقتدار سنبھالتے ہی سرحد پر تعینات اسرائیلی ماہرین کو ملک بدر کردیا اور رفح گیٹ پر "لبیک یاغزہ ریلی" سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا کہ غزہ کے لوگوں کو اب سرنگوں کی ضرورت نہیں۔ غزہ مصریوں کا اور مصری غزہ کے ہیں، لہٰذا افراد کی آمدورفت اور مال و اسباب کی نقل وحمل رفح گیٹ سے ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے رفح گیٹ کو 24 گھنٹے کھلا رکھنے کا حکم جاری کردیا تھا۔ صدر مرسی کے اعلان کی مصری فوج نے بھی مخالفت کی، جس پر انہوں ف سمیح حافظ عنان اور انٹیلی جنس ڈائریکٹر مراد موافی کو ان کے عہدوں سے برطرف کردیا اور فوج کی کمان فیلڈ مارشل عبدالفتاح السیسی کو سونپ دی گئی، جو اس وقت سب سے سینئر افسر تھے۔

اسرائیلی جریدے ہرٹز (HAARETZ) اور اسرائیل ٹائمز میں شائع ہونے والی رپورٹوں کے مطابق مرسی کی "لبیک یا غزہ مہم" سے اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو سخت غصے میں آگئے اور انہوں نے موساد کو حکم دیا کہ صدر مرسی اور اخوان المسلمون کو نشان عبرت بنادیا جائے۔ چنانچہ موساد نے مصری فوج میں اپنے گماشتوں کو سرگرم کردیا۔ دوسری طرف برطانیہ کے سابق وزیراعظم ٹونی بلیئر نے خلیجی رہنماؤں کو اخوان سے ڈرانا شروع کیا۔

مصر پر یہودی صدر کی حکومت کیسے آئی؟

مصری حکمران جنرل سیسی کے یہودی ہونے کے دستاویزی ثبوت میڈیا پر آنے کے بعد عرب عوام میں ہلچل مچ گئی ہے، لیکن حکمرانوں کی سطح پر بدستور سناٹا ہے۔ عرب کنگڈم کی جماعت "النور" کا ردعمل بھی وہی ہے جو عرب حکمرانوں کا ہے۔ یعنی سب قبول ہے، بس اخوان قبول نہیں۔ جماعت النور کا ویسے بھی کبھی یہودیوں سے "نظریاتی اختلاف" نہیں رہا۔

جنرل سیسی کی والدہ مراکش کی یہودی خاتون تھی، جس کا نام

ملیکہ تیتانی تھا۔ 1958ء میں اس نے مصر کی شہریت لی۔ اس کا بھائی عوری صباغ اسرائیل کا وزیر تعلیم رہا ہے۔ صدر عدلی منصور کے بارے میں تو یہ پہلے ہی آچکا ہے کہ وہ عیسائیوں کے سبطی فرقے کا رکن ہے، جسے عیسائی تسلیم نہیں کرتے۔ یہ فرقہ خود کو عیسائی بتاتا ہے، لیکن عیسائی کہتے ہیں کہ یہ یہودیوں کی شاخ ہے۔ یہ بات زمانۂ آخر ہی کی نشانی لگتی ہے کہ عربستان کے سب سے بڑے ملک پر یہودیوں کی حکومت کسی یلغار، کسی جنگ کے بغیر ہی بن گئی ہے۔ سیسی اور عدلی تو چلئے یہودی ہوئے، لیکن باقی عرب ممالک کے سربراہ تو مبینہ طور پر مسلمان ہیں، وہ کیوں سوائے قطر اور تیونس کے سارے کے سارے یہودیوں پر جان چھڑکنے لگے۔

جب مرسی نے فلسطینیوں کی ناکہ بندی ختم کی۔ کنگڈم کا کہنا تھا کہ فلسطینیوں کو گندم کا ایک دانہ بھی نہیں ملنا چاہئے۔ گویا دو ایک ملکوں کو چھوڑ کر تمام عالم عرب کو اسرائیل نے گولی چلائے بغیر فتح کر لیا ہے، تو اسے قیامت کی نشانی کیوں نہ سمجھا جائے۔ نشانی یہ ہے کہ قیامت سے پہلے عراق واردن سے لے کر حجاز و مصر تک یہودیوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ صورتحال دیکھ لیں، نشانی بتا دے گی کہ وہ پوری ہوگئی۔ جنرل سیسی نے چار سے 5000 اخوان قتل، 25000 زخمی کر دیئے، جن میں بہت سے معذور ہو چکے ہیں۔ 10000 گرفتار کر لئے اور کئی ہزار لاپتہ ہیں۔ مان لیجئے کہ یہ سب ''قدرتی'' ہے۔ کوئی بھی آمر اپنے مخالفوں کے ساتھ یہی کرتا ہے، لیکن سیسی نے کچھ اور اقدامات بھی کئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ معاملہ کچھ اور بھی ہے۔ اور یہ معاملہ یوں کھلا کہ والدہ کے نام کا پتہ چل گیا اور موصوف کے ماموں کا بھی جو اسرائیل کا وزیر رہا اور یہ بھی علم ہو گیا کہ کیوں اسرائیل نے کہا تھا کہ سیسی یہودی قوم کا ہیرو ہے۔ یہ اقدامات ملاحظہ ہوں:

اس نے 45000 علمائے کرام کے مساجد میں داخلے پر پابندی لگا دی۔ مصر کی 13000 سے زیادہ مساجد میں جمعے کی نماز روک دی ہے (اسرائیل ایک مسجد میں نماز روکتا ہے تو مسلمان دنیا بھر میں سڑکوں پر نکل آتے ہیں)۔ اب اس نے نعوذ باللہ قرآن پاک کی پیروی کرتے ہوئے ایک سورۃ ''السیسی'' کے نام سے بنائی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں:

سیسی اور تمہیں کیا پتہ کیا ہے سیسی، ہلاک ہو گئے اخوان جو شیطان ہیں۔ وغیرہ اور اس ''سورۃ'' کے آخر میں سیسی کو فرعونوں کی اولاد کہہ کر اسے انسانیت پر خدا کا انعام بتایا گیا ہے۔ قرآن پاک کی ایسی توہین کی صرف ایک یہودی سے بالکل توقع ہے، لیکن اس پر خاموشی نئی بات ہے۔

یہودی فلسطینیوں سے سخت نفرت کرتے ہیں اور اس نفرت کی تاریخ اسرائیل کے قیام اور اس کی وجہ سے ہونے والی لڑائی تک محدود نہیں۔ یہ نفرت بڑی پرانی ہے اور سیسی نے اس نفرت کو کبھی چھپایا نہیں۔

اس نے برسر اقتدار آ کر فلسطینیوں کی پہلے سے بھی سخت ناکہ بندی کر دی۔ غزہ کو دنیا سے ملانے والا واحد راستہ وہ سرنگیں ہیں جو سینائی کے شہر رفح کو غزہ سے ملاتی ہیں (غزہ کی پٹی کے ساتھ سمندر بھی لگتا ہے، لیکن یہ چھوٹا سا ساحل اسرائیل کے قبضہ میں ہے) سیسی نے یہ سرنگیں تباہ کر دیں اور فلسطینیوں کی مصر آمد و رفت روک دی۔

نفرت کا جنون دیکھئے۔ پانچ فلسطینی ماہی گیر مچھلیاں پکڑتے ہوئے مصر کی حدود میں داخل ہو گئے۔ انہیں پکڑ کر مقدمے چلائے گئے اور کئی سال قید سنا دی گئی۔ ماہی گیر سمندری حدود کی خلاف ورزی پر دنیا بھر میں پکڑے جاتے ہیں اور پھر یہ تصدیق ہونے پر کہ وہ ماہی گیر ہی ہیں، بھیس بدلے دشمن کے ایجنٹ یا اسمگلر نہیں ہیں، رہا کر دیئے جاتے ہیں۔ دنیا کے کسی ملک میں انہیں سزا نہیں دی جاتی۔ پاکستان اور بھارت ایک دوسرے کے ماہی گیر اکثر پکڑا کرتے ہیں اور پھر چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ پہلی مثال ہے کہ غلطی سے سمندری حدود کی خلاف ورزی پر کسی ملک نے مقدمہ چلایا اور سزا سنا دی۔ سیسی نے پورے ملک میں پابندی لگا دی ہے کہ کسی دیوار یا اخبار، رسالے یا اشتہار پر مسجد اقصیٰ کی فوٹو نہیں چھپے گی۔ صرف تصویر ہی نہیں، کوئی شخص کسی بھی جگہ بیت المقدس، مسجد اقصیٰ یا القدس کا لفظ بھی نہیں لکھ سکتا۔ جو لکھتا ہوا پایا گیا، اس پر دہشت گردی کا مقدمہ چلے گا۔ مسجد اقصیٰ سے اتنی نفرت دنیا میں صرف دو ہی مذہب کرتے ہیں۔ ایک یہودی اور دوسرے ایونجلیکل چرچ۔ یہ عیسائیوں کا وہ فرقہ ہے جو یہودیوں کا اس بارے میں ہم عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح کی آمد ثانی تب تک ممکن نہیں جب تک مسجد اقصیٰ گرا کر ہیکل سلیمانی تعمیر نہیں کر دیا جاتا۔ باقی مسیحیوں کو اس

سے کوئی غرض نہیں کہ ہیکل سلیمانی بنتا ہے یا نہیں۔ بیت المقدس سے سیسی اور عدلی کی نفرت کی وجہ سمجھ میں آ گئی۔

یہ سوچنا باقی ہے کہ جامعۃ الازہر کا شیخ اور جماعت النور سلفی کا سربراہ بھی ان لوگوں کے ہم عقیدہ ہے اور اسی لئے خاموش ہے یا چپ رہنے کی وجہ کچھ اور ہے۔ مثلاً صحت کا کوئی مسئلہ، کوئی اچانک لاحق ہو جانے والا عارضہ! پورے عربستان میں صرف تیونس اور قطر ہیں جو مسجد اقصیٰ کی حرمت کے قائل ہیں، باقی سارے عرب حکمران، شیوخ، رؤساء، بیوروکریٹ، جرنیل، صنعتکار، میڈیا، علمائے کرام ہیکل سلیمانی پر ایمان لا چکے ہیں۔ اقرار باللسان نہ سہی، اقرار بالقلب ہی سہی، مگر ان کے ''مومنین ہیکل'' ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ جو بات یہ ایمان لانے والے نہیں سمجھتے، وہ یہ ہے کہ ہیکل اب کبھی نہیں بن سکتا۔ دجال جب آ چکے گا، تب بھی نہیں بن سکے گا۔ ایک مزے کی بات یہ معلوم ہوئی کہ سیسی نے اپنی یہودیانہ مکاری سے کام لیتے ہوئے اخوان کی قیادت کو باور کرایا کہ وہ تو شروع ہی سے اخوان کے بانی امام حسن البناh کا معتقد اور مرید ہے۔ اخوان کی قیادت اس مکاری میں آ گئی اور اس پر بھروسہ کر لیا۔

مشہور کالم نگار عطاء سراجی لکھتے ہیں کہ اسرائیل نے کافی عرصہ سے غزہ کا محاصرہ کیا ہوا ہے، درمیان میں جب مصر میں مرسی صاحب صدر منتخب ہوئے تو غزہ میں جشن منایا گیا اور پھر مصر سے صدر مرسی اور وزیر اعظم ہشام قندیل غزہ آئے۔ ان کا بھرپور استقبال ہوا اور پھر حماس کے رہنما بھی مصر آئے، آپس میں معاہدے طے پا گئے۔ ادھر اسرائیل اس پیش رفت پر شدید غیظ و غضب کا شکار تھا اور پے در پے منصوبہ بندی کر رہا تھا۔ آخر کار مرسی صاحب کو اسرائیل نے اپنی یہود نواز جنرل سیسی کے ذریعے جبراً معزول کروایا اور غزہ والوں پر پھر مشکلات آ گئیں۔

مصر کا فلسطینیوں کے خلاف ایک اور اقدام! غزہ کی 13 سرنگیں تباہ

مصری فوج کا کہنا ہے کہ غزہ کو جزیرہ نما سینائی سے منسلک کرنے والی 13 سرنگوں کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ اسرائیل کا الزام ہے کہ حماس ان سرنگوں کے ذریعے غزہ میں ہتھیار، خوراک اور رقم لاتی ہے اور اسرائیل پر حملوں کے لئے بھی ان سرنگوں کو استعمال کرتی ہے۔ دوسری جانب مصر کا بھی کہنا ہے کہ اپنے صحرائی علاقے سینائی اور سرحد کے دوسری جانب واقع غزہ کے درمیان موجود سرنگیں اس کے اندرونی امن کے لئے خطرہ ہیں۔ مصر ایک عرصے سے ان سرنگوں کے خلاف آپریشن جاری رکھے ہوئے ہے اور خصوصاً غزہ پر حالیہ اسرائیلی جارحیت کے بعد یہ سلسلہ تیز کر دیا گیا ہے اور اب تک مبینہ طور پر کل 1639 سرنگیں تباہ کی جا چکی ہیں۔ واضح رہے کہ مصر میں جنرل سیسی کی حکومت قائم ہونے کے بعد حماس کے خلاف مصری رویہ بہت سخت ہو گیا ہے، کیونکہ اسے سابق صدر محمد مرسی کی حمایتی تنظیم اور مصر میں بدامنی کا سبب سمجھا جاتا ہے۔

موضوع نمبر 4 مصر اور غزہ کے بیچ میں کنکریٹ اور لوہے کی دیوار

حماس کو گھیرنے اور غزہ کے باسیوں کو حماس کا ساتھ دینے کی سزا دینے کے لئے صہیونی قائدین نئے نئے پلان بناتے رہتے ہیں۔ مصر اس سے قبل بھی اسرائیل سے دوستی کا ثبوت دیتا رہا ہے۔ اب باڑ کی تعمیر نے اس دوستی کو سب پر واشگاف کر دیا ہے۔

مصر کو اس باڑ کی وجہ سے عرب دنیا اور فلسطینی تحریکوں میں کافی تنقید کا سامنا ہے۔ حماس نے غزہ اور مصر کی سرحد پر آہنی باڑ لگانے کے اقدام کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ اس باڑ کی تعمیر کے لئے امریکہ نے سرمایہ فراہم کیا ہے، جبکہ اس کے ایجنٹ غزہ کی ناکہ بندی کو سخت کر کے گنجان آباد شہر کو موت کے منہ میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔ حماس کے ترجمان فوزی برھوم نے اس حوالے سے خاص طور پر میڈیا کو حماس کے ردعمل سے آگاہ کیا۔

''غزہ اور مصر کے درمیان آہنی باڑ لگانے کا فیصلہ سابق امریکی صدر جارج بش کی فلسطین دشمنی پر مبنی پالیسی کا تسلسل ہے۔ اسرائیل اور امریکہ مل کر غزہ کے شہریوں کا عزم آزادی ختم کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ غزہ کی سرحد پر لوہے کی باڑ لگانے کا فیصلہ کر کے امریکہ اور اسرائیل نے خود ہی ثابت کر دیا ہے کہ ان کی غزہ کو گلوبلائز کرنے اور شہر کو بیرونی طاقتوں کی آماجگاہ بنانے کی حکمت عملی ناکام ثابت ہوئی ہے۔ امریکہ پر واضح ہو گیا ہے کہ غزہ کے غیور عوام اپنی

سرزمین دوسروں کو دینے اور استعمار کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتے۔ برھوم نے یہ بھی کہا کہ اس وقت جبکہ غزہ کی معاشی ناکہ بندی کو مزید سخت کرنے کے لئے آہنی دیواروں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ عالم اسلام اور عرب ملکوں کی ذمہ داریاں اور بڑھ جاتی ہیں۔ اسلامی دنیا کو غزہ کو گھیرنے کی امریکی صہیونی منصوبوں کو ناکام بنانے کے لئے کوششیں کرنا ہوں گی۔ انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ کی جانب سے غزہ میں اسرائیل کے ہاتھوں انسانی حقوق کی پامالی کے ثبوت دنیا کے سامنے آنے کے بعد اسرائیل اور اس کے حواریوں کے خلاف ٹھوس موقف اختیار کرنے میں خاموشی کا کوئی جواز باقی نہیں۔ حماس کے ترجمان نے اسرائیل کو مصر اور غزہ دونوں کے مستقبل کے لئے خطرہ قرار دیا''۔

لبنانی مزاحمتی تنظیم حزب اللہ نے بھی مصر کے اس اقدام پر شدید تنقید کی ہے۔ حزب اللہ کے سربراہ شیخ حسن نصر اللہ نے غزہ کے گرد مصر کی جانب سے لگائی جانے والی آہنی دیوار کی شدید مذمت کرتے ہوئے تعمیر کا عمل فوری طور پر روکنے کا مطالبہ کیا ہے۔ مڈل ایسٹ اسٹڈی سینٹر کی رپورٹ کے مطابق بیروت میں یوم عاشورہ کے ماتمی جلوس سے خطاب کرتے ہوئے حزب اللہ کے سربراہ نے کہا کہ: ''غزہ کے راستے بند کرنا ایک ظالمانہ اقدام ہے۔ یہ اقدام آزاد دنیا، عالم اسلام اور عرب ممالک کے لئے باعث عار ہے۔ اسرائیل نے 3 سال سے غزہ کا معاشی محاصرہ کر رکھا ہے، جس کے باعث یہ زمین کربلا کا منظر پیش کر رہی ہے۔ ایسی حالت میں مصر کی جانب سے غزہ کے شہریوں کی ناطقہ بند کرنے سے ان کے سانس لینے کی آخری سہولت بھی سلب کی جا رہی ہے''۔

انہوں نے مصر سے مطالبہ کیا کہ وہ غزہ کے شہریوں کو کچھ دے نہیں سکتا، تو کم از کم ان کے لئے زمین تنگ نہ کرے، ورنہ اس کے منفی اثرات مصر پر بھی مرتب ہوں گے۔

غزہ کو محصور کرنے کے لئے باڑ کی تعمیر پر مغربی میڈیا میں بھی بحث چل رہی ہے۔ امریکی اخبار لاس اینجلس ٹائمز نے مختلف سیاسی اور عسکری تجزیہ نگاروں کے حوالے سے تیار کردہ اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ ''غزہ کی پٹی اور مصر کے درمیان زیر زمین باڑ لگانے کا مقصد حماس کو کمزور کرنا اور اسرائیل کو خوش کرنا ہے۔ مصر، اسرائیل، امریکہ اور فلسطینی اتھارٹی کا خیال ہے کہ آہنی دیوار لگانے سے حماس کے زیر انتظام مزاحمت کار مصر سے غزہ کی جانب اسلحہ کی اسمگلنگ نہیں کر سکیں گے۔ زمین کے اندر گہرائی تک لوہے کے بلاک اور گارڈر نصب کرنے سے مزاحمت کاروں کو سرنگیں کھودنے سے روکا جا سکے گا''۔

(حوالہ: فلسطین میں موساد کی دہشت گردیاں، مصنفہ: محترمہ ممتا نور **355** تا **356**)

موضوع نمبر 5 مصری حکومتوں کی غزہ والوں سے دشمنی

مصر کی پالیسی دوغلی رہی۔ ایک طرف تو وہ فلسطینی قوم کی حمایت، حماس اور الفتح سے مصالحت کے لئے کوشش کرتا ہے۔ دوسری طرف اسرائیل کا ساتھ بھی دیتا ہے۔ غزہ کی ناکہ بندی میں وہ اسرائیل کے ساتھ تعاون کرتا ہے اور اسے اس امر کا خیال بھی نہیں رہا کہ فلسطینی مسلمانوں کے لئے مصر کی سرحدوں کے کھلے نہ رہنے کی وجہ سے غذائی اشیاء کی فراہمی کی سہولت منقطع ہوجائے گی۔ فلسطینی مسلمانوں کو ضروریات زندگی سے محروم کرنے کی اسرائیلی کوششوں میں اسے کم از کم فریق نہیں بننا چاہئے۔

غزہ کی آبادی 18 لاکھ لوگوں پر مشتمل ہے۔ ایک راستہ اسرائیل کو کھلتا ہے اور دوسرا مصر کو۔ جنوری میں بھی مصر نے اسرائیل کا بھرپور ساتھ دیتے ہوئے بجلی گھر کے لئے تیل کی فراہمی روک دی۔ غزہ کے ہسپتال، گھر، گلی، محلے، علاقے سب بدتر صورتحال اختیار کر گئے۔ مصری حکومت حسنی مبارک اور جنرل سیسی کی قیادت نے غزہ والوں کو اپنی حدود میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اقوام متحدہ کی طرف سے خوراک اور ادویات کی فراہمی کو بھی غزہ والوں تک پہنچنے سے روک دیا گیا۔

معاشی ناکہ بندی اور محاصرہ کا مقصد حماس کو پسپا اور غزہ والوں کو کمزور کرنا تھا۔ مصر نے غزہ والوں کا تو ناطقہ بند کردیا، مگر اسرائیلی کارخانوں اور بجلی گھروں کو مصر کی جانب سے قدرتی گیس کی فراہمی جاری رہی۔ مصری حکومت فلسطینی مسلمانوں کے حق کے لئے آواز بلند کرنے کی مجاز نہیں ہے، کیونکہ اس کا شمار اسرائیل کے مظالم میں اس کے دست راست کے طور پر کیا جاتا ہے۔ مصری حکومت کی اسرائیل سے دوستی کا مطلب فلسطینیوں کو اسرائیل کے تسلیم کرنے پر مجبور کرنا ہے۔

مصر کا اس دیوار کی تعمیر پر موقف تسلیم نہیں کیا جاسکتا، جو کہ مصر کی سیکورٹی اور تحفظات پر مبنی ہے، کیونکہ فلسطینی عوام یا حماس سے مسئلہ صرف اسرائیل کو ہے، نہ کہ مصر کو۔ دارالحیاۃ کی رپورٹ کے مطابق آہنی دیوار کے ذریعے مصر سے اسمگلنگ کو روکا جائے گا، جس میں اسلحہ، سامان یا غذائی اشیاء شامل ہیں، لیکن درحقیقت یہ فیصلہ خالص سیاسی بنیادوں پر کیا گیا ہے۔ غزہ میں سب فلسطینی حماس میں شامل نہیں ہیں، وہ اسلحہ اور ناجائز اشیاء کی اسمگلنگ کے مرتکب بھی نہیں ہیں۔ ان کا مقصد اسرائیلی رکاوٹوں سے قطع نظر اپنے اور اپنے بچوں کے لئے نارمل زندگی گزارنے کی سہولت کا حصول ہے۔ مصری حکومت کا یہ اقدام دراصل فلسطینیوں کے حقوق کی نفی ہے، تاکہ وہ اپنے بچوں کے جینے کے لئے ضروریات زندگی کی اشیاء بھی حاصل نہ کرسکیں۔

حماس قیادت کی رائے میں غزہ کی فتح کے خواب دیکھنے والے غزہ کو پنجرہ بنادینے کے خواہش مند ہیں۔ یہ دیوار غزہ کے شہریوں کے خلاف جارحیت کے ساتھ ظلم کی بدترین شکل ہے۔ غزہ کی سرحدوں کے ساتھ زیر زمین آہنی دیوار کی تعمیر ان عرب دانشوروں اور سیاستدانوں کے لئے باعث شرم ہے، جو کہ قاہرہ کو اسرائیل کی پالیسیوں کا ناقد ٹھہراتے ہیں۔

مصر کا دیوار کی تعمیر کا یہ فیصلہ خودمختاری نہیں، بلکہ جانبداری کا مظہر ہے۔ ایک مصری قومی اخبار نے یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ مصری حکام نے غزہ اور مصر کے درمیان آہنی دیوار لگانے کے ساتھ ساتھ رفح گزرگاہ پر الیکٹرانک تار لگانے کے منصوبے کا آغاز بھی کیا ہے۔ اخبارات کی رپورٹ کے مطابق غزہ اور مصری حدود پر لگائی جانے والی اس الیکٹرانک تار کا مقصد غزہ کو صحرائے سینا سے الگ کرنا ہے۔ یہ الیکٹرانک باڑ مصری علاقے میسورہ صحرائے سینا کے درمیان لگائی جارہی ہے۔

مصر کے اس دوران اسرائیل سے برابر رابطے ہیں۔ مصری انٹیلی جنس کے سربراہ عمر سلیمان نے مقبوضہ بیت المقدس میں اسرائیلی صدر شمعون پیریز سے ملاقات کی۔ جس میں مصری وزیر نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ ان کا ملک غزہ اور رفح کے درمیان فولادی دیوار تعمیر کررہا ہے، تاکہ مصر اور غزہ کے درمیان زیرزمین سرنگوں کے ذریعہ اسمگلنگ روکی جائے۔

اسرائیلی وزیراعظم نے بھی حال ہی میں مصر کا دورہ کیا اور مصر کے صدر حسنی مبارک سے مختلف موضوعات پر گفتگو کی۔ اسرائیلی وزیراعظم کا یہ دورہ ایک ایسے وقت میں ہے جب فلسطین کا معاملہ عالمی سطح پر خاصی شدت اختیار کرگیا ہے۔ مغربی کنارے پر اسرائیل کی تعمیر کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ غزہ کے حوالے سے اسرائیل پالیسی کی عالمی مخالفت میں بھی تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔ ایسے میں مصر کا آہنی دیوار کی تعمیر کا فیصلہ عرب ریاستوں اور مسلم دنیا کے لئے پریشانی کا باعث ہے۔

(حوالہ فلسطین میں موساد کی دھشت گردیاں 355 تا 359)

مسلم مصری حکومت کا غزہ کے زخمیوں کو علاج کے لئے مصر نہ آنے دینا

مصر کی نہر سوئیز کے پار صحرائے سینا کا علاقہ ہے، جس میں وہ مقدس پہاڑ طور واقع ہے جہاں میرے اللہ نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تجلیات کا نزول کیا تھا۔ اس صحرائے سینا کے آخری کنارے پر شمال کی جانب غزہ واقع ہے۔ غزہ کے اس علاقے کو ایک طرف سے سمندر نے اور دو اطراف سے اسرائیل نے گھیرا ہوا ہے۔ جب کہ صرف ایک کونہ صحرائے سینا میں مصر کی سرحدوں کی سمت کھلتا ہے۔ یہی وہ واحد راستہ تھا جسے پہلے مصر نے اسرائیل کے کہنے پر بند کیا، تاکہ غزہ کے مسلمان مکمل طور پر محصور ہو جائیں اور پھر اسرائیل نے ان نہتے شہریوں پر بمباری شروع کی۔ ان محصور اور مجبور مسلمانوں کی مدد کے لیے دنیا بھر کے درد دل رکھنے والے ڈاکٹر اور رفاہی کارکن اس علاقے میں داخل ہونے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ یہ تمام کے تمام ڈاکٹر مصر کی اس سرحد کے قریب اس آہنی گیٹ کے ساتھ بنے گرد آلود ہوٹل میں دن بھر قہوہ اور چائے پیتے رہتے ہیں، لیکن ان کے لیے یہ آہنی گیٹ نہیں کھلتے۔

حیرت ہے کہ غزہ کے ہسپتالوں میں ہزاروں زخمی موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا ہیں اور مصر کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم یہ آہنی گیٹ اس وقت کھولیں گے جب محمود عباس کی ماڈریٹ افواج غزہ کا کنٹرول سنبھال لیں۔ غزہ سے کوئی ایمبولینس کسی شدید زخمی مریض کو لے کر سرحد تک آتی ہے کہ اسے بنام خدا مصر کے کسی بڑے ہسپتال پہنچا دو تو وہ بارڈر کے پار نہیں آسکتی۔ بس مریض کا اسٹریچر سرحد کے اوپر رکھ دیا جاتا ہے اور پھر اسے اللہ کے سپرد کر کے فلسطینی واپس لوٹ جاتے ہیں۔ ملائیشیا کی جمیلہ محمود جو مصر کی ہلال احمر کے لیے مدتوں کام کرتی رہی، ایک لاکھ ڈالر سے زائد کی ادویات لے کر سرحد کے قریب بیٹھی ہے، لیکن مسلم امہ کے ان حکمرانوں کے دل میں خوف خدا نہیں آتا۔ ناروے اور یونان کے ڈاکٹر وہاں موجود ہیں، لیکن سرحد کے یہ آہنی گیٹ نہیں کھلیں گے۔

(حوالہ حرفِ راز 4/17، 18، تحریر: جاوید چودھری)

مصر نے کویتی امدادی مشن کو غزہ کی پٹی میں داخلے سے روک دیا

مصری حکومت نے اسرائیل نوازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کویت سے آنے والے امدادی مشن کے ارکان کو جنگ سے تباہ حال فلسطینی علاقے غزہ کی پٹی میں داخل ہونے سے روک دیا۔ دوسری جانب فلسطینی حکومت نے مصر کے اس اقدام کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے غیر ملکی امدادی وفود کو غزہ داخلے کے لیے ہر ممکن سہولت فراہم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

فریڈم فلوٹیلا پر اسرائیلی حملے میں مصر کی معاونت کا شبہ

ترکی کے ایک سابق سفیر احمد چلکول نے انکشاف کیا ہے کہ 31 مئی 2010ء کو فلسطینی محصور شہر غزہ کی پٹی کا محاصرہ توڑنے کے لیے روانہ ہونے والے عالمی بحری جہازوں کے قافلے پر اسرائیلی فوج کے حملے میں ممکنہ طور پر سابق مصری صدر حسنی مبارک کی حکومت نے تل ابیب کی مدد کی تھی۔

موضوع نمبر 6 مصر کے خلاف اسرائیل کی سازشیں!

مصری نوجوان کوایڈز میں مبتلا کرنے کا یہودی منصوبہ

یہودیوں کے بارے میں قرآن مجید میں ہے کہ

''یہود ونصاریٰ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے''۔ (القرآن)

قرآن مجید جو کچھ ہے وہ 100 فیصد سچ ہے اور اگر ہم مسلمان بھولے بھالے بنے رہیں تو یہ ہماری بدقسمتی ہے۔

یہودی مذہب میں تبلیغ کا کوئی عنصر نہیں، یعنی یہ اپنے مذہب میں کسی کو شامل نہیں کرتے۔ یہودی دنیا کی مالدارترین اور ذہین ترین قوم ہے، جو آج بھی دنیا کی مالی پالیسیاں کنٹرول کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں مکہ اور مدینہ کی تجارت تقریباً انہی کے ہاتھ میں تھی، دنیا میں تقریباً سیاست اور تجارت میں یہ چھائے ہوئے ہیں، لیکن ان کے اوپر ایک اللہ کی لعنت ہے کہ ان کی ذہنیت ہمیشہ مجرمانہ ہوتی ہے، یعنی دنیا میں اکثر برے سانحوں میں ان کا حصہ ضرور ہوتا ہے۔ مسلمانوں سے ان کی نفرت کی ایک مثال پیش کروں گا۔ کچھ سال پہلے اسرائیل حکومت نے ایڈز سے متاثرہ وحشیائیں (طوائفیں) امریکہ اور یورپ سے منگوا کر ان کو مصر بھیجا، تاکہ وہ مصری نوجوانوں کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کریں اور مسلمان مصری نوجوانوں میں ایڈز کا وائرس منتقل کریں۔ تو جہاں مسلمان دشمنی کا عنصر ہوگا یہودی (اسرائیل) وہاں آپ کو ضرور ملے گا۔

ایک اور دلچسپ بات یہ کھانے کی چیزوں میں حرام کی آمیزش کرتے ہیں۔ خاص کر وہ چیزیں جن کی قرآن میں ممانعت ہے اور مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے روحانی معاملات کو خراب کیا جائے، یعنی جس مسلمان کو آپ خنزیر کھلائیں گے اس کی عبادت میں فرق آجائے گا۔

یہودی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بہت بیہودہ باتیں کرتے ہیں لیکن دوستی کے رشتے میں آپ کو دونوں مذہب اکٹھے نظر آئیں گے۔ مسلم دشمنی میں ہمیشہ یہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

اسرائیل کی بنیاد ڈالنے والا کون ہے؟ عیسائی یعنی برطانیہ۔ افسوس کی بات ہے کہ یہودی سرعام مسلم ممالک میں اپنی مصنوعات فروخت کرتے ہیں اور اس میں سے اسرائیل کو چندہ دیتے ہیں اور اسرائیل اس چندے کو ہمارے فلسطینی بہن بھائیوں کو قتل کرنے میں استعمال کرتا ہے۔

مصر میں ایڈز۔ سیاحت کے ذریعے اسرائیل کا تحفہ

مصر، اسرائیل تعلقات کی بحالی کے بعد اسرائیلی سیاحوں کے ایک سیلاب نے ایڈز کا تحفہ لے کر مصر کا رخ کیا۔ 1988ء تک 33 فیصد اسرائیلی سیاح سیاحت کی غرض سے مصر آئے۔ 1990ء میں مصر محکمہ صحت کی جانب سے ایک رپورٹ شائع ہوئی جس میں بتایا گیا کہ 80 فیصد سیاح اسرائیل سے آتے ہیں اور مصر میں طویل المدت قیام کرتے ہیں اور ان کا خصوصی ہدف مصر کے نوجوان ہوتے ہیں۔ خوبصورت لڑکیاں اور منشیات ان کے ساتھ ہوتی ہیں۔ بطور مثال ایک بدنام زمانہ کیس کا حوالہ دینا کافی ہے کہ 1990ء میں چارلس نامی یہودی سیاح کو گرفتار کیا گیا جو ایڈز کا مریض تھا۔ اس نے مصر میں قیام کے دوران 200 غریب مصری بچوں کو پیسوں کا لالچ دے کر بدفعلی کی، تاکہ ان میں ایڈز کا مرض پھیلے لیکن افسوس کہ مصری حکومت نے اس کو پکڑنے کے بعد اس کے اعترافات کے باوجود امریکہ نے مصر پر دباؤ ڈالا کہ اس کو بغیر کسی سزا کے چھوڑ دیا جائے۔ فحش سی ڈی کے ذریعے بھی مصری نوجوان نسل کو بے راہ روی کا شکار کیا جا رہا ہے۔ اسرائیل کے مذموم مقاصد کا اس صورتحال سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ مسلم نوجوانوں کو اسلام سے دور کر کے بے راہ روی کے ذریعے جنسی مریض بنا رہا ہے۔

مصر میں اسرائیل نے تحقیق کے نام پر ایک اکیڈمی قائم کی ہے، جس کے اہم مقاصد یہ ہیں کہ یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان دوریاں ختم کی جائیں۔

1۔ اسلامی تاریخ کی تدوین نو کی جائے تاکہ یہودیوں کے تاریخی جرائم پر پردہ ڈال کر ان کو مسلمانوں کا دوست اور ہمدرد ظاہر کیا جائے۔

2۔ تعلیمی نظام کا ازسرنو جائزہ لیا جائے اور اس میں قابل حذف چیزوں کو نکالا جائے۔ یہودیوں کی نظریں ''نصاب میں شامل قرآنی آیات اور احادیث جن میں یہود کی خباثت، خیانت اور عہد شکنی اور اسلام دشمنی کا تذکرہ ہے'' قابل حذف چیزیں ہیں۔

3۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے ثقافتی و تاریخی تبادلے کے نام پر نوجوان طبقے کو ہدف بنایا گیا ہے۔ وفود کے باہمی تبادلے کے نام پر بے راہ روی کو فروغ دینے کا منصوبہ شروع کیا گیا۔

یہ وہ مذموم مقاصد ہیں جو اسرائیلی اکیڈمی حاصل کرنا چاہتی ہے۔

مصر میں اسرائیلی محکمہ سراغ رسانی کا شکنجہ

مصر میں سیاحت کے بہانے اسرائیلی انٹیلی جنس موساد نے مصر کو اپنے شکنجہ میں جکڑ رکھا ہے۔ حساس مقامات، اہم تنصیبات کے نقشے اور دیگر اہم معلومات کا حصول ان کی ترجیح ہیں:

1۔1985ء میں مصری انٹیلی جنس نے قاہرہ میں جاسوسی کرنے والے ایک گروہ کو گرفتار کیا، جن میں اسرائیلی سفارت خانہ کے ملازمین، فوجی مشیر اور اسرائیلی اکیڈمی کے ماہرین شامل تھے۔ یہ اسرائیلی جاسوس مصر کی حساس مقامات کی تازہ ترین صورتحال جدید وائرلیس نظام کے ذریعے تل ابیب بھیجتے تھے۔

2۔1989ء میں 5 اسرائیلی جاسوس پکڑے گئے جن کے پاس 7 برطانوی جعلی پاسپورٹ، 19 مائیکروفلمیں تھیں، جن میں مصر کی فوجی تنصیبات کے بارے میں اہم معلومات شامل تھیں۔

منشیات کی اسمگلنگ

اسرائیل نے دوستی کی آڑ میں اسلام دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے مصر کی نوجوان نسل کو منشیات کا عادی بنا دیا ہے۔ مصری وزارت داخلہ کی رپورٹ کے مطابق صرف 1989ء میں منشیات کی اسمگلنگ کے 4457 کیس پکڑے گئے، جن میں یہودیوں نے 51 ٹن حشیش اور بہت وسیع مقدار میں ہیروئن و افیون اسرائیل سے مصر اسمگل کرنے کی کوشش کی۔ گرفتار ہونے والے اسمگلروں میں 5 اسرائیلی اکیڈمی اور قاہرہ کے 5 زرعی ماہرین بھی گرفتار ہوئے۔ منشیات کے بڑے مجرم اسرائیلی یہودی طحان کو سزائے موت سنائی گئی، لیکن تاحال اس پر عمل نہیں ہوا، جبکہ اس جرم میں صومالی اور پاکستانی مجرم کو سزائے موت پر عمل درآمد ہو چکا ہے۔

مصر میں قحط سالی کی اسرائیلی سازشیں

اسرائیل کو تسلیم کرنے کے فوراً بعد اسرائیل نے مصر سے 1984ء میں زرعی تعاون کا معاہدہ کیا۔ اس میں مصر کی زرعی اراضی پر تحقیق کے اسرائیلی و مصری ماہرین کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اور امریکی حکومت نے مالی اخراجات اپنے ذمہ لیے۔ اس معاہدے کے نتائج سے ا ائیل، امریکہ کے مذمو مقاصد بےنقاب ہوئے۔

1۔1984ء سے 1990 تک اسرائیل و امریکہ کے 1550 زرعی ماہرین نے مصر کا دورہ کیا، جبکہ مصر کے 180 زرعی ماہرین نے اسرائیل کا دورہ کیا۔

2۔ مصری زراعت کے تفصیلی تجربات کے بعد یہودیوں کی تخریبی سرگرمیوں کا آغاز یوں ہوا کہ انہوں نے مصری زمینداروں کو ایسے بیج فراہم کیے جن کا جھاڑ اور پھل ابتداً ایک دو سال بہت اچھا تھا۔ نتیجتاً یہ بیج بہت مقبول ہوئے، لیکن مصریوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب یہ انکشاف ہوا کہ ان بیجوں کی پیداوار میں مختلف بیماریاں جنم دینے والے زہریلے اثرات ہیں، خصوصاً گردہ کے امراض۔ نیز ان بیجوں کے استعمال سے زمین کی مٹی میں بھی ایسے جراثیم پھیل گئے جن سے پیداوار کم ہوگئی ہے۔ صرف 1989ء میں اس قسم کے 446 کیس پکڑے گئے۔

3۔ 1986ء میں مصری حکام نے اسرائیل سے درآمد شدہ 300 ٹن کھاد قبضہ میں لی، کیونکہ عالمی سطح پر اس کا استعمال ممنوع ہے اور یہ فصلوں کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔ 1990ء میں عالمی محکمہ خوراک و زراعت نے انکشاف کیا کہ بعض اسرائیلی کمپنیوں نے زہریلی کھاد مختلف ملکوں کو سپلائی کی، اس میں سے 10 ہزار ٹن کھاد مصر کو سپلائی کی گئی، جبکہ عالمی سطح پر اس کھاد کا استعمال ممنوع ہے۔

4۔ کیڑے مار زرعی ادویات کی نگرانی کرنے والے ایک عالمی ادارہ نے انکشاف کیا ہے کہ اسرائیل نے مصر اور تیسری دنیا کے بعض ممالک کو 12 اقسام کی ایسی کیڑے مار ادویات سپلائی کی ہیں جو بانجھ پن اور سرطان کا سبب بنتی ہیں، حتیٰ کہ رحم میں بچے کی صحت پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔ چھڑکاؤ کے دوران یہ جس کنویں یا ڈیم پر گرتی ہیں، اس کے پانی میں بھی مضر اثرات چھوڑتی ہیں۔

مصری معیشت اور اسرائیلی تباہ کاریاں

مصری اقتصادیات کو تباہ کرنے میں اسرائیلی سیاحوں کا کردار بھرپور اور ناقابل فراموش ہے، جس میں ڈالروں کی اسمگلنگ سرفہرست ہے، اسی طرح کے سینکڑوں کیس وہ جو پکڑے گئے۔

1989ء میں 11 اسرائیلیوں کو گرفتار کیا گیا جن کے پاس 20 لاکھ جعلی ڈالر تھے۔ مجرموں نے اعتراف جرم کیا کہ وہ ایک خفیہ ایجنسی کے منصوبہ کے مطابق کام کر رہے ہیں، جس کا مرکزی دفتر تل ابیب (اسرائیلی شہر) میں ہے اور ان کا سربراہ ایک ریٹائر فوجی آفیسر ہے۔ اس سے پہلے ہم کئی جعلی ڈالروں کی کامیاب اسمگلنگ کر چکے ہیں۔

سرکاری اعداد وشمار کے مطابق 1984ء میں 34 اور 1984ء سے 1990ء تک 145 کیس پکڑے گئے۔

یہ وہ چند اسرائیلی جرائم ہیں جو اسرائیل کو تسلیم کرنے پر مصر کو خراج کے طور پر ادا کرنے پڑے۔ یہودیوں نے اپنی روایتی خباثت، بے ایمانی، غداری، بے حسی اور اسلام دشمنی کا مظاہرہ کیا، جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ امن، ترقی، سلامتی، زرعی ترقی اور ثقافتی تعاون کے خوشنما نعروں کی آڑ میں اپنے بھیانک چہرے کو بے نقاب کر دیا ہے۔ یہ صورتحال ان ملکوں کے لیے بھی لمحہ فکریہ ہے جن کے پیٹ میں اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لیے درد اٹھ رہا ہے۔

(اسرائیل آغاز سے انجام کی طرف **297**)

مصر میں فسادات کے لئے اسرائیل نے 70 ملین ڈالر مختص کر دیئے

فسادات کی آڑ میں مصری حکومت کو گرانے کے لئے اسرائیل نے اخوان مخالف قوتوں کے لئے 70 ملین ڈالرز کی امداد مختص کر دی ہے۔ غیر ملکی قوتوں سے ساز باز کرنے کے بعد ہی مصری اپوزیشن کے سرکردہ رہنماؤں نے مرسی حکومت کو گرانے کے لئے پورٹ سعید میں پھوٹنے والے فسادات کو پھیلانے کا منصوبہ بنایا۔ مصر کے ایک مشہور تجزیہ کار ڈاکٹر ابراہیم نے کہا ہے کہ احمد شفیق نے گزشتہ ماہ دبئی میں ایک گروپ کے ساتھ ملاقات کی، جس میں اسرائیلی ایجنسی موساد کے حکام کے علاوہ اخوان المسلمون کی دیگر مخالف طاقتیں بھی شامل تھیں، اس میٹنگ کے دوران مرسی حکومت گرانے کے لئے 70 ملین ڈالر کی رقم مختص کی گئی۔ یہ رقم مصر میں فسادات پھیلانے والی تنظیموں میں بانٹی جائے گی۔

موضوع نمبر 7 1973ء میں اسرائیل کا مصر پر حملہ
اسرائیلی فوجی کے حیران کن انکشافات

30 رجب 1427ھ بمطابق 25 اگست 2006

یہ 30 اکتوبر 1973ء کی بات ہے اور مقام ہے جنیوا۔ جنیوا میں اقوام متحدہ کے دفتر میں اسرائیل اور عربوں کے جرنیل ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے تھے۔ میجر جنرل ہارون یاریو (Haron Yariv) اسرائیل، جبکہ مصری جرنیل میجر جنرل محمد الغنی الجمیسی (Muhammad Al Ghani Al Gamasy) عرب کی نمائندگی کر رہے تھے۔ دونوں جرنیلوں نے اپنی اپنی فائل پر دستخط کیے۔ کھڑے ہوئے، ایک دوسرے کی طرف دیکھا، مسکرائے، فائلوں کا تبادلہ کیا، کیمروں کی لائٹس چمکیں اور یہ فائلیں تاریخ کا حصہ بن گئیں۔ دونوں جرنیل چائے کی میز پر دوبارہ اکٹھے ہوئے۔ چائے پیتے ہوئے اسرائیلی جرنیل نے مصری جرنیل سے ہنستے ہوئے پوچھا: ہم جتنے دن لڑتے رہے، میں آپ کے لیے اللہ کی طرف سے نصرت کا انتظار کرتا رہا، لیکن ان 20 دنوں میں آپ کو اللہ کی طرف سے کسی قسم کی امداد نہیں ملی۔

مصری جرنیل نے اسرائیلی جرنیل کی طرف حیرت سے دیکھا، کچھ دیر خاموش رہا اور پھر بولا: آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔

صہیونی جرنیل مسکرایا اور اس کے بعد بولا: میں جب یونیورسٹی میں پڑھتا تھا تو اسلامی فتوحات میرا خاص موضوع تھا۔ میں نے یونیورسٹی میں اسلامی فتوحات پر تحقیق کی تھی، جس کے بعد یونیورسٹی نے اس تحقیقی مقالے کے بدلے میں مجھے ایم اے کی ڈگری دی تھی۔

اس تحقیق کے دوران مجھ پر منکشف ہوا تھا کہ اسلام کے شروع کے زمانے میں جب کفار اور مسلمانوں کی جنگ ہوتی تھی تو اہل ایمان تعداد، اسلحے اور وسائل میں کافروں کے مقابلے میں بہت کمزور ہوتے تھے، لیکن جنگ کے اختتام پر مسلمان فتح یاب ہو جاتے تھے۔ اسلامی لشکر اپنی اس فتح کو ''اللہ کی نصرت'' کہتے تھے۔ مسلمانوں کا یہ ایمان تھا کہ اللہ خفیہ انداز سے ان کی مدد کرتا ہے۔

جرنیل نے تھوڑی دیر سوچا اور اس کے بعد پھر گویاں ہوا: جب 6 اکتوبر 1973ء کو میری فوجوں کا آپ کی فوجوں سے سامنا ہوا تو دل میں بہت ڈر رہا تھا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ اسلامی لشکر تعداد، اسلحہ اور جذبے میں ہمارے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔ مجھے محسوس ہوا اتنی بڑی طاقت کے ساتھ اگر مسلمانوں کو اللہ کی نصرت بھی مل گئی تو یہ لوگ پورے اسرائیل کو تباہ و برباد کر دیں گے، لیکن جب جنگ کا نتیجہ نکلا تو میں حیران رہ گیا۔ اسرائیل کے چند ہزار فوجیوں نے مسلمانوں کے لاکھوں کے لشکر کو شکست دے دی۔ میں حیران ہوں آپ کے لیے اللہ کی نصرت آسمان سے کیوں نہیں اتری؟ اس جنگ میں اللہ نے آپ کی مدد کیوں نہیں کی؟

جرنیل خاموش ہوا تو اس نے اپنی نظریں مصری جرنیل پر گاڑھ لیں۔ مصری جرنیل نے سر اٹھایا اور تھوڑا سوچ کر بولا: اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کی نصرت آئی تھی، لیکن جب اس نے دونوں بارڈرز پر فوجیوں کا معائنہ کیا تو اس نے دیکھا ہم مسلمان اور کافروں میں کوئی خاص فرق نہیں۔ ہم لوگ بھی اتنے ہی بدکردار اور منافق تھے جتنے آپ لوگ ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نصرت نے اس وقت سوچا ان دو لشکروں میں تکنیکی اور عسکری لحاظ سے کون سا ملک بہتر ہے؟ اس وقت اللہ تعالیٰ کی نصرت کو محسوس ہوا آپ لوگ ٹیکنالوجی، ٹریننگ اور جذبے میں ہم سے بہتر ہیں، لہٰذا وہ آپ کی صفوں کی طرف مڑ گئی۔

مصری جرنیل اور اسرائیلی جرنیل کا یہ مکالمہ 1973ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد وقوع پذیر ہوا تھا۔ اس جنگ کا پس منظر بہت دلچسپ تھا۔ 1967ء میں اسرائیل اور مصر کے درمیان ہلکی پھلکی کشمکش پیدا ہو گئی تھی۔ مصر نے اقوام متحدہ کے فوجیوں کو اپنے ملک سے نکل جانے کا حکم دے دیا تھا۔ اسرائیل نے اسے جنگی پیش قدمی سمجھا اور اس نے اچانک مصر پر حملہ کر دیا۔ یہ جنگ 6 روز تک جاری رہی تھی۔ اس جنگ میں اسرائیل اکیلا تھا جبکہ اس کے مقابلے میں مصر، اردن، عراق اور شام چار ملک تھے۔

اس 6 روزہ جنگ میں اسرائیل کا پلڑا بھاری رہا تھا اور اس نے عربوں سے غزہ کی پٹی، صحرائے سینا کا نصف حصہ، دریائے اردن کا مغربی کنارہ اور گولان کی پہاڑیاں چھین لی تھیں۔ یہ جنگ 5 جون 1967ء کو شروع ہوئی اور 10 جون کو اچانک ختم ہو گئی۔ اس جنگ میں عربوں کی شکست ہوئی اور اسرائیل ان کے بڑے علاقوں پر قابض ہو گیا۔ اس جنگ میں شکست کے بعد عربوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اسرائیل کے خلاف بڑے پیمانے پر جنگ کریں گے اور نہ صرف اسرائیل سے اپنے علاقے واپس لیں گے، بلکہ اسرائیل کو ایسی شکست فاش سے دوچار کریں گے جو تاریخ کا حصہ بن جائے۔

یہ دوسری جنگ 6 اکتوبر 1973ء کو شروع ہوئی۔ اس جنگ میں 9 اسلامی ممالک شامل تھے۔ ان ممالک میں مصر، اردن، شام اور عراق براہ راست ملوث تھے، جبکہ سعودی عرب اور کویت نے ان چاروں ممالک کو مالی امداد دی تھی۔ مراکش نے اس جنگ کے لیے تین بریگیڈ فوجی بھیجے تھے۔ فلسطین نے اپنے مجاہدین روانہ کیے، جبکہ پاکستان نے عربوں کو 16 پائلٹس فراہم کیے تھے۔ اس جنگ میں اسرائیل کے 4 لاکھ 15 ہزار فوجیوں، 1500 ٹینکوں، 3 ہزار مشین گنوں، 445 توپوں، 84 جنگی جہازوں، 38 ہیلی کاپٹروں اور ایک بحری جہاز نے حصہ لیا، جبکہ عربوں کی طرف سے مصر کے 8 لاکھ فوجی، 2400 ٹینک، 2400 مشین گنیں، 1120 توپیں، 690 جنگی جہاز، 161 ہیلی کاپٹرز اور 104 بحری جہاز۔ شام کی طرف سے ایک لاکھ 50 ہزار فوجیوں، 1400 ٹینکوں، 800 مشین گنوں، 600 توپوں، 350 جنگی جہازوں، 36 ہیلی کاپٹروں اور 21 بحری جہازوں نے شرکت کی، جبکہ عراق کی اس جنگ میں 60 ہزار فوجی، 700 ٹینک، 500 مشین گنیں، 200 توپیں اور 73 جنگی جہازوں نے شرکت کی۔

اگر ہم مسلمانوں کے اس فوجی ساز وسامان کو جمع کریں تو کل 10 لاکھ 10 ہزار فوجی، 4500 ٹینک، 10 ہزار مشین گنیں، 1920 توپیں، 1113 جنگی جہاز، 157 ہیلی کاپٹر اور 125 بحری جہاز ہو گئے۔ مسلمانوں کی اس فوجی قوت کا اسرائیلی فوجی قوت سے تقابل کریں تو یہ ایک اور آٹھ کا تناسب بنتا ہے۔ اس 20 روزہ جنگ کے دوران اسرائیل کے صرف 2 ہزار 656 فوجی ہلاک ہوئے، جبکہ ان کے مقابلے میں مسلمان فوج کے 8 ہزار 528 فوجی شہید ہوئے۔

اسرائیل کے 7250 فوجی زخمی ہوئے، جبکہ مسلمانوں کے 19540 فوجی زخمی ہوئے۔ اسرائیل کے 400 ٹینک جبکہ مسلمانوں

گئیں۔ 28 اکتوبر کو اسرائیلی اور مصری جرنیل کے درمیان گفتگو شروع ہوئی۔ 30 اکتوبر کو جرنیلوں نے پہلے ایگریمنٹ پر دستخط کردیے جس کے بعد گولان کی پہاڑیوں، اردن کے مغربی کنارے، غزہ، صحرائے سینا اور مشرقی یروشلم پر اسرائیل کا قبضہ مضبوط ہوگیا۔ اگر ہم اس جنگ کا تجزیہ کریں تو اسرائیلی جرنیل کی بات بڑی حد تک درست محسوس ہوتی ہے۔

حقیقتاً دیکھا جائے تو اسرائیلی فوج اور اسلامی لشکر کی تعداد اور وسائل میں زمین وآسمان کا فرق تھا، لیکن اس فرق کے باوجود مسلمان یہ جنگ ہار گئے، جس کے نتیجے میں عالم اسلام کے حکمرانوں کے منہ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کالک لگ گئی۔

کے 2250 ٹینک تباہ ہوئے اور اسرائیل کے 102 طیارے جبکہ مسلمانوں کے 432 طیارے نشانہ بنے۔ اگر ہم نقصان کے حوالے سے دیکھیں تو مسلمانوں نے ہر لحاظ سے شدید نقصان اٹھایا۔

اس جنگ کے عین دوران اردن نے امریکا سے جنگ میں مداخلت اور صلح کروانے کی درخواست کی۔ اس وقت امریکا میں رچرڈ نکسن کی حکومت تھی اور ہنری کسنجر وزیر خارجہ تھے۔ نکسن نے ہنری کسنجر کو مڈل ایسٹ بھجوایا۔ کسنجر نے صورتحال کا جائزہ لیا اور اقوام متحدہ میں جنگ بندی کی درخواست پیش کردی۔ اس قرارداد کے پیش ہونے کے اگلے روز اردن نے اس قرارداد کی حمایت کردی۔ جس کے بعد عالم اسلام کی فوجیں پسپا ہوگئیں۔ یوں 26 اکتوبر کو یہ جنگ ختم ہوگئی اور فوجیں واپس چلی

ایک طرف 1973ء کا وہ دن ہے اور دوسری طرف 2006ء کا سن ہے۔ ان 34 برسوں میں مسلمان اسرائیل سے اپنے مقبوضہ علاقے واپس نہیں لے سکے۔

بلکہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ اب یہی مصری حکمران یہودیوں کے ساتھ مل کر غزہ کے مسلمانوں کا دانہ پانی بند کردیتے ہیں، ان کی سرنگوں میں زہریلی گیس چھوڑ دیتے ہیں، حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مصر اور فلسطین وغزہ کی عوام مل کر اسرائیل کے یہودیوں کو اتنا تنگ کرتی، اتنے حملے کرتی کہ وہ اسرائیل سے بھاگنے پر مجبور ہو جاتا، مگر آج کے مسلمان، مسلمان کے دوست بننے کے بجائے یہودیوں کی دوستی کو اور ان کے طور طریقے اپنانے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

غزہ کی جیل! غزہ کے اطراف میں موجود اسرائیل اور مصر کی بنائی ہوئی دیوار

اسرائیل کے بارڈر پر غزہ کے لوگوں کو قید کرنے کے لئے بنائی گئی 20 فٹ اونچی دیوار

یہ ہیں U.A.E کے 3 انٹیلی جنس آفیسر جو کہ پیرامیڈیکل اسٹاف کے بھیس میں رفح بارڈر سے سیسی حکومت کے خصوصی تعاون سے غزہ میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے کہ حماس نے انہیں دھرلیا۔ U.A.E کی جانب سے انہیں اسرائیل کے لیے جاسوسی کے واسطے بھیجا گیا تھا تاکہ القسام کے خفیہ مقامات کے بارے میں اپنے آقاؤں کو معلومات پہنچائیں۔۔۔ U.A.E حکومت حماس سے مذاکرات کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ اس معاملے کو دبا کر مصالحت کر لی جائے۔ یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر یہود بھی شرمائیں۔

پاکستان اور اسرائیل

اسرائیل کے ناجائز قبضے کو کبھی تسلیم نہیں کیا جاسکتا

1947ء میں پاکستان بنا تو ظفر اللہ خان پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ بن گئے۔ اسی دوران اقوام متحدہ نے اسرائیل کی منظوری دیدی۔ پاکستان نے اسرائیل کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، لیکن ظفر اللہ خان اپنے بیانات میں اسرائیل کی حمایت کرتے رہے۔ ظفر اللہ خان اسرائیل کے وجود کو ناگزیر تصور کرتے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی انہوں نے 12 اپریل 1948ء کو اسرائیل کے قیام سے محض ایک ماہ قبل نیویارک میں اسرائیل کے منصوبے کے انچارج ''چین وائز مین'' سے ملاقات کی۔ اس میں ظفر اللہ خان پر زور دیا گیا کہ وہ پاکستانی حکومت کو اسرائیل کو تسلیم کرنے کا مشورہ دیں۔

1949ء میں اسرائیلی سفیر ''ابا ایبان'' نے کہا: ''اقوام متحدہ میں پاکستانی نمائندے کی کوشش تھی کہ پاکستان بھارت سے پہلے اسرائیل کو تسلیم کرلے، تاکہ بھارت کو شرمندہ کیا جاسکے''۔ 1952ء میں ظفر اللہ خان نے مصر کا سرکاری دورہ کیا۔ اس دوران انہوں نے کہا: ''اسرائیل کو مشرق وسطی کے جسم کے ایک عضو کے طور پر دیکھا جانا چاہیے اور ہمیں مسئلے کے پرامن حل کی طرف آنا چاہیے۔ 1953ء میں ایبان اور رافیل نے نیویارک میں ظفر اللہ خان سے ملاقات کی اور ان سے اسرائیل کو پاکستان کی طرف سے تسلیم کرنے کے مسئلے پر گفتگو کی، لیکن آنے والے دنوں میں ملک میں ظفر اللہ خان کی مخالفت کے باعث اسرائیل کی پاکستان سے توقعات ماند پڑ گئیں۔

یہ وہی فلسطینی ہیں جب پاکستان نے ایٹم بم کا کامیاب تجربہ کیا تو انہوں نے اسرائیلیوں کے سامنے سینہ چوڑا کرکے کہا تھا: ہمارے ہاتھوں میں اٹھائے پتھر مت دیکھو۔۔۔ پاکستان میں پڑا ایٹم بم دیکھو۔۔۔

اسرائیل کے بارے میں بھٹو کا نظریہ

ذوالفقار علی بھٹو، یہودی ریاست کے قیام کے مخالف تھے۔ بھٹو دو معاملات پر سخت موقف رکھتے تھے، پاکستان کی منزل اور دوسرے اسرائیل سے شدید نفرت۔ 1974ء میں دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس کی میزبانی کے موقع پر انہوں نے دوٹوک کہا: ''کوئی معاہدہ، کوئی پروٹوکول، کوئی سمجھوتہ جو بیت المقدس پر اسرائیلی قبضہ کو جاری رکھنے کے لیے ہو، میری نظر میں وہ اس کاغذ جتنی قیمت بھی نہیں رکھتا، جس پر وہ تحریر کیا گیا ہو''۔ بھٹو نے یہ بھی کہا: ''اگر یہودی محض یہودی ہوں تو ان کے ساتھ دوستی ہوسکتی ہے، لیکن اگر وہ صہیونی ہوں، عسکریت پسندی کے نشے میں مبتلا ہوں اور انہیں ٹیکنالوجی کی برتری کا زعم بھی ہو تو ہم ان کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔ یہ بھٹو کی ایک ظاہری تصویر تھی، لیکن پس پردہ کچھ نہ کچھ خفیہ تعلقات ضرور ملتے ہیں۔ بھٹو کے دور میں دفتر خارجہ کے کچھ افسران اسرائیل سے مسلسل رابطے میں بھی تھے۔ اسرائیل کی یہودی ریاست کے درمیان خفیہ تعلقات ضیاء الحق کے دور میں بھی رہے۔ انہوں نے 1981ء کے آخر میں اسرائیل پر ایک تبصرہ یوں کیا: ''پاکستان، اسرائیل کی طرح ہے۔ دونوں نظریاتی ریاستیں ہیں، جس طرح آپ اسرائیل سے یہودیت کو نکال کر تو وہ تاش کے پتوں کی طرح بکھر جائے گا، بالکل اسی طرح اگر پاکستان سے اسلام کو نکال کر اسے ایک سیکولر ریاست بنادیں تو یہ بھی تباہ ہو جائے گا''۔

80ء کی دہائی کے آخر میں سرد جنگ ختم ہوگئی، پاکستان میں جمہوریت کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ بے نظیر بھٹو اور نواز شریف کے دور حکومت میں بھی اسرائیل کے ساتھ معاملات طے کرنے پر آمادگی کے اشارے ملتے ہیں۔ 1994ء میں بے نظیر بھٹو نے پہلی بار غزہ کی پٹی کا دورہ کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ یہ یہودی ریاست کے بارے میں پاکستانی پالیسی میں اہم پیش رفت ثابت ہوئی۔ بے نظیر بھٹو کی خواہش تھی کہ وہ پہلی غیر ملکی لیڈر کے طور پر متوقع فلسطینی ریاست اور اسرائیل کا دورہ کریں، لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔ اقوام متحدہ ایسا ادارہ ہے جو آج تک اسرائیلی اور پاکستانی سفارتکاروں کے درمیان گفتگو کا بہترین فورم ثابت ہوا ہے، اسرائیلی نمائندوں کے ساتھ اکثر

پاکستانی سفارت کاران سے نجی طور پر ملاقاتیں کرتے رہے ہیں۔ واشنگٹن میں ایک عوامی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کی سفیر عابدہ حسین نے اسرائیل کے ساتھ ڈائیلاگ کے حق میں دلائل دیے تھے۔ اقوام متحدہ میں پاکستان کے سفیر احمد کمال نے اپنے اسرائیلی ہم منصب گاڈ یعقوبی کی طرف سے دیئے گئے استقبالیہ میں شرکت کی تھی۔ 1995ء میں اسرائیل کے وزیر اعظم اسحاق رابن قتل کر دیے گئے۔ اس واقعہ کے بعد پاکستان نے تاریخ میں پہلی بار سفارتی سطح پر اسرائیل کے حق میں بیان جاری کیا۔

شمعون پیرز اور پرویز مشرف گزشتہ 3 سال سے ایک دوسرے کے ساتھ مسلسل رابطے میں رہے ہیں۔ انہوں نے ایک دوسرے کو متعدد خطوط تحریر کیے اور کئی مرتبہ ٹیلی فون پر حال احوال پوچھا۔ پرویز وہ پہلے پاکستانی رہنما تھے جنہیں 2005ء میں امریکا میں ورلڈ جیوش کانگریس سے خطاب کی دعوت دی گئی۔ کیوں؟ شمعون پیرز وہ پہلا اسرائیلی رہنما تھا جس نے اکتوبر 2001ء میں کھلے عام یہ کہا تھا: ''وہ ہر صبح کو پرویز کی زندگی کے لیے اس وجہ سے دعا کرتے ہیں کہ انہوں نے پاکستان کی افغان پالیسی تبدیل کی ہے''۔ پرویز مشرف نے جنوری 2008ء میں پیرس میں اسرائیلی وزیر دفاع ایہود بارک سے بھی ملاقات کی تھی۔ پرویز نے 2007ء کے اوائل میں دفتر خارجہ کو حکم دیا تھا کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لیے منصوبہ تیار کیا جائے، لیکن مارچ 2007ء میں ان کی الٹی گنتی شروع ہوگئی۔ جس کے نتیجے میں یہ بھیانک منصوبہ عملی شکل اختیار نہ کرسکا۔

قارئین! پاکستان کی 61 سالہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پہلے وزیر خارجہ ظفر اللہ خان سے لے کر پرویز مشرف تک ہر دور میں پاکستانی حکمرانوں، اعلیٰ عہدیداروں اور اہم شخصیات کے ذاتی، سرکاری اور دیگر مختلف چینلوں سے امریکیوں، فری میسنریوں، صہیونیوں، نادیدہ قوتوں اور اسرائیلیوں کے ساتھ خفیہ رابطے رہے ہیں۔

(از انور یوسف، روزنامہ جنگ، منگل 2 ستمبر 2008ء)

اسرائیل کو تسلیم کرنے والے مسلمان ممالک اپنے سفیر بلائیں! قائد ایوان راجہ ظفر الحق

اسلام آباد (اے این این) سینیٹ میں قائد ایوان راجہ ظفر الحق نے غزہ میں اسرائیلی جارحیت کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ امریکہ اسرائیل کو فنڈ مہیا کر رہا ہے، مسلم امہ کو سخت اقدام اٹھانے کی ضرورت ہے۔ اسرائیل کو تسلیم کرنے والے مسلمان ممالک فی الفور وہاں سے اپنے سفیر واپس بلائیں، اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے، پاکستانی عوام چندہ اکٹھا کر کے فلسطینی سفارتخانے کو دیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے یہاں ایک مقامی ہوٹل میں پاکستان فلسطین فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام مسئلہ فلسطین پر منعقد کیے جانے والے آل پارٹیز سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ پورے پاکستان کے اندر اگر کسی بات پر اتفاق رائے پایا جاتا ہے تو وہ مسئلہ کشمیر اور مسئلہ فلسطین ہے، اسرائیل جب اپنے آپ کو تنگی میں دیکھتا ہے اور مسلمانوں کو اپنی شہ رگ کے قریب پاتا ہے تو اسی طرح کی مذموم حرکتیں کرتا ہے، ہم تمام او آئی سی کے ممبر ممالک سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اسرائیل سے اپنے سفیر واپس بلائیں، میری پاکستانی عوام سے بھی اپیل ہے کہ وہ چندہ اکٹھا کر کے فلسطین کے سفیر کو دیں، تا کہ وہ فلسطینی عوام کی مدد کر سکیں، ہسپتالوں میں ان کے علاج کے لیے یہ پیسہ خرچ ہو۔

پاکستان میں فلسطین کے سفیر ولید ابوعلی نے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میرے لئے اعزاز کی بات ہے کہ آج پورے پاکستان کے سامنے کھڑا فلسطینیوں کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ پاکستان وہ واحد ملک ہے جہاں کے رہنے والے ہمارے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں، اسرائیلی حکومت نے غزہ اور حماس میں ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا ہے، غزہ میں ہمارے سینکڑوں معصوم لوگوں کو شہید کیا جا رہا ہے، ہم 60 سالوں سے اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں، پوری دنیا میں امریکہ، اسرائیل اور ان کے حواری مسلمانوں کو للکار رہے ہیں لیکن مسلم امہ سو رہی ہے، کسی نے اپنے فلسطینی بھائیوں کی پکار کا جواب نہیں دیا۔ نواز شریف پاکستان کے وہ پہلے مسلم لیڈر ہیں جنہوں نے کھل کر فلسطین میں ہونے والے ظلم کی مذمت کی ہے۔

نواز شریف کا غزہ پر یوم سوگ منانے کا اعلان، 10 لاکھ ڈالر امداد

اسلام آباد: پاکستان نے اسرائیل کی جارحیت کے خلاف سرکاری سطح پر غزہ سے یوم یکجہتی منانے کا اعلان کیا ہے۔ فلسطینی عوام سے یکجہتی کے لیے جمعہ کے روز پاکستان میں یوم سوگ منایا جائے گا، سرکاری عمارتوں پر قومی پرچم سرنگوں رہے گا۔

غزہ کی صورت حال پر وزیر اعظم نواز شریف کی جانب سے یوم سوگ منانے کا اعلان کیا گیا ہے۔ وزیر اعظم نواز شریف نے غزہ کے متاثرین کے لئے 10 لاکھ ڈالر امداد دینے کا بھی اعلان کیا ہے۔

غزہ پاکستانیوں کے دل میں ہے

پاک فضائیہ کے شاہینوں نے اسرائیل کو 2 بار تڑپنے پر کیسے مجبور کیا؟

پاکستان اور اسرائیل آج سے نہیں، بلکہ اپنی پیدائش کے پہلے دن سے ہی ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور جب بھی موقع ملتا ہے دونوں ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے باز نہیں آتے۔ اسرائیل نے بلاشبہ پاکستان کو بہت نقصان پہنچایا ہے، مگر ہم نے اسے بدلہ لئے بغیر نہیں چھوڑا۔ ہم نے بھی اسرائیلیوں پر ثابت کیا ہے کہ ہم بھی اپنی ہی ماؤں کا دودھ پی کر جوان ہوئے ہیں۔ میرا تعلق فضائیہ سے ہے اور ایسے دو معرکوں میں، میں شامل رہا ہوں جس میں ہم نے اسرائیل کی سرزمین پر جا کر اسے نا صرف للکارا بلکہ اس کے جہاز بھی تباہ کئے اور وہ آج تک اس کا بدلہ لینے کو تڑپ رہا ہے۔ مجھے آپ پاکستان ایئر فورس کا ایک گمنام سپاہی سمجھ لیں۔ پہلی بار ہم نے اسرائیلیوں کے سینے میں خنجر اس وقت گھونپا جب عرب اسرائیل 6 روزہ جنگ شروع ہوئی تھی۔

1967ء میں عرب اسرائیل جنگ، جسے تیسری عرب اسرائیل جنگ اور جنگ جون بھی کہا جاتا ہے جو مصر، عراق، اردن اور شام کے اتحاد اور اسرائیل کے درمیان لڑی گئی جس میں اسرائیل نے فیصلہ کن کامیابی حاصل کی۔

6 روزہ جنگ میں پاک فضائیہ کے ہوابازوں (پائلٹوں) نے بھی اپنے عرب بھائیوں کی حفاظت کے لئے حصہ لیا۔ پاکستانی ہوا باز اردن، مصر اور عراق کی فضائیہ کی جانب سے یہودیوں سے لڑے اور اسرائیلی فضائیہ کے 3 جہازوں کو مار گرایا، جبکہ ان کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ دراصل ہوا یہ تھا کہ عرب ممالک نے پاکستان سے اپیل کی کہ اسرائیل نے اچانک حملہ کر دیا ہے اور ان کے پاس ماہر پائلٹ نہیں ہیں۔ اس پر پاکستان نے فوری طور پر ایک درجن سے زائد پائلٹ بھیجے، جنہوں نے دادِ شجاعت دی اور اسرائیل پر کئی کامیاب پروازیں کیں اور عرب ممالک میں بمباری والے 3 جہازوں کو مار گرایا، جب کہ اسرائیلی زمینی دستوں کو ٹھیک ٹھیک نشانہ بنایا۔ انہوں نے درجنوں جاسوسی پروازیں کر کے بھی توپ خانے کی مدد کی، جب کہ پسپائی میں بھی عرب فوج کو ہوائی مدد دے کر محفوظ بنایا۔ پاکستانی پائلٹس کی طرف سے حصہ لینے کا معاملہ چھپا رہنے والا تو تھا نہیں، اس لئے اسرائیل نے خوب دھمکیاں دیں اور پھر وہ اس وقت فاتح بھی تھا۔

مصر نے اتحادیوں کے ہمراہ اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے اسرائیل کے خلاف ایک بار پھر صف بندی کی، مصر نے حملے کا فیصلہ کر لیا اور پاکستانی پائلٹ ایک بار پھر اسرائیل پر آگ برسانے کو تیار تھے۔

اس جنگ کے دوران پاکستان نے مصر اور شام کی مدد کے لئے 16 ہوا باز مشرقِ وسطیٰ بھیجے اور 8 پاکستانی ہوابازوں نے شام کی جانب سے جنگ میں حصہ لیا اور 21 طیاروں میں پروازیں کیں۔ پاکستان کے فلائٹ لیفٹیننٹ اے ستار علوی یوم کپور جنگ میں پاکستان کے پہلے ہواباز تھے جنہوں نے اسرائیل کے ایک میراج طیارے کو مار گرایا۔ انہیں شامی حکومت کی جانب سے اعزاز سے بھی نوازا گیا۔ ان کے علاوہ پاکستانی ہوابازوں نے اسرائیل کے 4 ایف 4 فینٹم طیارے تباہ کئے، جبکہ پاکستان کا کوئی جانی یا مالی نقصان نہیں ہوا۔

پاکستانی پائلٹس نے اسرائیلی توپ خانے کو تباہ کرنے کے علاوہ رہنمائی فراہم کرنے والی پروازیں بھی کیں اور کئی ایسے کارنامے انجام دیئے جو آج تک اسرائیلی سینے میں انگارے بن کر بے چین کر رہے ہیں۔ یہ پاکستانی ہوا باز 1976ء تک شام میں موجود رہے اور شام کے ہوابازوں کو جنگی تربیت دیتے رہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسرائیل ڈرتا ہے تو پاکستان سے اور پاکستان کو اپنے گریٹ اسرائیل کے منصوبے کی راہ میں واحد رکاوٹ خیال کرتا ہے، اللہ تعالیٰ پاکستان کو قائم و دائم رکھے اور اسے اس کا کھویا ہوا مقام پھر واپس دلائے۔ آمین۔

اسرائیل مغرب کی ناجائز اولاد ہے۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ

پاکستانی ایئرفورس بمقابلہ اسرائیلی ایئرفورس

جناب صدر ضیاء الحق کے دور میں جب اسرائیل نے کہوٹہ پر حملے کا منصوبہ بنایا تو پاکستان ایئرفورس نے اسرائیل کا ڈیمونہ نیوکلیئر پاور پلانٹ اڑانے کا منصوبہ بنالیا تھا۔ اس کے بعد عرب اسرائیل جنگ میں پاکستان ایئرفورس دنیا کی واحد ایئرفورس ہے جس نے اسرائیل کے 4 طیارے فضائی معرکے میں گرائے۔

آج ایک بار پھر فلسطین پاکستان ایئرفورس کو پکار رہا ہے، مگر افسوس یہ ہے کہ اس بار کوئی مسلم یا غیر مسلم ملک پاکستان کو اسرائیل کے خلاف آپریشن کرنے کے لیے نہ تو اڈے دینے کو تیار ہے اور نہ فضائی حدود استعمال کرنے کی اجازت دی جا رہی ہے۔ تمام مسلمانوں سے دعا کی اپیل ہے کہ وہ مسلم دنیا کو ہدایت عطا کرے۔

اسرائیل، قادیانی اور پاکستان

اس میں شک نہیں کہ اسرائیل پوری اسلامی دنیا کا دشمن ہے اور فرض کی رو سے آپ نے بھی اس بات کو تسلیم کرلیا ہے...... تو کیا یہ بات عجیب ترین نہیں کہ پورا اسرائیل قادیانیوں کا دوست ہے...... قادیانی ان کے اپنے ہیں اور یہ قادیانیوں کے اپنے...... اگر آپ کہیں کہ جناب اس کا کیا ثبوت؟ اس کی کیا دلیل؟...... دلیل کو چھوڑیں...... ثبوت ہی کیوں نہ وصول کرلیں آپ! کیونکہ ثبوت وہ جو سر چڑھ کر بولے...... معاف کیجئے گا...... میں یہاں جادو کی جگہ ثبوت لکھ گیا...... اس لیے کہ اس وقت کی ضرورت ثبوت کی ہے نہ کہ جادو کی...... جادو تو یوں بھی حرام ہے...... خیر چھوڑیں...... اصل بات کی طرف آتے ہیں...... ثبوت ملاحظہ ہو۔

14 جنوری 1986ء کے ''نوائے وقت'' نے ایک تصویر شائع کی تھی۔ ''نوائے وقت'' سے بھی پہلے 22 فروری 1985ء یروشلم پوسٹ (یہودی اخبار) میں وہ تصویر شائع ہوئی تھی...... اس تصویر میں دو قادیانی مبلغوں کو اسرائیلی صدر کے ساتھ نہایت ادب کے انداز میں ملاقات کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے...... اس تصویر میں اسرائیل میں سبکدوش ہونے والے قادیانی سربراہ شیخ امینی نئے سربراہ شیخ محمد حمید کا اسرائیل کے صدر سے تعارف کرارہے ہیں۔ ثابت ہوا، اسرائیل مسلمانوں کا دشمن ہے، لیکن قادیانیوں کا دوست ہے...... تو قادیانی بھی مسلمانوں کے دشمن ہوئے اور پاکستان کے تو پہلی فرصت میں دشمن ہیں...... کہتے ہیں نا دوست کا دشمن اپنا دشمن اور دوست کا دوست اپنا دوست، اس کلیے کی رو سے قادیانی پاکستان کے دشمن ہیں...... مسلمانوں کے دشمن ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مجھ سے محبت کی، اس نے اللہ سے محبت کی...... حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے ان سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی''۔

تو اسی کلیے کی رو سے، ہم یہ کہیں گے: جس نے اسرائیل سے محبت کی، اس نے پاکستان سے دشمنی کی...... کیونکہ اسرائیل پاکستان کا دشمن نمبر ایک ہے۔ اب اگر پاکستان میں کوئی یہ کہے کہ قادیانی میرے بھائی ہیں تو کیا اس کا واضح طور پر یہ مطلب نہیں ہوگا کہ اسرائیلی میرے بھائی ہیں...... جیسا کہ ہم حکمرانوں کے منہ سے سنتے رہتے ہیں...... اگر کوئی شخص اسرائیل کا دوست ہے تو ہندوستان کا دوست کیوں نہیں ہوگا...... کیونکہ بھارت اور اسرائیل بہت گہرے دوست ہیں اور ان کی دوستی سے کوئی انکار نہیں کرسکتا...... اسی طرح قادیانی اسرائیل کے دوست ہیں، اسرائیل بھارت کا دوست ہے تو قادیانی بھارت کے دوست ہیں...... قادیانی اگر ہمارے حکمرانوں کے دوست اور بھائی ہیں تو وہ لامحالہ ہمارے حکمرانوں کی بھارت سے دوستی کرانا چاہیں گے...... اس دوستی کے لیے اندر خانے زور لگائیں گے...... اسرائیل میں قادیانی مشن کے ہونے کا ثبوت اوپر پیش کیا جاچکا ہے...... لہٰذا اسرائیل قادیانیوں کے ذریعے اس دوستی کو معرض وجود میں لا رہا ہے...... اور کوئی سمجھے نہ سمجھے...... یہ دوستی پاکستان کے لیے سراسر نقصان دہ ثابت ہوگی......

اس دوستی کی داغ بیل پڑ چکی ہے...... حالات بتا رہے ہیں...... موجودہ حکومت یہ دوستی کرنے کے لیے بری طرح بے چین ہے...... اس کے پس پردہ قادیانی اس دوستی کے لیے بے چین ہیں...... اور دراصل اسرائیل بے چین ہے...... اور یہ اسرائیل ہی ہے جو امریکا کو بھی اس دوستی میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے زور لگا رہا ہے...... گویا اس وقت قادیانی، اسرائیل اور امریکا پاکستان کی بھارت سے دوستی کے لیے پورا زور صرف کررہے ہیں اس پورے زور کے دھارے میں حکمران بہہ رہے ہیں...... لگتا ہے، یہ دھارا انہیں بھارت لے جا کر چھوڑے گا۔

(تحریر: اشتیاق احمد صاحب)

پاکستان نے دنیا کا سب سے چھوٹا ہتھیار بنالیا

پاکستانی ایٹمی پروگرام میں ایک غیر معمولی پیش رفت کی گئی ہے اور دنیا کا سب سے چھوٹا ٹیکنیکل (تدبیراتی) ایٹمی ہتھیار بنالیا گیا ہے۔ مغربی سفارت کاروں کے مطابق سابق آمر جنرل پرویز مشرف نے امریکی عہدیداروں کو ایک اجلاس کے دوران یہ بتادینا مناسب سمجھا تھا کہ پاکستان کے پاس کیا ہے اور یہ کہ پاکستان کے ایٹمی سائنسدانوں نے ملک کا دفاع کس طرح سے محفوظ بنایا ہے۔ سفارتی ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ چیز واقعی بے مثال ہے۔ بھارتیوں کو یہ اطلاع امریکیوں سے ملی اور ذرائع کا کہنا ہے کہ مشرف نے ارادتاً یہ اطلاع امریکیوں کو دی تھی، تاکہ امریکا پاکستان سے عراق یا افغانستان کی طرح کا سلوک نہ کرے۔ پاکستان نے نہ تو این پی ٹی پر اور نہ ہی سی ٹی بی ٹی پر دستخط کررکھے ہیں، تاہم اس نے یکطرفہ طور پر فیصلہ کررکھا ہے کہ وہ اپنا ایٹمی پروگرام کسی غیر ملکی جارحیت کے خلاف ڈیٹرینس کے طور پر استعمال کرے گا۔ اور پاکستان نے خوشاب ایٹمی تنصیبات کے ذریعے پلوٹونیم پیدا کرنے کی صلاحیت بڑھالی ہے۔

ویب سائٹ کا یہ بھی کہنا ہے کہ 2009ءمیں پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں کے ذخیرے کے بارے میں حقیقی تعداد پیش کرنا ماہرین کے لئے بھی مشکل ہے، کیونکہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام انتہائی سیکورٹی میں ہے۔ پاکستان کا ایٹمی پروگرام ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں شروع کیا گیا تھا اوراس کا تجربہ نواز شریف کے دور حکومت میں 28 مئی 1998ء کو ہوا تھا۔

پاکستان کے ایٹمی دھماکہ پر مسجد اقصیٰ میں خوشیاں منائی گئیں

امریکہ کی ایک مسجد میں ایک فلسطینی دوست بتارہا تھا کہ اس دن میں خود مسجد اقصیٰ میں تھا، جس دن پاکستان کے ایٹمی دھماکوں پر مسجد اقصیٰ میں خوشیاں منائی جارہی تھیں۔ امام عکرمہ صبری کا چہرہ خوشی سے ٹمٹمارہا تھا اور وہ اپنے خطبۂ جمعہ میں پاکستان کے لیے فنڈ اکٹھا کرنے کا اعلان کررہے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ عالمی قوتیں اب پاکستان پر پابندیاں لگائیں گی۔ مجھے پتہ ہے ہم مقبوضہ فلسطین کے مظلوم مسلمان پاکستان کے لئے کچھ نہیں کرسکتے، مگر پاکستانیوں کے ساتھ اپنی یکجہتی کے اظہار کے لئے بیت المقدس کا باشندہ آج اگر ایک پائی بھی دے

سکتا ہے تو دے۔ آج مسلمانوں کے پاس ایٹم بم آچکا ہے اور امت کی ذلت کے دن ختم ہونے کو ہیں۔

خدایا! اس خطہ ارضی، کہ جہاں سے افغان مجاہدین اور امت کی بیٹیوں کو بوریوں میں بند کرکے کفار کو بیچا جاتا ہے اور ''زرمبادلہ'' کا ایک اہم ذریعہ مانا جاتا ہے، اس مقبوضہ خطے کے مسلمانوں کو شعور وہدایت دے، امت کی اس سے وابستہ امیدیں پوری کرا اور اس کے دم سے مسجد اقصیٰ کی اجڑی ہوئی مسکراہٹیں بحال کر۔ خدایا! بیت المقدس کے ضعیف اور ناتواں ہاتھوں کی اکٹھی کی ہوئی چند پائیوں میں ہمارے لیے برکت ڈال۔ اور ان ڈالروں کی بوریوں سے ہمیں نجات دلا جن سے ہمیں ویرانی اور نحوست کے سوا آج تک کچھ نہیں ملا۔ اور یا اللہ! بزدل، گھٹیا اور لالچی مسلم حکمرانوں سے بھی نجات دلا۔ آمین

اسرائیل کو مسلم اُمہ کی خاموشی نے نہتے فلسطینیوں
پر جارحیت کا موقع دیا، وزیر اعظم نواز شریف

آئی ایس آئی دنیا کی سب سے طاقتور خفیہ ایجنسی

یہ لوگ سارا دن ساری رات ملک پاکستان کی حفاظت کرتے ہیں، کوئی فقیر بن کر کوئی کوڑا اٹھا کر دشمنوں پر نظر رکھتا ہے اور ان کے منصوبے ناکام بنا رہا ہے، ان کی شہادت کی خبر تو ان کے اکثر گھر والوں کو نہیں ہوتی۔ جب ہم لوگ عید مناتے ہیں تو یہ لوگ آپ کے گلی محلوں میں آپ کی حفاظت کر رہے ہوتے ہیں، یہ جاگتے ہیں تا کہ ہم چین کی نیند سو سکیں۔ روز 50-40 دھماکے روکتے ہیں، جس کی خبر میڈیا میں نہیں آتی، مگر ایک دھماکہ ہو جاتا ہے تو میڈیا والے امریکا کے کہنے پر آئی ایس آئی کو بدنام کرتے ہیں۔ دنیا کی ساری ایجنسیاں گھٹنے ٹیک چکی ہیں آئی ایس آئی کے آگے، تو کیا ہم ان کو دعا بھی نہیں دے سکتے ؟

کراچی کے اسکولوں کے طلبہ و طالبات کی ''لبیک یا غزہ'' ریلی میں بچے اسرائیل سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے احتجاج کررہے ہیں۔

غزہ ملین مارچ میں امیر جماعت اسلامی کے تاثرات

امیر جماعت اسلامی سراج الحق نے 17 اگست 2014ء کو کراچی میں غزہ ریلی کے 50 ہزار شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت قبلۂ اول کی آزادی کے لئے اسرائیل کے خلاف اعلان جہاد کرے اور اگر یہ جرأت نہیں کرسکتی تو ہمارے نوجوانوں کو جہاد کے لئے راستہ دے۔ اگر عالم اسلام کے حکمران جہاد کے لئے تیار نہیں تو ہمارا راستہ چھوڑ دیں، ہمارے لاکھوں نوجوان اپنی جانیں فلسطین اور کشمیر پر نچھاور کرنے کے لئے تیار ہیں۔ جہاد ہماری زندگی ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ میں فقیر آدمی ہوں جس نے میری بات نہ مانی وہ ناکام ہوگا۔ ہم اہل پاکستان کو قبلہ اول کی دفاع و آزادی کے لئے بیدار کریں گے۔ ائمہ کرام مسلمانوں کو فروعی اختلافات سے نکال کر متحد کرنے کا فریضہ انجام دیں، تاکہ ہم ایک امت کے طور پر اپنا وقار حاصل کرسکیں۔

اسلام آباد میں ''لبیک قبلہ اول ریلی'' سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا: غزہ کی صورتحال کے حوالے سے نواز شریف اسلامی ممالک کے سربراہوں کو خط لکھے اور کہا: او آئی سی کا اجلاس بلائیں چاہے یہ مکہ مکرمہ میں ہو یا اسلام آباد میں، لیکن عالم اسلام میں کوئی صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی اور محمد بن قاسم موجود نہیں ہے۔ غزہ میں 3 ہفتوں سے بارود کی بارش ہورہی ہے، لندن اور شکاگو میں لاکھوں لوگوں نے اسرائیلی بربریت کے خلاف مظاہرے کئے، مگر عالم اسلام میں قبرستان کی طرح خاموشی ہے۔ امت مسلمہ پر ظلم اور فلسطینیوں کا قتل عام نہیں دیکھ سکتے۔ امت فلسطینیوں کے دفاع کے لئے اٹھ کھڑی ہو، اگر مسلمان متحد نہ ہوئے تو فلسطینیوں کی طرح دنیا بھر میں مارے جائیں گے۔ انہوں نے کہا: غزہ میں بچے قربانی دے کر قبرستانوں کو آباد کررہے ہیں، جبکہ فلسطینی بیت المقدس کے لئے جنگ عظیم لڑ رہے ہیں۔

اس وقت عالم اسلام کے پاس 70 لاکھ فوج، 40 ہزار ٹینک، 15 ہزار جہاز اور گیس کے دنیا بھر کے ذخائر میں سے 40 فیصد ذخائر ہیں۔ حماس والے اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ برطانیہ میں مسلمان وزیر سعیدہ وارثی نے فلسطینیوں کی حمایت میں احتجاجاً استعفیٰ دے کر عالم اسلام کے حکمرانوں کو غیرت دلانے کی کوشش کی، ہم انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ سراج الحق نے کہا کہ میری آنکھوں کے سامنے بیت المقدس ہے اور فلسطینی بچوں کی تڑپتی لاشوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ مرسی حکومت کے دوران چند ماہ کے لیے غزہ کا محاصرہ ٹوٹا تھا لیکن یہودیوں نے سازش کرکے حکومت ختم کرادی۔ آج تک وزیر اعظم طیب اردوان کے علاوہ کسی مسلم حکمران کی طرف سے فلسطینیوں کے حق میں آواز سنائی نہیں دی۔

اہل غزہ سے یکجہتی کے لئے ملین مارچ

غزہ کی پٹی میں اسرائیلی جارحیت کا شکار نہتے و مظلوم فلسطینیوں سے اظہار یکجہتی کے لئے پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں اتوار کو جماعت اسلامی کے زیر اہتمام ملین مارچ کے نام سے ایک بہت بڑی ریلی نکالی گئی ہے۔ جس میں جماعت کے پریس نوٹ کے مطابق لاکھوں افراد نے شرکت کی ہے۔

باب نمبر 38

غزہ اسرائیل جنگ اور امن معاہدہ

جنگی اخراجات نے اسرائیل کو پسپائی پر مجبور کیا

مصر کی اپیل پر اسرائیل کی جانب سے سیز فائر پر فوری آمادگی کو غزہ میں موجود حماس قیادت نے اپنی فتح اور صہیونی پسپائی قرار دیا ہے۔ دوسری جانب اسرائیلی میڈیا کے مطابق اس جنگ سے اسرائیلی حکومت کو 256 ملین ڈالرز کا ٹیکا لگ چکا ہے۔ بھاری جنگی اخراجات نے محض ایک ہفتے ہی میں اسرائیلی معیشت کی کمر توڑ دی ہے۔ اسرائیلی میڈیا کے مطابق مصر کی جانب سے جنگ بندی کی اپیل پر فوری آمادگی اس بات کا ثبوت ہے کہ تل ابیب اس ''مہنگی ترین جنگ'' سے نکلنا چاہتا ہے۔

اسرائیلی جریدے حارث نے لکھا ہے کہ 8 روزہ جنگ میں اسرائیلی وزارت دفاع نے 32 ملین ڈالرز روزانہ خرچ کئے ہیں۔ جبکہ اس عرصہ میں 7,500 سیاحوں نے اسرائیلی تفریحی مقامات کا سفر منسوخ کیا، جس کے نتیجے میں اسرائیلی حکومت کو لاکھوں ڈالرز یومیہ نقصان برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ اس کی تصدیق اسرائیلی ٹورازم ڈیپارٹمنٹ نے بھی کی ہے۔ حماس کے راکٹوں کی زد میں آئے ہوئے اسرائیلی شہر، سیدروت اور دارالحکومت تل ابیب کی معاشی سرگرمیاں بھی ایک ہفتے سے تقریباً معطل ہیں اور ہر ایک گھنٹے کے بعد حماس کے راکٹ حملوں کے انتباہی سائرن بجتے ہی تمام بازار بند کر دیئے جاتے ہیں، جس سے اسرائیلی معیشت کو کافی نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ جبکہ ہزاروں اسرائیلی خاندان اپنے گھروں کے بجائے سرکاری شیلٹرز میں مقیم مفت کی روٹیاں توڑ رہے ہیں، جن کی فراہمی اسرائیلی حکومت اپنے جنگی بجٹ سے کر رہی ہے۔

ادھر 600 سے زیادہ اسرائیلی شہریوں نے حماس کے راکٹ حملوں سے ہونے والے نقصانات پر زرتلافی کی مد میں حکومت کو 30 ملین شیکل معاوضہ ادا کرنے کی درخواستیں دے دی ہیں۔ ان اسرائیلی باشندوں نے اپنی درخواستوں میں کہا ہے کہ حماس کے راکٹوں نے ان کے کاروبار پر منفی اثرات مرتب کئے ہیں اور املاک کو نقصان پہنچایا ہے، جس پر انہیں معاوضہ ادا کیا جائے۔

غزہ پر حملہ سے اسرائیلی معیشت کی تباہی

اسرائیلی جارحیت کے جواب میں فلسطینی مزاحمت کاروں کے راکٹ حملوں سے اسرائیلی معیشت اور صنعت کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اسرائیلی ریڈیو نے حکومت کے ایک سینئر عہدیدار کے حوالے سے بتایا ہے کہ غزہ جنگ کے نتیجے میں صہیونی صنعت کے شعبے کو 875 ملین شیکل یعنی 250 ملین ڈالر کا نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اسرائیل کے عبرانی ریڈیو نے رپورٹ میں غزہ کی پٹی پر حملے کے نتائج اور ملکی معیشت پر اس کے منفی اثرات کے حوالے سے بتایا کہ اسرائیل کے زیادہ تر کارخانے وسطی اور جنوبی غزہ کے قریب مقبوضہ فلسطینی شہروں میں واقع ہیں۔ فلسطینی مزاحمت کاروں کے جنگ کے پہلے روز سے ہونے والے حملوں میں صنعت کے شعبے کو غیر معمولی نقصان پہنچا ہے۔ صنعتی شعبے میں سب سے زیادہ منفی اثرات ملٹری صنعت پر پڑ رہے ہیں، جس کے نتیجے میں اسرائیلی حکومت اور فوج سخت پریشانی کا شکار ہیں۔

اسی طرح مزاحمت کاروں کے راکٹ حملوں نے اسرائیلی ایئرپورٹ ویران کر دیئے، امریکہ سمیت پوری دنیا نے اپنی فضائی کمپنیوں کو اسرائیل کا رخ نہ کرنے کی ہدایت کر دی۔ اسرائیل کو سیاحت کے شعبے میں غیر معمولی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ اس شدید نقصان کے سبب اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو امریکی حکام سے بار بار رابطہ کر کے جنگ بندی کرانے کی دہائی دیتے رہے۔ گزشتہ ہفتے امریکی وزیرخارجہ جان کیری نے یہ انکشاف کیا تھا کہ وہ نیتن یاہو سے دن میں 5 بار فون پر بات کرتے ہیں اور انہوں نے ان فون کالز میں ہی ان (کیری) سے جنگ بندی کے لئے ثالث کا کردار ادا کرنے کو کہا تھا۔ یاد رہے کہ اسرائیل ایسی جنگ بندی چاہتا ہے جس میں صرف حماس کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں، صہیونی قیادت جو چاہے کرتی رہے۔ حماس ایسی جنگ بندی کو مسلسل مسترد کر رہی ہے۔ اسلامی تحریک مزاحمت کا کہنا ہے کہ حماس صرف انہی معاہدوں پر متفق ہوگی جن کی اسرائیل پابندی کرے گا۔ (از عبید اللہ عابد)

غزہ حملے میں اسرائیل کی شکست معاہدہ کی وجہ بنی

فلسطینی صحافی کے بقول ایک اسرائیلی عہدیدار نے اعتراف کیا ہے کہ جب بھی حماس کے مجاہدین اسرائیل کی پیدل فوج پر حملہ کرتے، تو وہ فوراً اپاچی ہیلی کاپٹروں اور **F-16** طیاروں کی مدد طلب کیا کرتے تھے۔ ان کو خطرہ تھا، اگر وہ مجاہدین پر تنہا حملہ کریں گے تو ان کے ہاتھوں پکڑے جائیں گے۔

فلسطینی صحافی کا کہنا تھا کہ اس جنگ میں فلسطینیوں کی کامیابی کا ثبوت یہ ہے کہ اس وقت قاہرہ میں جنگ بندی کے حوالے سے ہونے والے مذاکرات میں الفتح اور حماس کے ساتھ اسلامی جہاد بھی شریک ہے اور شرائط فلسطینی پیش کر رہے ہیں۔ ان کے 3 اہم مطالبات ہیں۔ 1 یہ کہ غزہ کا محاصرہ ختم کیا جائے۔ 2 غزہ میں ایئرپورٹ قائم کرنے دیا جائے اور 3 یہ کہ ہمیں اپنی بندرگاہ تعمیر کرنے کی اجازت دی جائے، تو ہم جنگ بندی پر تیار ہوں گے۔

دوسری جانب حماس کے ایک نقاب پوش مجاہد کے الجزیرہ ٹی وی پر دیئے گئے اس بیان سے کہ ہم جنگ کے دوسرے دور کے لیے تیار ہیں، اسرائیل میں سراسیمگی پھیل گئی ہے اور اسرائیلی میڈیا کی جانب سے اپنی فوج کی ناکامی پر اسے تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ جبکہ اسرائیل کی افواج صفائی پیش کر رہی ہیں کہ ہم نے ان 32 سرنگوں کو تباہ کر دیا ہے، جو اسرائیل میں کھلتی تھیں۔ تاہم ان سرنگوں کی تباہی کا اسرائیل کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اسرائیل کی دفاعی افواج کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ انہوں نے حماس کی جانب سے داغے گئے 30 سے 40 فیصد راکٹوں کو تباہ کر دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حماس کے 60 سے 70 فیصد ہتھیار تباہ نہیں کر سکے ہیں۔

اسرائیل کی دفاعی افواج نے اعلان کیا ہے کہ انہوں نے 750 سے زائد دہشت گردوں کو قتل کیا ہے، لیکن دنیا ان کا یہ دعویٰ ماننے کو تیار نہیں۔ بلکہ یہ حقیقت سب پر عیاں ہے کہ اسرائیل نے غزہ کے 2 ہزار سے زائد بے گناہ اور نہتے شہریوں کو شہید کیا ہے، جن میں اکثریت عورتوں اور بچوں کی ہے۔ اسرائیل یہ جنگ ہار گیا ہے، اس کا اعتراف امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ بھی کر رہا ہے۔ امریکی اخبار کا کہنا ہے کہ اس جنگ میں اسرائیل مغرب حتیٰ کہ امریکہ میں بھی اپنی حمایت کھو بیٹھا ہے۔

(تحریر: وجیہ احمد صدیقی)

اسرائیل اور فلسطین میں مقابلہ اور ہلاکتیں

آج اسرائیلی کیبنیٹ میں اب تک اسرائیلی فوج کے نقصانات کی رپورٹ پیش کی گئی جو کہ درج ذیل ہے۔

497 سپاہی مردار۔

113 آفیسرز مردار۔

879 سپاہیوں کو گہرے زخم پہنچے۔

362 آفیسر شدید زخمی۔

311 سپاہیوں نے اپنے آپ کو گولی مار دی۔

غزہ حملہ پر بین الاقوامی برادری کا ردعمل

غزہ پر حملے کے اگلے ہی دن امریکی ترجمان نے اسرائیل کی مکمل حمایت اور حماس کی مذمت پر مشتمل بیان جاری کیا۔ اقوام متحدہ نے دونوں اطراف کو معاملات مذاکرات کے ذریعے حل کرنے اور جنگ بندی کا مشورہ دیا۔ گویا کہ اسرائیل کی وحشیانہ بمباری اور حماس کی جانب سے چلائے گئے دفاعی میزائل برابر ہیں۔ امریکی ردعمل کے آتے ہی مسلم دنیا پر چپ سادھ گئی اور گاجر مولی کی طرح کٹتے نہتے فلسطینیوں پر جاری وحشیانہ بمباری گویا انہیں نظر ہی نہ آ رہی ہو۔

عرب ممالک پہلے تو خاموش تھے، لیکن جب سوشل میڈیا پر اسرائیلی بموں سے معصوم فلسطینی بچوں کے جسموں کے پرخچے اڑتے ہوئے دکھائے گئے اور ہر طرف سے عرب حکمرانوں کو بے حسی کے طعنے دیئے جانے لگے تو کاغذی کاروائی کے لیے عرب وزرائے خارجہ کا اجلاس طلب کیا گیا، حملے کی مذمت کی گئی اور تصویری سیشن کر کے بات ختم کر دی گئی۔ مصر نے البتہ جنگ بندی کی ایک تجویز پیش کی جو دراصل اسرائیلی تجویز تھی، سب نے اس کی حمایت کا اعلان کیا۔ اسرائیل نے بھی اسے تسلیم کیا، لیکن معاملے کے اصل فریق حماس سے نہ تو کوئی رابطہ کیا گیا نہ مشاورت، بلکہ حماس کے ترجمان کے مطابق انہیں صرف میڈیا کے ذریعے اس معاہدے کی خبریں ملیں۔ اب جس جنگ بندی کے معاہدے کا حماس کو کچھ معلوم ہی نہ تھا اسے قبول کرنے سے انکار پر مطعون کیا جا رہا ہے۔

اس ضمن میں ماسوائے ترکی کے کسی مسلمان ملک سے سرکاری

طور پر کوئی احتجاج یا مذمتی بیان سامنے نہیں آیا۔ ترکی نے نہ صرف سخت احتجاج کیا، بلکہ حملے بند نہ کرنے کی صورت میں سفارتی تعلقات ختم کرنے کی دھمکی بھی دی۔ ترک وزیراعظم نے اس پورے معاملے میں مصر کے منافقانہ رویے کی سخت مذمت کرتے ہوئے فوجی حکمران جنرل سیسی کو ظالم اور آمر قرار دیا۔

جنگ بندی کی مصری تجویز اور حماس کا انکار

عرب وزرائے خارجہ کے اجلاس منعقدہ 14 جولائی قاہرہ میں مصر نے جنگ بندی کی تجویز میں کہا کہ حماس اور اسرائیل کو فوری طور پر جنگ بندی کرنی چاہئے۔ تجویز میں حماس سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ کسی قسم کے راکٹ اسرائیل کی طرف فائر نہ کرے۔ مصر نے غزہ اور اسرائیل کے مابین سرحد پر موجود تمام گزرگاہوں کو کھولنے کی تجویز دی، تاہم تجویز میں اپنی سرحد کو کھولنے کی کوئی پیشکش نہیں کی۔ حماس اور دیگر جہادی تنظیموں نے اس تجویز کو مسترد کر دیا۔ القسام بریگیڈ نے اسے اسرائیلی بالادستی تسلیم کرنے کے مترادف قرار دیا۔ حماس نے موقف اختیار کیا کہ ہماری شرائط تسلیم کیے بغیر جنگ بندی قبول نہیں ہے۔ اس تجویز میں ہمارے مطالبات کا ذکر ہے نہ ہمیں مشاورت کے بارے میں مطلع کیا گیا ہے۔ عرب وزرائے خارجہ کے اجلاس کے بعد جاری کردہ اعلامیے کی عبارت ایسے مرتب کی گئی جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ فریقین موجودہ صورت حال کے برابر کے ذمہ دار ہیں۔

حماس کے رہنما اسماعیل ہانیہ نے کہا کہ ہم جنگ بندی چاہتے ہیں۔ ہم 2012ء کے معاہدے کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسرائیل کی وحشیانہ بمباری بند ہو اور ہماری عوام سکھ کا سانس لیں، لیکن ہمارا اصل مسئلہ 7 سال سے جاری محاصرہ ہے، جس سے ہماری قوم فاقوں کا شکار ہے اور ایک بڑی جیل میں قیدیوں کی سی زندگی گزار رہی ہے، جب کہ مصری تجویز میں اس کو یکسر نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ 2012ء کے امن معاہدے میں اسرائیل کو پابند کیا گیا تھا کہ وہ حماس کے قائدین اور دیگر مجاہدین کو ٹارگٹ نہیں کرے گا، جب کہ موجودہ تجویز میں اسرائیل کو اس کا پابند نہیں کیا گیا ہے۔ گویا اسے کھلی چھٹی دے دی گئی ہے کہ وہ جب چاہے اور جسے چاہے ٹارگٹ کرے۔ اس تجویز میں اسرائیل کو پابند کیا گیا ہے کہ ضرورت کی اشیاء لانے لے جانے کے لیے گزرگاہوں کو کھول دے، تاہم اسے امن و امان کی صورت حال سے مشروط کیا گیا ہے۔ گویا اسرائیل جب چاہے ان گزرگاہوں کو بند کر دے۔

معاہدے میں فوری جنگ بندی کے علاوہ یہ بھی اعلان کیا گیا ہے کہ ''گزشتہ 8 برس سے جاری غزہ کا محاصرہ ختم کر دیا جائے گا۔ نہ صرف مصر اور غزہ کے مابین رفح گیٹ وے، بلکہ اسرائیل سے ملحقہ تمام گزرگاہیں بھی امداد اور تعمیر نو کے سامان کے لیے کھول دی جائیں گی''۔ واضح رہے کہ اسرائیل نے تعمیراتی سامان انتہائی ممنوعہ سامان قرار دے رکھا تھا، کیونکہ اس سے زیرزمین سرنگیں تیار کی جاسکتی ہیں۔ معاہدے میں یہ بھی اعلان کیا گیا ہے کہ ''غزہ کی سرحدوں پر واقع 300 میٹر کے انتہائی سیکورٹی زون کی چوڑائی کم کر کے 100 میٹر کر دی جائے گی، تاکہ فلسطینی محنت کش زیادہ آسانی سے اپنے کام کاج پر جاسکیں گے''۔

اسرائیلی تجزیہ نگار اپنی حکومت سے سوال کر رہے ہیں کہ حماس نے تو جنگ بندی کے بدلے اپنے تقریباً تمام مطالبات منوا لیے، لیکن ہم نے کیا حاصل کیا؟ یہی وجہ ہے کہ 26 اگست کو ہونے والے جنگ بندی معاہدے پر دستخط کے بعد غزہ میں ہر طرف ''جشن فتح'' منایا جارہا تھا، مساجد سے تکبیرات عید بلند ہو رہی تھیں، نوافل ادا کئے جارہے تھے، جب کہ تمام تر اسلحہ، ہتھیار رکھنے کے باوجود فلسطین پر قابض صہیونی کیفیت مرگ میں حماس کا اعلان فتح سن رہے تھے۔ غزہ کے پڑوس میں رہنے والے صہیونی، غزہ سے جاری ہونے والا یہ بیان پڑھ رہے تھے کہ ''ہم نے جنگ بندی کے معاہدے پر دستخط کر دیے ہیں۔ اب ہم غزہ کے گرد ونواح کی صہیونی آبادیاں خالی کر دینے والوں کو واپس آنے کی اجازت دیتے ہیں۔ گویا حصار میں غزہ نہیں، صہیونی بستیاں ہیں، جن کی قسمت کا فیصلہ مظلوم فلسطینیوں کے ہاتھ میں ہے''۔

جہاں تک غزہ کی پٹی میں طے پانے والی جنگ بندی کی شرائط کا تعلق ہے تو فریقین نے کسی حد تک ''کچھ لو اور کچھ دو'' کی پالیسی کے تحت جنگ بندی کی ہے۔ اسرائیل نے فلسطینی مزاحمت کاروں سے مطالبہ کیا کہ وہ یہودی کالونیوں پر راکٹ حملے بند کر دیں۔ گوکہ اسرائیل کی جانب سے کئی دوسری شرائط بھی عائد کی گئی تھیں۔ مثلاً یہ کہ فلسطینی اسرائیل کے خلاف مسلح تحریک ختم کر دیں، غزہ کی پٹی کو اسلحہ

سے پاک علاقہ بنایا جائے اور تمام مسلح فلسطینی گروپ اسرائیل کے سامنے ہتھیار ڈال دیں۔ آغاز کار میں مصر نے بھی ان تجاویز کی حمایت کی تھی، لیکن فلسطینیوں نے جرأت اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسرائیل کے اصرار کے باوجود یہ تمام شرائط مسترد کر دیں۔ وہ غزہ کو اسلحہ سے پاک علاقہ نہیں بنائیں گے۔ غزہ کی پٹی میں موجود عسکری تنظیمیں غیر مسلح نہیں ہوں گی۔ حماس اسرائیل کو تسلیم نہیں کرے گی اور فلسطینی آزادی کے لیے مسلح جدوجہد کا حق برقرار رکھیں گے۔ البتہ انہوں نے اسرائیل پر راکٹ حملے روکنے کی شرط مان لی ہے۔ یہ کوئی ایسی بری شرط نہیں۔ کیونکہ جنگ بندی کے لیے دونوں طرف سے حملے کا روکنا بنیادی ضرورت ہے، اگر ایک فریق بھی حملے جاری رکھتا ہے تو یہ جنگ بندی ٹوٹ جائے گی اور دوسرے فریق کو اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھانا ہوں گے۔

مذاکرات کی میز پر اسرائیل کو سب سے بڑی شکست یہ ہوئی کہ اسے غزہ کی پٹی کی 8 سال سے جاری ناکہ بندی ختم کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔ یہ ایک ایسی شرط تھی جس پر اسرائیل راضی نہیں تھا۔ اسرائیل کا موقف تھا کہ پہلے فلسطین میں حماس پر مشتمل قومی حکومت ختم کی جائے اور غزہ کی پٹی کو مکمل طور پر فلسطینی اتھارٹی کے حوالے کیا جائے، اسرائیل کا یہ مطالبہ نہیں مانا گیا، اس کے علی الرغم صہیونی ریاست کو غزہ کی پٹی کی ناکہ بندی ختم کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اسرائیل میں دائیں بازو کے انتہا پسند حلقوں اور وزیر اعظم نیتن یاہو نے فلسطینیوں کی اہم شرائط مان لی ہیں اور اپنی شرائط نہیں منوا سکا ہے۔ فلسطینیوں کی جانب سے دوسرا مطالبہ غزہ کی پٹی میں بین الاقوامی نوعیت کے ہوائی اڈے اور ایک بندرگاہ کے قیام کا اٹھایا گیا۔ اسرائیل نے اس مطالبے کو فوری طور پر تسلیم نہیں کیا ہے، تاہم امکان ہے کہ بات چیت کے ایک ماہ کے دوران یہ مطالبہ بھی مان لیا جائے گا۔ اسرائیل نے غزہ کے ماہی گیروں کو 6 کلومیٹر سمندر میں مچھلیوں کے شکار کی اجازت بھی دے دی ہے۔ سابقہ جنگ بندی معاہدوں میں بھی اسرائیل 6 کلومیٹر سمندری علاقہ غزہ کو دے چکا ہے۔ لیکن عملاً اس پر عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ فلسطینی ماہی گیروں کو 2 کلومیٹر سے زیادہ سمندر میں اندر جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ تاہم اس بار مصر نے فلسطینیوں کو ضمانت دی ہے کہ اسرائیل غزہ کے ساحل سے 6 کلومیٹر پیچھے ہٹ جائے گا۔

ایک وقت آئے گا کہ غزہ کے نہتے اور معصوم عوام پر اسرائیل کے ظلم و سفاکیت کی یہ نئی مثال بھی ختم ہو جائے گی، لیکن تاریخ بین الاقوامی برادری کی جانب داری، او آئی سی اور عالم عرب کی بزدلانہ خاموشی کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔ مصر کا منافقانہ رویہ اور اسرائیل دوستی بھی کھل کر سامنے آ گئی ہے اور ترک وزیر اعظم نے بجا طور پر اسے اسرائیل کے ساتھ اس وحشیانہ اور ظالمانہ کارروائی میں برابر کا شریک قرار دیا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ اگر پوری امت یک جا ہو کر اسرائیل کی طرف پھونک بھی مارے تو وہاں ایک پتا بھی نہیں رہے گا، لیکن افسوس کہ مسلم حکمران بزدلی اور بے حسی کی تمام حدیں عبور کر چکے ہیں۔ ان سے خیر کی امید تو نہیں، لیکن پھر بھی ہماری تجویز ہے کہ فوری طور پر تمام مسلم ممالک کا ہنگامی سربراہی اجلاس لایا جائے اور غزہ پر جارحیت رکوانے کے لیے واضح عملی اقدامات کا اعلان کیا جائے۔ اقوام متحدہ سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ عالمی قوانین کی پاسداری کرتے ہوئے ایسے سخت اقدامات کرے جن سے محصور اہل غزہ کے اجتماعی قتل کو روکا جا سکے۔

مصر کو پابند کیا جائے کہ اہل غزہ کا بیرونی دنیا سے رابطے کا واحد راستہ رفح گیٹ وے کو فوری اور مستقل طور پر کھول دے، تاکہ زخمیوں اور بیماروں کو مناسب علاج معالجے کے لیے مصر اور دیگر ممالک لے جایا جا سکے۔ مسلمان ممالک بالخصوص عرب ممالک اسرائیل کے سرپرست اور اس جارحیت کی حمایت کرنے والے ممالک کے ساتھ تمام تجارتی معاہدوں خصوصاً تیل کے معاہدوں پر نظر ثانی کریں۔ اور مشترک دشمن کے مقابلے میں فلسطینی دھڑوں میں انتشار پیدا کرنے کے بجائے انہیں متحد کرنے کی سنجیدہ کوششیں کریں۔

(تحریر: سمیع الحق شیرپائو، حوالہ عالمی ترجمان القرآن 89 تا 91)

باب نمبر: 39

فلسطین اور غزہ کا واحد حل

یہ بات یادرکھنے کی ہے کہ غزہ کی پٹی، مغربی کنارہ اور غرب اردن ان تین اہم علاقوں کے علاوہ اس وقت اسرائیل میں یہودی 85 فیصد، عیسائی 3 فیصد اور مسلمان 12 فیصد ہیں۔ چونکہ ان مخصوص علاقوں میں

امریکہ کے کندھے پر سوار اسرائیل بے قصور لوگوں پر ظلم کرتے ہوئے

یہودی 85 فیصد ہیں، اسی وجہ سے اسرائیل اور اس کی سرپرست عالمی طاقتوں کا کہنا ہے کہ اسرائیل میں زیادہ یہودی ہیں۔ لہٰذا اسرائیل کو یہودیوں کے لیے تسلیم کیا جائے۔ غزہ کی پٹی، مغربی کنارہ اور غرب اردن میں چونکہ سب مسلمان ہیں، لہٰذا ان علاقوں پر مشتمل ''آزاد فلسطینی ریاست'' بنادی جائے۔

لیکن یہ بات ہر لحاظ سے غلط ہے کہ اسرائیل میں 12 فیصد مسلمان ہیں، کیونکہ 12 فیصد تو صرف فی الوقت موجود ہیں، لیکن اگر یہودی ریاست کی داغ بیل ڈالنے سے لے کر آج تک یہاں سے اسرائیل کے ظلم وستم اور تشدد کا نشانہ بن کر پڑوسی ممالک شام، اردن، لبنان، مصر اور سعودی عرب میں ہجرت کرنے والوں کو واپس بلایا جائے تو پھر مسلمانوں کی تعداد 80 فیصد سے بھی زیادہ ہوجائے گی۔ مجموعی طور پر پورے علاقوں میں مسلمان سب سے زیادہ ہوں گے اور یہودی وعیسائی اقلیت میں ہوں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ موجودہ اسرائیل میں یہودیوں کی تعداد اس لحاظ سے بڑھ گئی ہے کہ یہاں پوری دنیا سے یہودیوں کو لالا کر آباد کرایا گیا ہے۔

آزاد فلسطینی ریاست کا پرامن قیام اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب دنیا کی بڑی طاقتیں اسرائیل کی بے لگام پالیسی کو نکیل ڈالیں۔ امریکا پر سب سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے، کیونکہ اب تک اسرائیل کے خلاف جتنی قراردادیں پاس ہوئی ہیں ان سب کو امریکا نے ویٹو کر کے حق پسندی کا ثبوت نہیں دیا۔ فلسطین کے حل کی بہترین صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اقوام متحدہ، او آئی سی اور دیگر غیر جانبدار عالمی اداروں کی نگرانی میں فلسطینی مہاجرین کو واپس وطن بلایا جائے۔

خیر! تو بات ہو رہی تھی القدس فلسطینیوں کو دیا جائے۔ اس کی کئی وجوہات میں سے ایک وجہ زمینی بھی ہے۔ وہ یہ کہ القدس غرب اردن ہی کے علاقے ہیں اور اسرائیل نے جارحیت کر کے اس پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ فلسطینیوں کو اسی طرح مکمل خودمختاری دی جائے جس طرح دوسرے ممالک کو آزادی دی گئی ہے۔ فلسطین کا دارالحکومت القدس ہو اور اسرائیل کا تل ابیب۔ جولان کی پہاڑیوں سے اسرائیل اپنا قبضہ بالکل ختم کردے اور یہاں اقوام متحدہ کی امن فورسز تعینات ہو۔

مسئلہ فلسطین حل کیے بغیر امن ممکن نہیں

فلسطین میں قیام امن کے لیے لازمی ہے کہ پہلے تمام متنازع امور طے کیے جائیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ پڑوسی ممالک میں لاکھوں فلسطینی مہاجرین کو باعزت واپسی کا حق دیا جائے جو ان کا رہائشی حق ہے۔

ستم ظریفی تو یہ ہے کہ اسرائیل کے سابق وزیر اعظم ''بن گوریان'' نے ایک دفعہ یہاں تک کہا تھا کہ فلسطینی عربوں کو یہاں رہنے کا حق ہی نہیں ہے، لیکن دوسری طرف یہودیوں کو یہ باور کروایا جاتا ہے کہ فلسطین میں آباد ہونا یہودیوں کا بنیادی حق ہے۔ کیا ''انصاف'' ہے کہ جن فلسطینیوں کے پاس اپنے گھروں اور دکانوں کی ملکیت کے قانونی ڈاکومنٹ اور کاغذات موجود ہیں وہ تو حق دار نہیں، لیکن جن کے پاس کچھ بھی نہیں اور جن کو دنیا کے چپے چپے سے اکٹھا کر کے لایا گیا ہے وہ اس کے حق دار ہیں؟ بلکہ ہم یہاں تک کہتے ہیں کہ مہاجر فلسطینیوں کی وطن واپسی پر ان کے نقصانات کا ازالہ بھی کیا جائے۔ اسی طرح مغربی کنارے پر جو 600 کلومیٹر طویل حفاظتی دیوار تعمیر کی جارہی ہے، اسے فی الفور ختم کیا جائے، کیونکہ اس کا واضح مطلب فلسطینیوں سے جینے کا حق چھیننا ہی ہے۔ اس باڑ کی تعمیر پر فی کلومیٹر **2.8** ملین ڈالر کی لاگت آرہی ہے۔ حاصل یہ کہ جب تک ان بے دخل لاکھوں فلسطینیوں کو واپس نہ لایا جائے گا اس وقت تک امن کانفرنسیں محض ڈرامے کی حیثیت ہی رکھتی رہیں گی۔

اسرائیلی جیلوں میں قید فلسطینیوں کی رہائی کب اور کیسے ہوگی؟ آزاد فلسطین کی حدود اور بیت المقدس کی حیثیت کیا ہوگی؟ اسرائیل کی 1967ء کی حدود تک واپسی اور فلسطینیوں کی جان، مال اور عزت کا تحفظ کی گارنٹی کون دے گا......؟ اگر فرض کر لیا جائے کہ دو ریاستوں کا ہونا ضروری ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کس طرح اسرائیل کو اپنی حدود کا پابند کر دیا جائے گا اور 1947ء کے بعد اس نے جارحیت کا راستہ اپنا کر عربوں سے جتنی زمین ہتھیالی ہے وہ دوبارہ ان ذرائع کو استعمال نہیں کرے گا۔ جب تک یہ سب باتیں پہلے متعین نہیں کر لی جاتیں اس وقت تک کسی نتیجے تک پہنچنا ممکن نہیں۔ البتہ دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے یہ ''علامتی امن معاہدے'' ہوتے رہیں گے اور مظلوم فلسطینی عوام اسی طرح خاک وخون میں نہاتے رہیں گے۔ دنیا بھر کے ماہرین، تھنک ٹینکس اور دانشور بار بار سر جوڑ کر بیٹھتے رہیں گے، لیکن ہر بار یہ کاغذی کارروائی پھر ٹوٹتی رہے گی۔ حقیقت یہی ہے کہ جب تک فلسطین کا دیرینہ مسئلہ حل نہیں ہوجاتا تب تک مشرق وسطی کے حالات یونہی رہیں گے۔

مسلم ممالک کے اتحاد کے شیرازے کو بکھیرنے والے امریکہ اور یورپ

شاہ فیصل اور ذوالفقار علی بھٹو وہ دو مسلمان حکمران تھے جنہوں نے مسلم دنیا کے اتحاد کی ضرورت محسوس کی۔ یہ بنیادی طور پر شاہ فیصل کا منصوبہ تھا، ان کا خیال تھا کہ یورپی بلاک کی طرح مسلم دنیا کا بھی ایک بلاک بنایا جائے، پوری مسلم دنیا اس بلاک کا حصہ ہو، ایک سیکریٹریٹ ہو جو پوری مسلم دنیا کے وسائل کا جائزہ لے، یہ سیکریٹریٹ دیکھے کہ کس مسلم ملک کے پاس کون سی چیز وافر مقدار میں ہے اور کون سا مسلم ملک وہ چیز درآمد کرتا ہے۔

یہ فہرست بننے کے بعد تمام مسلم ممالک کو پابند کر دیا جائے کہ وہ اپنی مصنوعات اور قدرتی وسائل صرف ایک دوسرے کے ہاتھوں ہی فروخت کریں۔ مثلاً کسی ملک کے پاس لوہا ہے، وہ ہر سال یہ لوہا یورپ اور مشرق بعید کے کسی ملک سے خریدتا ہے تو لوہا بیچنے والے ملک کو چاہیے کہ یورپ کے بجائے سب سے پہلے اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے۔

شاہ فیصل کا خیال تھا کہ باہمی تجارت کے بعد مسلم ممالک اپنی ذہانت اور ہنر بھی ایک دوسرے کے ساتھ بانٹیں، جس ملک کے پاس ہنرمند ہیں وہ یہ ہنرمند اپنے برادر اسلامی ممالک کو فراہم کرے۔ جس کے پاس دانشور، پروفیسر، سائنسدان، ڈاکٹر اور انجینئر ہیں وہ یہ سرمایہ دوسرے اسلامی ممالک کے حوالے کر دے، تا کہ دوسرے اسلامی ممالک میں بھی دانش اور علم کی روشنی پھیلنا شروع ہو جائے۔

شاہ فیصل کا منصوبہ تھا کہ اس کے بعد تمام اسلامی ممالک مل کر ایک مشترکہ فوج تشکیل دیں، اس فوج کو جدید عسکری ہتھیاروں سے لیس کر دیا جائے۔ یہ فوج پورے عالمِ اسلام کی حفاظت کرے، اگر کوئی غیر قوم کسی اسلامی ملک پر حملہ کرے تو تمام اسلامی ممالک حملہ آور کے خلاف ڈٹ جائیں۔

بھٹو دوسرا لیڈر تھا جس نے اس آئیڈیا پر کام شروع کیا، اس نے عربوں کو باور کرایا کہ تم لوگوں کے پاس تیل کی دولت ہے جب کہ پاکستانی ذہین اور ہنرمند ہیں۔ تم ہماری مدد کرو، ہم تمہاری مدد کریں گے۔ کچھ کچھ عرب شیوخ بھٹو کی بات سمجھ گئے، لہٰذا انہوں نے خلیجی ریاستوں میں پاکستانی ہنرمندوں کو نوکریاں دینا شروع کر دیں۔ بھٹو نے جب ایٹمی پروگرام شروع کیا تو اس نے جان بوجھ کر اس بم کو ''اسلامی بم'' کا نام دلوایا۔

بھٹو کا خیال تھا اسلامی بم کے نام کی وجہ سے اسلامی دنیا بالخصوص عرب ممالک پاکستان کی معاشی مدد کریں گے، جس کے نتیجے میں پاکستان جلد ہی نیوکلیئر پاور بن جائے گا۔ بھٹو کی یہ کوشش بھی بڑی حد تک کامیاب رہی، عربوں نے کسی نہ کسی حد تک پاکستان کی مدد بھی کی۔

جواب میں بھٹو نے عربوں کو یقین دلایا کہ اگر ایک بار پاکستان ایٹمی قوت بن گیا تو یہ ٹیکنالوجی پوری اسلامی دنیا میں پھیلا دی جائے گی، نیوکلیئر ٹیکنالوجی کی ایک یونیورسٹی بنائی جائے گی جس میں اسلامی ممالک کے نوجوان سائنس دانوں کو جوہری توانائی کی تربیت دی جائے گی۔

بھٹو کا خیال تھا کہ یہ یونیورسٹی بصرہ میں قائم کی جائے، بصرہ میں یونیورسٹی قائم کرنے کی کیا وجہ تھی......؟ اس کے بارے میں بھٹو نے کسی کو کچھ نہ بتایا۔ بہرحال امریکہ اور اس کے اتحادی یورپ کو جلد ہی شاہ فیصل اور بھٹو کی ''سازش'' کا علم ہو گیا، لہٰذا پہلے شاہ فیصل اور اس کے بعد بھٹو اپنے افسوسناک انجام کو جا پہنچے۔

اس تہذیبی فرق کے پیچھے امریکا اور یورپ تھا، اس نے جان بوجھ کر ایسے اقدام کیے جن کے باعث مسلم دنیا میں اتحاد قائم نہ ہو سکا۔

امریکہ کی اسرائیل کو اسلحہ کی فراہمی آرٹسٹ کی نظر میں

1 امریکا کے ایجنٹوں نے ان ممالک کی کرنسی کی قدر کم کر دی جس سے ان ممالک میں بے روزگاری بڑھی، بعد ازاں ان ممالک کے ہنرمندوں کو خلیج کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ خلیجی ممالک میں اپنے ایجنٹوں کے ذریعے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ فلاں اسلامی ملک کے مزدور اور مستری مہنگے بھی ہیں اور سست بھی، جبکہ فلاں غیر اسلامی ملک کے لوگ یہی کام آدھی تنخواہ میں کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس پروپیگنڈے کے نتیجے میں عرب ممالک نے اپنے مسلمان ہنرمندوں کو نوکریوں سے نکال نکال کر ان کی جگہ عیسائی، بودھ اور ہندو بھرتی کرنا شروع کر دیئے۔ مسلمان ہنرمند واپس آئے تو دونوں اسلامی ریاستوں میں آویزش شروع ہوگئی، جس کے نتیجے میں اسلامی ممالک کے درمیان سفارتی تعلقات خراب ہونے لگے۔ یوں اتحاد قصۂ ماضی بنتا چلا گیا۔

2 امریکا نے ایک سازش کے تحت اسلامی دنیا کو انتہائی کم قیمت میں تیار مصنوعات دینا شروع کر دیں۔ عربوں نے دیکھا کہ اگر وہ ایک چیز اپنے ملک میں تیار کرتے ہیں تو وہ انہیں مہنگی پڑتی ہے، جبکہ امریکا اور یورپ اس سے بڑھیا معیار کی چیز اس سے کہیں کم قیمت میں انہیں گھر پہنچا دیتے ہیں، لہٰذا عربوں نے فیکٹریاں لگانے کے بجائے یورپ اور امریکا سے تیار مصنوعات خریدنا شروع کر دیں۔ اس کے مقابلے میں اسلامی ممالک کمزور ٹیکنالوجی، وسائل کی کمی اور مارکیٹ ناپید ہونے کے باعث اس معیار، مقدار اور نرخوں میں وہ اشیاء بنانے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے تھے، چنانچہ یوں تجارت اسلامی ممالک سے نکل کر یورپ اور امریکا کے ہاتھ چلی گئی۔

(امریکہ کا عراق، لیبیا، شام اور مصر پر حملہ کے بعد اب کس کی باری ہے؟)

3 یورپ اور امریکا نے اسلامی ممالک کے سرمایہ داروں کے لیے اپنے ممالک میں سرمایہ کاری آسان کردی، انہیں ٹیکسوں میں چھوٹ دی گئی، ان کے لیے نظام آسان بنادیا، انہیں زیادہ سود اور قرضے فراہم کیے گئے، جس کے نتیجے میں اسلامی ممالک کا سرمایہ دار مغرب کی جانب متوجہ ہوگیا، چنانچہ اسلامی ممالک میں سرمایہ کاری کا خواب بھی بکھر گیا۔ رہی مشترکہ فوج تو امریکا اور اس کے اتحادیوں نے باقاعدہ سازش کے تحت اسلامی ممالک کو ایک دوسرے کے ساتھ لڑانا شروع کردیا، یوں یہ منصوبہ بھی دھرے کا دھرارہ گیا۔

11 ستمبر 2001ء میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر کا واقعہ پیش آیا۔ امریکا اتحادیوں کے ساتھ افغانستان پر چڑھ دوڑا، اس نے افغانستان کے نہتے شہریوں پر بم برسا برسا کر تباہی مچادی۔ اس دوران اسلامی ممالک کے چیدہ چیدہ لیڈروں کو پہلی بار اپنی کوتاہ فہمی کا اندازہ ہوا، انہیں محسوس ہوا کہ وہ دنیا سے کتنے پیچھے اور یورپ اور امریکا کے مقابلے میں کتنے کمزور اور پسماندہ ہیں۔

اس وقت انہیں محسوس ہوا اگر وہ آج تجارتی، علمی، تکنیکی اور عسکری لحاظ سے مضبوط ہوتے تو یوں بے آبرو نہ ہوتے، وہ اپنے افغان بھائیوں کی مدد کے قابل ہوتے، لیکن دنیا میں کمزوری سے بڑی بے بسی اور ضعف سے بڑی لاچاری کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اسلامی دنیا ڈیزی کٹر اور کلسٹر بموں کے سامنے بے بس ہوگئی۔ 50، 60 ہزار معصوم افغان اپنی بے گناہی کی سزا پاگئے۔

2002ء کے آخر میں امریکا نے عراق پر حملے کا قصد کیا تو اسلامی دنیا نے بھی کسی نہ کسی حد تک احتجاج کیا، لیکن کمزور معیشت اور اخلاقی گراوٹ نے انہیں زیادہ اونچی آواز میں بولنے نہ دیا، لہٰذا یوں مارچ 2003ء آ گیا۔

امریکا کی دی گئی ڈیڈ لائن ختم ہوئی اور امریکا نے 9 اطراف سے عراق پر حملہ شروع کردیا۔ اس وقت تک عراق پر نسلِ انسانی کا انتہائی خوفناک اسلحہ آزمایا جاچکا ہے۔ بغداد، بصرہ، موصل اور نجف پر اتنا بارود پھینکا جاچکا ہے جتنا دنیا میں کبھی نہیں پھینکا گیا۔

ماہرین کا کہنا ہے اگر اس تمام بارود کے ڈائنامائٹ بنائے جاتے تو وہ پورے ہمالیہ کو میدان بنانے کے لیے کافی تھے۔ عراق پر حملے کے ساتھ ہی یہ بات طے ہوگئی کہ اب مسلم دنیا کے پاس دو ہی راستے ہیں، 61 اسلامی ممالک ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر متحد ہوجائیں یا پھر ایک دائمی غلامی اور نسلوں تک محیط بے عزتی برداشت کریں۔ اس جنگ کے ساتھ ہی عالم اسلام ''ڈو آر ڈائی'' کی اسٹیج پر آ گیا، اب ''ہم ہیں یا پھر ہم نہیں ہیں''۔
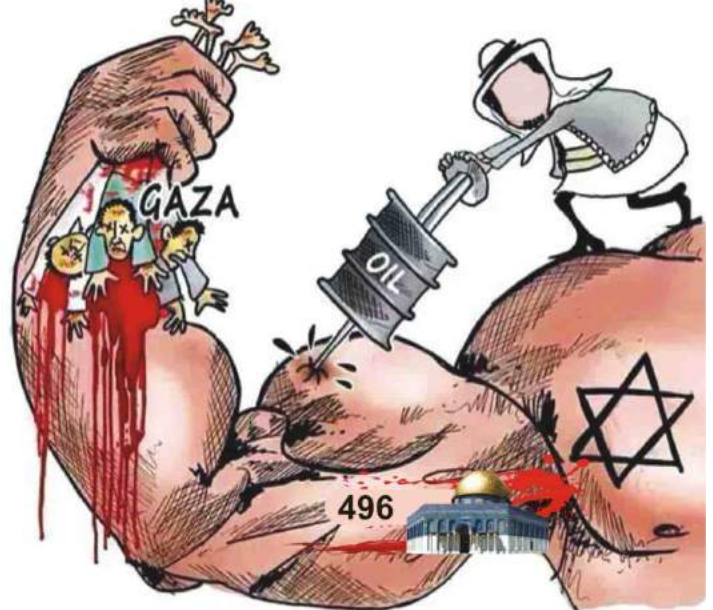
مسلم دنیا کو خوابِ غفلت سے نکلنا پڑے گا

دنیا میں اس وقت 61 اسلامی ممالک ہیں: آذربائیجان، آیوری کوسٹ، اردن، ازبکستان، افغانستان، البانیہ، الجزائر، انڈونیشیا، ایتھوپیا، ایران، بحرین، برکینا فاسو، برونائی، بنگلہ دیش، بوسنیا، بنین، پاکستان، تاجکستان، ترکمانستان، ترکی، تنزانیہ، تیونس، ٹوگو، جبوتی، چاڈ، سری نام، سعودیہ، سوڈان، سری الیون، سینیگال، شام، صومالیہ، عراق، عمان، فلسطین، قازقستان، قطر، ترکمانستان، کمورو، کویت، کیمرون، گنی، گنی بساؤ، گیانا، گیبون، گیمبیا، لبنان، لیبیا، ماریطانیہ، مالدیپ، امالی، امارات، مراکش، مصر، ملائیشیا، موزمبیق، نائیجیریا، وسطی افریقہ، یمن اور یوگنڈا ہیں۔

یہ 61 ممالک اگر مشترکہ فوج بنالیں، اپنے دفاعی بجٹ کا صرف ایک چوتھائی حصہ مشترکہ فوج کو دے دیں، اپنی ایک تہائی فوج الگ کر دیں تو یہ دنیا کی سب سے بڑی اور مضبوط فوج ہوگی، ایک ایسی فوج جس کے پاس جذبہ بھی ہوگا، ٹیکنیک بھی اور قوت بھی۔ اس کے ساتھ ساتھ عالم اسلام عسکری سامان کی ایجاد کے لیے ایک یونیورسٹی اور تجربہ گاہ بھی بنائے۔

اس تجربہ گاہ اور یونیورسٹی میں تمام اسلامی ممالک کے بہترین طالب علموں کو داخلہ دیا جائے، انہیں پڑھایا جائے، جب وہ فارغ ہو جائیں تو انہیں جدید ترین اسلحے کی تیاری پر لگا دیا جائے۔ اگر اس وقت امریکا اور یورپ کی تمام بڑی لیبارٹریوں میں مسلم سائنسدان کام کر سکتے ہیں، ناسا جیسا ادارہ مسلمان چلا سکتے ہیں تو یہ مسلمان اپنی لیبارٹریوں کا بندوبست کیوں نہیں کر سکتے؟

شاید میرے بے شمار قارئین کے لیے یہ اطلاع بالکل نئی ہو کہ ''ڈیزی کٹر'' جیسا انتہائی مہلک اور خوفناک بم بھی ایک مسلمان سائنس دان ہی کی ایجاد ہے۔ اگر یہ مسلمان سائنسدان امریکا میں امریکی فوج کے لیے ڈیزی کٹر بنا سکتا ہے تو کیا وہ اور اس جیسے دوسرے مسلمان سائنسدان عالم اسلام کے لیے ایسے بم ایجاد نہیں کر سکتے؟ وہ بموں کی ماں جیسے بم کے مقابلے میں بموں کا باپ بم نہیں بنا سکتے؟ یقیناً بنا سکتے ہیں، لیکن بس اس کے لیے پیسہ اور حوصلہ افزائی درکار ہے۔

اب تک 9 مسلم دنیا کے پاس ''اسلامی بم'' تک موجود ہے۔ یہ نیوکلیئر ٹیکنالوجی کی مالک ہیں۔ کیا پاکستان پورے عالم اسلام کے سائنس دانوں کو نیوکلیئر بم بنانے کی ٹریننگ نہیں دے سکتا؟ اس کے پاس ڈاکٹر عبدالقدیر اور ڈاکٹر ثمر مبارک مند جیسے پارس ہیں جو جس کو چھو جائیں اسی کو نیوکلیئر سائنسدان بنا دیں۔

مسلم دنیا ان لوگوں کی خدمات حاصل کرے، یونیورسٹیاں بنائے، اب مسلم دنیا کی بقاء اسی میں مضمر ہے۔ اگر اب بھی عالم اسلام خوابِ خرگوش سے نہ جاگا، اس نے اب بھی ہوش کے ناخن نہ لیے تو کچھوے یونہی اونٹ بنتے رہیں گے اور دنیا اسے یونہی روند، روند کر آگے بڑھتی رہے گی۔

ملاّ محمد عمر مجاہد اور صدام حسین نے ثابت کر دیا کہ ایمانی غیرت کی طاقت دنیا کی تمام طاقتوں سے بلند تر ہے۔ باقی رہ جاتا ہے اسباب، یہ اسباب اب اسلامی دنیا کے سرمایہ داروں، پروفیسروں، سائنسدانوں اور عالموں نے پیدا کرنے ہیں۔ مجھے آج تک سمجھ نہیں آئی کہ وہ سائنسدان جنہوں نے دنیا میں طبیعیات، ہیئت، کیمسٹری اور طب کی بنیاد رکھی تھی، جو دنیا میں علوم و فنون کے بانی تھے، جنہوں نے دنیا میں آنکھ کا پہلا آپریشن کیا تھا، دوربین بنائی تھی، جو رصد گاہوں سے ستاروں کی چالیں دیکھتے تھے، جنہوں نے موسمیات کو باقاعدہ سائنس کی شکل دی تھی، وہ مسلم سائنسدان، بیسویں صدی، اکیسویں صدی میں معذور کیسے ہو گئے؟

آئن اسٹائن نے کہا تھا: ''آئندہ دنیا میں صرف وہی قوم زندہ رہے گی جس کے پاس سائنسدانوں کی بڑی فوج ہوگی''۔

افسوس! ہم نے سائنس اور سائنسدانوں کو پیچھے چھوڑ دیا، ہم نے اپنے معاشرے ان لوگوں سے خالی کر دیئے، لہٰذا آج تورا بورا ہو یا قندھار، موصل ہو یا بصرہ، ہم ہر جگہ بری طرح مار کھا رہے ہیں۔

مادی لحاظ سے طالبان افغانستان میں ہار گئے تھے۔ دنیا جانتی ہے عراق بھی اسی انجام سے دوچار ہوا، لیکن صدام حسین اور ملاّ محمد عمر مجاہد نے دنیا پر ایک چیز واضح کر دی اور وہ چیز ہے ''اصول'' ان لوگوں نے کہہ دیا: اگر آپ بااصول ہیں، اگر آپ سچے ہیں تو پھر آپ کو ظلم کے خلاف کھڑا ہونا چاہیئے۔ ملا محمد عمر مجاہد اور صدام حسین نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

اب اسلامی دنیا کے کندھوں پر ایک قرض آ پڑا ہے، اب اسلامی دنیا نے فیصلہ کرنا ہے کہ اس نے یہ فرض نبھا کر عزت کے ساتھ زندہ رہنا ہے یا پھر اس سے غفلت برت کر ذلت کی موت مر جانا ہے۔

باب نمبر: 40

غزہ کی تعمیر نو...... مگر کیسے؟

2 مارچ 2009ء کو غزہ کی تعمیر نو کے لئے مصر کے سیاحتی مقام ''شرم الشیخ'' میں دوروزہ ڈونرز کانفرنس ہوئی۔ اس میں 70 سے زائد ملکوں، اداروں اور تنظیموں کے وفود اور نمائندوں نے شرکت کی۔ کانفرنس کے مندوبین نے مطالبہ کیا کہ غزہ سے ملنے والی تمام سرحدیں فوری طور پر کھول دی جائیں، تاکہ تعمیر نو کا کام شروع ہوسکے۔ کانفرنس کے اختتام پر ساڑھے 4 ارب ڈالر کی امداد کا اعلان کیا گیا۔ سب سے زیادہ 1.65 ارب ڈالر کی امداد کا اعلان خلیج کی عرب ریاستوں نے کیا۔ یورپی یونین نے 554 ملین ڈالر تعمیر نو کے لیے دیئے۔ سعودی عرب نے فنڈ کے لیے ایک ارب ڈالر دینے کا وعدہ کیا۔ امریکا پہلے ہی 900 ملین ڈالر کی امداد کا اعلان کر چکا ہے۔ امداد دینے والے ممالک اور تنظیموں نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ کانفرنس سے جمع ہونے والی رقم حماس یا محمود عباس کے بجائے فلسطینی اتھارٹی کو دی جائے جو منصفانہ و عادلانہ طریقے سے خود تقسیم کرے۔

قارئین! یہ خوش آئند بات ہے کہ غزہ کی تعمیر نو کے لیے ڈونرز ممالک کی طرف سے رقم کا اعلان کیا گیا ہے، لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ غزہ کا سارا انتظام حماس کے پاس ہے۔ حماس کو اس امداد سے دور رکھنے کا مطلب غزہ کے عوام کو محروم رکھ کر محمود عباس کی کرپٹ انتظامیہ کو نوازنے کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟ یہ عجیب بات ہے کہ غزہ کے لیے امداد الفتح کو دی جارہی ہے جو غزہ میں داخل ہی نہیں ہوسکتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک وعدے اور اعلان تو کردیتے ہیں، لیکن عملاً کچھ نہیں ہوتا، یا پھر ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں رقم چلی جاتی ہے جو اپنے ہی جہنم نما پیٹ بھرتے ہیں۔ اصل رقم کا عشر عشیر بھی مستحقین تک نہیں پہنچتا۔

ہمیں یاد ہے 2001ء میں جب امریکا نے اپنے 42 اتحادیوں کے ساتھ مل کر دنیا کے پسماندہ اور غریب ملک افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ 38 دن کی کارپیٹ بمباری کے بعد افغانستان راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ 6 لاکھ کے قریب مارے گئے۔ افغانستان کے 80 لاکھ افراد صرف دو وقت کی سوکھی روٹی کے لیے ترس گئے۔ بھوک و افلاس کی وجہ سے موت کے منہ تک پہنچ گئے۔ 50 لاکھ معصوم بچے، یتیم اور لاوارث ہوگئے۔ 10 ہزار شیر خوار بچے دودھ کو ترس گئے۔ 15 لاکھ افغانی ہجرت کر گئے۔ ملک کا چپہ چپہ بھکاریوں سے اٹ گیا۔ روزانہ اوسطاً 25 افراد بھوک سے مرنے لگے۔ افغان حاملہ عورتیں دو ٹکے کی گولی نہ ملنے کی وجہ سے زچگی کی حالت میں جان جانِ آفرین کے سپرد کرنے لگیں۔ 45 ہزار نوجوان کابل کی گلیوں میں بے یار و مددگار ہوکر کچرے کے ڈھیر سے روزی تلاش کرنے لگے۔ افغانستان میں بے چارگی اس قدر بڑھ گئی کہ موسم سرما کی ایک سرد رات میں سردی سے ٹھٹھر ٹھٹھر کر مرنے والوں کی تعداد 150 تک پہنچ گئی، تو عالمی انسانی حقوق کی تنظیمیں چیخیں۔ پھر کہیں جاکر ترقی یافتہ ممالک کا اجلاس ہوا۔ افغانستان کی تعمیر نو کے لیے ڈونرز ممالک نے ''دل کھول کر'' امداد کا اعلان کیا۔ میڈیا پر اس کی تشہیر کی گئی۔ کچھ رقم اپنے پسندیدہ لوگوں میں تقسیم کردی گئیں۔ چونکہ افغانستان پر ایسے لوگوں کو حکمران بنایا گیا جو کٹھ پتلی تھے، اس لیے جو رقم ملی وہ بھی بدعنوانی اور کرپشن کا شکار ہوگئی۔ آج 7 سال بعد بھی افغانوں کے حالات جوں کے توں ہیں۔

تازہ ترین رپورٹ کے مطابق افغانستان میں ہر طرف تشدد اور لاقانونیت کا دور دورہ ہے۔ انصاف سمیت ہر چیز پیسے سے میسر ہے۔ اگر کسی کو کسی مقدمہ کا سامنا ہو تو اسے جج کو کم از کم 25 ہزار ڈالر بطور رشوت ادا کرنا پڑتے ہیں۔ سرکاری دفاتر میں کوئی کام رشوت دیئے بغیر نہیں ہوتا۔ امریکا اور دیگر ممالک سے اربوں ڈالر کی امداد وصول کرنے کے باوجود کرزئی حکومت میں بدعنوانی عروج پر ہے۔ پولیس کانسٹیبل سے لے کر کرزئی کے بھائی احمد ولی تک بدعنوانی، اسمگلنگ اور کرپشن میں ملوث ہیں۔ سب دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ ایسے میں افغانستان کی تعمیر نو کا خواب کیسے شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے؟

یہی صورت حال عراق کی ہے۔ 2003ء میں امریکا نے مہلک

ہتھیاروں کی موجودگی کا بہانہ تراش کر عراق پر تاریخ کی بدترین جارحیت کی۔ 2003ء سے تاحال 12 لاکھ سے زائد عراقی موت کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ امریکا نے عراق میں خانہ جنگی کو بھڑکانے کے لیے مختلف گروپوں میں اسلحہ تقسیم کیا۔ شیعہ سنی اختلافات کی وجہ سے عراق 2 حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ امریکا کی پالیسی رہی ہے ''لڑاؤ اور حکومت کرو''۔ اس طرح امریکا خانہ جنگی میں جھونک کر عراق سے تیل اور دیگر معدنیات لوٹ کر اپنی دوزخ نما تجوریاں بھر رہا ہے۔ جب عراق کو چوس لیا جائے گا تو پھر کرزئی یا مالکی جیسے کسی شخص کو مستقبل کا حکمران بنا کر چلتا بنے گا۔ جب سے امریکا نے عراق پر شب خون مارا ہے، تب سے عراق میں قتل و غارت، جبر و تشدد، ظلم و ستم، بھوک و افلاس، تباہی و بربادی، بدامنی وطوائف الملوکی، دھماکوں اور خودکش حملوں، فرقہ وارانہ فسادات، آہوں اور سسکیوں کا منحوس سلسلہ آج 6 سال بعد بھی جاری ہے۔

20 مارچ 2003ء سے 4 مارچ 2009ء تک کوئی دن ایسا نہیں گزرا جب لاشیں نہ گری ہوں، جب لوگ امریکی درندوں کی گولیوں کا نشانہ نہ بنے ہوں۔ جنگ کے پہلے سال 2003ء میں 70 ہزار بے گناہ عراقی مارے گئے۔ لاکھوں زخمی اور معذور ہوئے۔ 2004ء میں امریکیوں نے ابوغریب جیل میں تمام اصول وضوابط کو جوتے کی نوک پر رکھتے ہوئے اور مسلمہ عالمی قوانین کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے شرمناک طریقے سے عراقی جیلوں میں قیدیوں پر غیر انسانی سلوک کیا۔ ہزاروں عراقی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ ذلت آمیز سلوک کیا۔ 2005ء میں بھی عراق پر درندگی کا راج رہا۔ 2006ء میں بغداد کے مردہ خانے میں گولیوں سے چھلنی 185 اجتماعی لاشیں لائی گئیں۔ نہروان کے علاقے میں امریکی فوجیوں نے ایک کارروائی میں 195 عراقی شہید کئے۔ انہیں دنوں بغداد کے علاقے ''محمدیہ'' میں امریکی وحشیوں نے ایک 13 سالہ عراقی بچی کے ساتھ اجتماعی زیادتی کی اور بعدازاں اسے بے دردی سے قتل کر دیا۔ ایسے بیسیوں واقعات پیش آئے۔ امریکیوں نے تلاشی کے بہانے کئی گھروں میں گھس کر لوٹ مار بھی کی۔

امریکیوں کے ظلم وستم سے تنگ آ کر لاکھوں عراقیوں نے پڑوسی ملک میں ہجرت کی۔ 2003ء سے لے کر آج تک 20 لاکھ عراقی اپنا وطن چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ صرف مصر میں پناہ حاصل کرنے والے عراقیوں کی تعداد ایک لاکھ 85 ہزار بتائی جاتی ہے۔ شام میں عراقی مہاجرین کی تعداد 13 لاکھ ہے۔ اردن میں 8 لاکھ کے قریب ہے۔ ان کو آج بھی اپنا اجڑا ہوا گھر بار ستاتا اور خون کے آنسو رلاتا ہے۔ عراق جنگ میں امریکا نے 2 لاکھ 50 ہزار ٹن بارود عراقیوں پر برسایا، جس کے نتیجے میں عراق میں سیاسی، معاشی، اقتصادی، معاشرتی، سماجی ہر لحاظ سے صورت حال انتہائی ابتر ہے۔ جب امریکا نے عراقیوں کو خاک وخون میں ملا دیا۔ مال و دولت لوٹ کر اپنے یہاں منتقل کر لیا۔ عراقی عوام نانِ جویں اور مریض ڈسپرین کی گولی تک کو ترسنے لگے۔ بچے بھوک سے مرنے لگے۔ غیر جانبدار تنظیموں نے احتجاج کیا تو پھر کہیں جا کر عالمی سرمایہ دار ممالک کے سربراہان جمع ہوئے۔ عراق کی تعمیر نو کے لیے امداد کا اعلان کیا گیا۔ عراق کی تعمیر نو تو نہ ہو سکی، البتہ بعض کمپنیوں کے وارے نیارے ہو گئے۔

تازہ مصدقہ رپورٹ کے مطابق عراق تعمیراتی ٹھیکوں میں امریکی فوج کی طرف سے زبردست کرپشن کا انکشاف ہوا ہے۔ افسروں کو ڈالروں سے بھرے تھیلے دیئے گئے۔ ایک میجر نے کئی ملین ڈالر کی رشوت لی۔ امریکی فوج کے 35 افسر اس سلسلے میں باقاعدہ ملوث پائے گئے ہیں۔ امریکی فوج کی ایک خاتون افسر نے اس امر کا اعتراف کیا کہ اس نے ایک کنٹریکٹر سے 2 لاکھ 55 ہزار ڈالر وصول کئے۔ اسی طرح ایک اور امریکی کنٹریکٹر ڈیوڈ سٹوفل نے اپنی کمپنی کے ٹھیکے حاصل کرنے کے لیے امریکی فوج کے کنٹریکٹ آفیسر کرنل رونلڈ ہوٹل اور کرنل انتھونی بیل سمیت متعدد اعلیٰ افسروں کو بھی ڈالرز کی شکل میں بھاری رشوت دی۔ پیزا کی ڈیلیوری کے روپ میں ڈبوں میں ڈالرز کے نوٹوں کے بنڈل ڈال کر رشوت فوجی علاقے میں متعلقہ افسروں تک پہنچائی گئی۔ عراق کے سیکورٹی گرین زون میں لفافوں میں ڈالروں کے بنڈل رکھ کر مقررہ جگہ پر گرا دیئے گئے یا متعلقہ افسروں کو پہنچا دیئے گئے۔ ڈیل سٹوفل جو امریکی اسلحہ کا ایک بڑا ڈیلر تھا۔ اس کے ایک میجر نے کنٹریکٹنگ افسر کی حیثیت سے 10 ملین ڈالرز کی رشوت وصول کرنے کا اعتراف کیا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں ایسے میں عراق کی تعمیر نو کیونکر ممکن ہو سکتی ہے؟

مزید دیکھیں! 60 سالوں سے مسئلہ فلسطین چل رہا ہے۔

فلسطینیوں کی زمین چھین کر ناجائز طور پر بنائی گئی ''یہودی ریاست'' تو دن بدن مستحکم ہورہی ہے، لیکن فلسطین اور فلسطینیوں کا کوئی پرسان حال نہیں۔ وطن اور دین کی خاطر اب تک لاکھوں فلسطینی شہید ہوچکے ہیں۔ ہزاروں اسرائیلی عقوبت خانوں میں قید ہیں۔ ان سے تاریخ کا بدترین سلوک کیا جارہا ہے۔ فلسطین کا کوئی گھر ایسا نہیں جس میں سے کوئی نہ کوئی صہیونیوں کے ظلم وستم کا نشانہ نہ بنا ہو۔ غزہ کی ناکہ بندی کی وجہ سے فلسطینی فاقوں پر مجبور ہوتے رہتے ہیں۔ آج بھی آدھے سے زیادہ فلسطینی خطِ غربت سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ گزشتہ ماہ اسرائیل نے غزہ پر بدترین جارحیت کی۔ فاسفورس بم تک برسائے گئے۔ جب غزہ مکمل تباہ ہوچکا۔ عالمی انسانی حقوق کی تنظیمیں چیخیں چلائیں تو پھر کہیں جاکر غزہ کی تعمیر نو کے لیے ڈونرز ممالک جمع ہوئے اور ساڑھے 4 ارب ڈالر کی ''خطیر رقم'' کا اعلان کیا۔

ثقہ مبصرین کے مطابق یہ اعلان اسرائیل کی سفاکانہ کارروائیوں پر مجرمانہ خاموشی پر پردہ ڈال کر دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ایک کوشش کے سوا اور کچھ نہیں ہے، کیونکہ اس وقت غزہ کی آبادی کا سب سے بڑا مسئلہ ''تعمیر نو'' نہیں، بلکہ اسرائیل کی جانب سے سرحدی ناکہ بندی ہے، جس کے ہوتے ہوئے وہاں باہر سے امداد پہنچنا ممکن ہی نہیں ہے۔ فلسطینی عوام عالمی طاقتوں سے بھیک نہیں مانگ رہے، ان کا ایک ہی جائز مطالبہ ہے کہ امریکا اپنے بغل بچہ اسرائیل پر دباؤ ڈال کر غزہ کی سرحدی ناکہ بندی ختم کروائے، تاکہ وہ اپنی ضروریات کا خود بندوبست کرسکیں۔ اس مطالبہ پر کان دھرنے کے بجائے ''عالمی امداد'' کا لالی پاپ دے کر محض دنیا کو بے وقوف بنایا جارہا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے غزہ کی تباہی کے اعتبار سے یہ رقم انتہائی ناکافی ہے، جبکہ دوسری طرف ان ممالک کی عیاشیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

میں یہ رپورٹ پڑھ کر حیران رہ گیا کہ امریکا اور یورپ کے باسی ہر سال شراب پینے اور سگریٹ سلگانے پر 500 ارب ڈالر سے زیادہ رقم خرچ کرتے ہیں۔ اس میں سے اگر ہر سال 200 ارب ڈالر مل جائیں، تو دنیا سے غربت، بھوک، جہالت، پانی کی کمی اور بیماریوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کی حکومتیں امن قائم کرنے کے نام پر اور مبینہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر اربوں کھربوں خرچ کرتے ہیں، پر انہیں اسی دنیا کے ان کروڑوں غریبوں کا خیال نہیں آتا ہے۔

دنیا میں ایک ارب سے زائد لوگوں کو دو وقت کی روٹی بمشکل میسر ہے۔ 80 کروڑ انسانوں کو بھوکا سونا پڑتا ہے۔ سالانہ 25 ہزار افراد غذائیت کی شدید کمی کی وجہ سے مرجاتے ہیں۔ عالمی طاقتوں کا سارا زور اس پر ہے کہ ان کی فوجی طاقت میں کمی نہ آئے اور آمدن بڑھتی ہی چلی جائے۔ وہ غریبوں کی حالت زار پر توجہ دینے کے لئے تیار نہیں۔ دنیا اسلحے کی تیاری پر جتنی رقم خرچ کرتی ہے اس کے صرف ''ایک فیصد'' سے ان پسماندہ علاقوں کے تمام بچے اسکول جاسکتے ہیں۔

مصر میں بھی 70 سے زائد ڈونرز ملکوں، اداروں اور تنظیموں کے وفود کی طرف سے غزہ کی تعمیر نو کے لیے امداد کا اعلان کیا ہے، لیکن یہ رقم کس کو دی جائے گی؟ کس کے پیٹ میں جائے گی؟ اس کی تقسیم میں کتنی بدعنوانی ہوگی؟ کیسے کیسے گھپلے اور کرپشن ہوں گے؟

(تحریر: انور غازی، ضرب مومن، جمعہ 13 مارچ 2009ء)